تنظیم المدارس (اہلِ سنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

برائے طالبات

نورانی گائیڈ

حل شدہ پرچہ جات





مفتی محمد احمد نورانی دامت برکاتہم عالیہ



درس نظامی کے طلباء وطالبات کے لیے

خوشخبری

الحمدللہ نورانی گائیڈز اپڈیٹ کردی گئی ہیں

2014 سے 2020 تک کے تمام حل شدہ پرچہ جات

برائے طالبات





Read Online

Download PDF

پیشکش
حافظ محمد حسنین اسدی +923145879123

ترتیب

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2015ء

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2016ء

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2019ء

تقریظ

حضرت علامہ مولانا ابوالحماد محمد احمد برکاتی کوٹ رادھا کشن قصور

اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو انہیں فرشتوں کے سامنے خلیفہ کے طور پر متعارف کروایا اس موقع پر ان کو برتر ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اسماء عطا فرمایا اور یوں آپ فرشتوں پر علم کے وصف کی بدولت ممتاز ہوئے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کے حصول کے لیے بہت ہی پیارے انداز میں زور دیا ہے۔

حضور ﷺ جو کہ ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کا وافر ذخیرہ رکھتے ہیں انہیں حکم فرمایا "قل رب زدنی علما" یہ دراصل امت مسلمہ ہی کے لیے راہنمائی ہے کہ تمہاری زندگی کا امن صرف اور صرف تحصیل علم ہے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے دنیا بھر میں اصحاب صفہ کے صدقہ تعلیمی ادارے قائم ہوئے جو آج تک اپنے مقصد لازوال کو حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں اس سلسلہ میں ملک پاکستان کے دینی اور تعلیمی اداروں پر مشتمل بورڈ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے نام سے بھرپور طریقے سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ علم مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ساتھ عشق مصطفیٰ ﷺ نصابی طور پر بھی سکھایا جا رہا ہے اس ادارے کے سالانہ امتحانات باقاعدگی سے ہوتے ہیں مگر بعض دفع نو امور طالبات کو ہر درجہ کا پیٹرن سمجھنے اور سوالات کو صحیح طور پر حل کرنے میں بہت سی مشکلات پیش آتیں ہیں۔ خصوصاً بعض طالبات اچھی یاداشت اور قوت حافظہ کے باوجود سوالات کے مطلوبہ معیار پر جوابات پیش نہ کرنے پر اچھے نمبروں سے محروم رہ جاتے ہیں اس چیز کو محسوس کرتے ہوئے حضرت علامہ مولانا حافظ محمد مقصود احمد یوسفی نعیمی جلالی نے اپنے قلم کو جنبش دی اور ثانوی عامہ سے لے کر عالمیہ تک تمام پرچہ جات کو بڑے ہی پیارے آسان اور مفید انداز میں حل کر دیا تا کہ دینی طالبات کو واضح راہنمائی مل سکے اور وہ امتحان میں اعلیٰ نمبر لے کر محفوظ اور خوشگوار مستقبل بنا سکیں اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش جمیلہ کو شرف قبولیت فرما کر تمام طالبات کے لیے شجر ثمر بار ثابت فرمائے۔

ابوالحماد محمد احمد برکاتی کوٹ رادھا کشن قصور

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الاختبار السنوی النهائی تحت أشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435ھ/ 2014ء

الوقت المحدود ثلاث ساعات — الورقة الاولى: صحيح البخاری — مجموع الأرقام:100

الملاحظة: السوال الاول اجباری ولک الخيار فی البواقی ان تجيبی عن الثلاثة

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے، باقیوں میں کوئی تین حل کریں۔

السوال الاول: (قال هرقل) وسألتک هل کان من آبائه من ملک فذکرت ان لا، فقلت فلو کان من آبائه من ملک قلت رجل يطلب ملک ابيه، وسألتک هل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان يقول ما قال فذکرت ان لا فقد اعرف انه لم يکن ليذر الکذب علی الناس ويکذب علی الله

ا) ترجمی واشرحی حتی يکون المطلوب واضحا مبينا

ترجمہ وتشریح ایسی کریں کہ مطلوب اچھی طرح واضح ہوجائے۔

جواب

ترجمہ: اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس شخص کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، میں نے دل میں کہا: اگر اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کے مُلک کو طلب کررہا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ آیا تم اس کے دعویٰ نبوت سے پہلے اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے بتایا کہ نہیں، پس میں نے پہچان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا۔

تشریح: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہرقل ابوسفیان سے نبی ﷺ کے متعلق سوالات کر چکا تو اس نے کہا: اگر تم نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے تو وہ نبی عنقریب اس جگہ کا مالک ہوجائے گا، جہاں میرے یہ دو قدم ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا اور اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرنے کیلئے مشقت اٹھاتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں کو دھوتا۔ (صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 159)

یہ گفتگو شاہ روم (ہرقل) نے ابوسفیان سے اس وقت کی جب وہ صلح حدیبیہ کے بعد اپنے قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے بغرض تجارت سفر پر تھے۔ ہرقل نے ابوسفیان اور اُن کے ساتھیوں کو ایلیا شہر میں طلب کیا اور بطور نتیجہ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جب ان کے خاندان کا کوئی صاحب بادشاہ نہیں گزرا تو دعویٰ نبوت کرنے والی شخصیت اقتدار کی طالب نہیں ہوسکتی، جب تمہارے کہنے کے مطابق وہ جھوٹ نہیں بولتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں، لہٰذا جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ درست ہے۔

۲) متی تکلم هرقل هذا الکلام و بمن تکلم؟

ہرقل کی یہ گفتگو کس سے ہوئی اور کب ہوئی؟

جواب

ہرقل کی یہ گفتگو کس سے ہوئی؟

ہرقل کی یہ گفتگو ابوسفیان سے ہوئی۔

ہرقل کی گفتگو کب ہوئی:

ہرقل نے ان کو قریش کی جماعت کے ساتھ بلایا یہ لوگ اس مدت میں شام تجارت

کرنے گئے تھے جس مدت میں رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور قریش سے عارضی صلح کی ہوئی تھی۔

۳) این وقع هذا الحوار؟ فی مکة، او المدینة او الشام

یہ گفتگو کہاں ہوئی؟ مکہ شریف، مدینہ شریف یا ملک شام میں؟

جواب

گفتگو کی جگہ: یہ گفتگو ملک شام میں ہوئی۔

۴) عرفی شخصیة هرقل! وما هو المأخذ لاجوبته؟ هل اسلم هِرقل؟

ہرقل کون تھا؟ اس کے جوابات کا ماخذ کیا تھا؟ کیا وہ مسلمان ہوگیا تھا؟

جواب:

ہرقل کون تھا: ہرقل کا تلفظ دوطرح سے ہے: ہِرَقْل ("ہ" کے نیچے زیر، "ر" کے اوپر زبر، "ق" پر جزم) اور ہِرْقِل ("ہ" کے نیچے زیر، "ر" کے اوپر جزم اور "ق" کے نیچے زیر) اس نے 31 سال حکومت کی، اس کی حکومت کے دوران ہی نبی ﷺ کا وصال ہوا تھا اس کی حکومت روم کے شہروں میں تھی روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا، سو اس کا لقب بھی قیصر تھا۔

قیصر کا لغوی معنی ہے، کاٹنا۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی ماں وضع حمل سے پہلے ہی مرگئی تھی تو اس کو ماں کا پیٹ کاٹ کر نکالا گیا تھا اور قیصر اس پر فخر کرتا تھا کہ اس کی پیدائش فرج کے راستہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کو پیٹ سے نکالا گیا ہے۔ ہرقل شاہان روم کا لقب تھا۔

جوابات کا ماخذ: اس حدیث میں ایسے متعدد جملے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی کی جاتی ہے اس کو کیسی صفات کا حامل ہونا چاہیے مثلاً یہ کہ اس کا نسب اپنی قوم میں سب سے افضل ہو، اس قوم میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا اس نے اس

سے پہلے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو، اور اس کے متبعین کبھی اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے نہ پھریں۔ ہرقل شاہ روم تھا اس کے جوابات کا ماخذ کفارِ مکہ بالخصوص ابوسفیان کی زبانی بیان کردہ حضور نبی ﷺ کے حوالہ سے حقائق تھے۔

ہرقل مسلمان نہیں ہوا تھا: کیونکہ ہرقل عیسائی سرداروں کے ایمان سے مایوس ہوگیا تو اس نے ان سے کہا: میں نے جو ابھی تجویز پیش کی تھی اس سے میں دین میں تمہاری شدت کو آزما رہا تھا، سو مجھے معلوم ہوگیا۔ پھر ان سرداروں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے اور یہ ہرقل کا آخر امر تھا اس کی شرح میں حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ ہرقل کے ایمان لانے کے سلسلہ میں یہ آخری بات یا آخری واقعہ تھا، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ ہرقل کے واقعات کے سلسلہ میں یہ آخری واقعہ تھا کیونکہ اس کے بعد ہرقل نے موتہ میں اور تبوک میں مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی اور نبی ﷺ نے اس کو دوبارہ مکتوب بھیجا تھا اور امام ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہرقل نے جب شام سے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے رومی سرداروں پر چند اُمور پیش کیے کہ یا تو وہ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دیں اور یا نبی ﷺ سے صلح کرلیں اور آپ ان کو عادت اور معمول سے کم چیز پر باقی رکھیں لیکن انہوں نے اس کا انکار کردیا پھر وہ شام سے روانہ ہوگیا اور اس نے اہل شام کو الوداعی سلام کیا اور قسطنطنیہ میں داخل ہوگیا اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی ہرقل ہے جس سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں جنگ کی تھی یا وہ اس کا بیٹا تھا جب کہ اکثر لوگوں کے نزدیک ہرقل کے ایمان کا معاملہ غیر واضح تھا اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے جان کے خوف سے ایمان لانے کی تصریح نہ کی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک شک میں رہا حتیٰ کہ کفر پر مرگیا۔

نوٹ: ہرقل نے ایمان لانے پر اپنی حکومت کو ترجیح دی اس پر قوی دلیل یہ ہے کہ ۸ھ

میں غزوہ موتہ میں اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور یہ اس قصہ کے دو سال بعد کا واقعہ ہے اور ''مغازی ابن اسحاق'' میں ہے کہ جب مسلمان سرزمین شام میں گئے تو ان کو یہ خبر پہنچی کہ ہرقل ایک لاکھ مشرکین کے ساتھ ان کے مقابلہ پر آ رہا ہے۔ اسی طرح ''مسند احمد'' میں یہ حدیث ہے کہ اس نے تبوک سے نبی ﷺ کو یہ مکتوب بھیجا کہ میں مسلمان ہوں نبی ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا وہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

السوال الثانی عن عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله ﷺ یقبل الهدية و يثيب عليها

ترجمی واشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا

(۱) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں

جواب

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا معاوضہ عطا فرماتے تھے۔

تشریح:

ہدیہ کا معاوضہ دینے کا شرعی حکم:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا شرعاً مطلوب ہے کیونکہ اس میں شارع علیہ السلام کی اقتداء ہے صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا مطلقاً واجب نہیں ہے خواہ اعلیٰ ادنیٰ کو ہدیہ دے یا ادنیٰ اعلیٰ کو ہدیہ دے یا مساوی، مساوی کو ہدیہ دے۔ (عمدۃ القاری جلد نمبر 13، صفحہ 201)

ہدیہ کی دو قسمیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: علامہ المہلب المتوفی 435ھ نے کہا ہے کہ ہدیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہدیہ معاوضہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا ہدیہ نیکی کرنے اور قرب اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے پس جو ہدیہ معاوضہ لینے کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بیع کی مثل ہوتا ہے اس میں عوض واجب ہوتا ہے اور جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے اس کو معاوضہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو ہدیہ محض نیکی کرنے اور اللہ کی رضا اور جس کو ہدیہ دینا ہو اس کی محبت کی وجہ سے دیا جائے، اس میں ہدیہ لینے والے پر اس کا معاوضہ دینا واجب نہیں ہے اور اگر اس نے جواباً ہدیہ دے دیا تو یہ مستحسن ہے۔

متی یثبت الملک فی الهدية والهبة؟ هل يجوز طلب البدل فی الهدية، اکتبی اختلاف الائمة فی المسئلة

(۲) ہدیہ اور ہبہ میں ملکیت کب ثابت ہوگی؟ کیا ہدیہ دینے کے بعد اس پر بدلہ مانگنا جائز ہے؟ اختلاف ائمہ لکھیں؟

جواب

ہدیہ اور ہبہ میں ملکیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک:

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ہبہ میں قبضہ شرط ہے۔

ہدیہ اور ہبہ میں ملکیت کے بارے میں امام احمد کا مذہب:

امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کیا ہے اگر وہ ٹھوس چیز ہے جو بغیر قبضہ کے سالم رہ سکتی ہے تو بغیر قبضہ کے بھی اس کا ہبہ مکمل ہو جاتا ہے اور جو چیز ناپی جاتی ہے اور تولی جاتی ہے اس کا بغیر قبضہ کے ہبہ صحیح نہیں ہے۔

اور امام مالک کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے وہ ہبہ کو بیع پر قیاس کرتے

ہیں۔

کیا ہدیہ دینے کے بعد اس پر بدلہ مانگنا جائز ہے؟

ہدیہ کا عوض دینے میں مذاہب فقہاء:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی پھر اس کا معاوضہ طلب کیا اور کہا کہ میں نے تو معاوضہ کیلئے ہدیہ دیا تھا امام مالک نے کہا کہ اس صورت میں دیکھا جائے گا اگر وہ ہدیہ ایسا ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے اس سے اس کا معاوضہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ اس کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے جیسے فقیر غنی کو ہبہ کرے یا غلام اپنے مالک کو ہبہ کرے یا کوئی ماتحت اپنے سربراہ کو ہبہ کرے یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ہبہ کرتے وقت عوض لینے کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کو عوض نہیں ملے گا اور یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ معاوضہ لینے کیلئے ہبہ کرنا باطل ہے اس سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ یہ مجہول قیمت کے عوض بیع ہے۔

(صحیح البخاری جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 360)

السوال الثالث کان فرغ بالمدینۃ فاستعار النبی ﷺ فرسا من ابی طلحۃ یقال له المندوب فرکب فلما رجع قال ما رأینا من شئ وان وجدناه لبحرا

سوال: ترجمی واشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا

(ا) ترجمہ و تشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں

جواب:

ترجمہ: مدینہ منورہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی ﷺ نے حضرت ابوطلحہ سے عاریۃً گھوڑا لیا جس کو المندوب کہا جاتا تھا آپ اس سوار ہوئے (اور مدینہ کے گرد چکر لگایا) جب

آپ واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہمیں تو خطرہ کی (کوئی چیز) نظر نہیں آئی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

تشریح:

جو چیز عاریۃً لی جائے، اس کے نقصان میں مذاہب فقہاء:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی 449ھ لکھتے ہیں: حیوان اور زمین کی عاریت میں اختلاف ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایسے حیوان یا غیر حیوان کو عاریۃً لیا جس میں کوئی عیب نہیں تھا پھر وہ اس کے پاس ضائع ہو گیا اور وہ اس کے ضائع ہونے کا مصداق ہو تو وہ اس کا صرف اس وقت ضامن ہو گا جب اس نے اس میں کوئی تجاوز یا نقصان کیا ہو یہ فقہاء احناف اور اوزاعی کا قول ہے۔

عطاء نے کہا جو چیز عاریۃً لی گئی ہو اس کے نقصان کا ہر حال میں تاوان بھرنا ہو گا خواہ اس میں عیب ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے اس میں حد سے تجاوز کیا ہو یا نہ۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ حجۃ الوداع میں فرما رہے تھے جو چیز عاریۃً لی جاتی ہے وہ واپس کی جائے گی اور جو ضامن ہے وہ تاوان بھرے گا۔

(سنن ابوداود: 3555، سنن ترمذی: 1265)

اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ عاریت امانت کی طرح ہے اور جس طرح امانت میں تاوان نہیں دیا جاتا اسی طرح عاریت میں بھی تاوان نہیں دیا جاتا اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ امین پر تاوان نہیں ہے۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی بھی عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ڈالتے تھے۔ قاضی شریح نے کہا، جو شخص کوئی چیز عاریۃً لے اور اس کے پاس اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو اس

سے تاوان نہیں لیا جائے گا اسی طرح جس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ اس میں تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اس میں سے بھی تاوان نہیں لیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 117،116، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1424ھ)

سوال: اکتبی مقالا علی شجاعة النبی ﷺ و بطولته

(۲) نبی پاک ﷺ کی شجاعت و بہادری پر جامع نوٹ لکھیں:

جواب

نبی پاک ﷺ کی شجاعت و بہادری پر نوٹ:

☆ نبی پاک ﷺ ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے اور شور وغل برپا ہوا۔ گویا کوئی چور یا دشمن آیا ہے آپ نے حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا لیا جوست رفتار اور سرکش تھا آپ اس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے اور تلوار آڑے لٹکائے ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے جب لوگ اس آواز کی طرف گئے تو رسول اللہ ﷺ کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے آپ نے ان کو تسلی دی کہ ڈرومت، ڈرومت، اور گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔

☆ ہجرت سے پہلے قریش نے مسلمانوں کو اس قدر ستایا کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تنگ آ کر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا اور ان کے سروں پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو کمال تک پہنچائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا''۔ (صحیح البخاری)

☆ آپ ﷺ کی قوت بدنی بھی سب سے زیادہ تھی۔ غزوۂ احزاب میں جب صحابۂ کرام خندق کھود رہے تھے تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آ گئے آپ سے عرض کیا گیا تو آپ بذاتِ شریف خندق میں اُترے اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ڈھیر بن گئی۔

(۳) خط کشیدہ کا لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہے؟ مندوب نام کیوں رکھا گیا؟ (وجہ تسمیہ لکھیں)

جواب:

فاستعار کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

جو چیز عاریۃً لی جائے۔ ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کسی سے کوئی چیز عاریۃً یعنی مانگ کر لی جائے اور ضرورت پوری کرنے کے بعد اس کو واپس کر دینا اس کو فاستعار کہتے ہیں۔

نوٹ: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے جب تک اس میں خیانت کرنے والا نہ ہو۔ وہ عرف ورواج کے مطابق ہے۔

وان وجدنا لبحرا کی وضاحت:

وان وجدنا لبحرا فی رواية المستملی وان وجدنا بحذف الضمير قال ان هی النافية واللام فی البحر بمعنی الا ای ما وجدناه الا بحرا قال ابن المتين هذا مذهب الكوفيين وعند البصريين ان مخففة من المثقلة واللام زائدة قال الاصمعی يقال للفرس بحرا اذا كان واسع الجری او لان جريه لا ينفد كما لا ينفد البحر

المندوب کی وضاحت:

"يقاله المندوب" وهو الرهن عند السباق: والندب كان فی جسمه وهو

اثر الجرح زاد فی الجهاد من طريق سعيد عن قتاده كان يقطف او كان فيه قطاف والمراد انه كان بطئ المشى

السوال الرابع عن النبی ﷺ سموا باسمی ولا تكتنوا بكنيتی

الف: ترجمی واشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا

(۱) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھا کرو اور میری کنیت نہ رکھا کرو۔

تشریح:

کنیت کا لفظ کنایہ سے ماخوذ ہے یعنی کسی شخص کو اس کے صریح اسم کے بجائے کنایہ کے ساتھ تعبیر کرنا۔ عربوں میں کنیت کا بہت زیادہ رواج تھا اور بعض اوقات کنیت نام سے زیادہ مشہور اور نام پر غالب ہوتی ہے جیسے ابو طالب اور ابولہب وغیرہ۔ کنیت میں اَب یا اُم کے لفظ کی کسی اسم کی طرف اضافت کی جاتی ہے جو کبھی مدح کی خبر دیتا ہے اور کبھی مذمت کی۔ مدح کی مثال ہے: جیسے ابوبکر اور مذمت کی مثال جیسے: ابوجہل۔ اور کبھی اس اسم کی طرف اضافت کی جاتی ہے جس چیز کے اسم کے ساتھ وہ زیادہ مشغول ہوتا ہے جیسے ابوہریرہ اور ابوتراب۔

حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے یا ابا القاسم کہا، اس مرد کا نام مذکور نہیں ہے یہ مرد یہودی تھا جب آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: میری مراد آپ نہیں تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو یعنی محمد اور احمد نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو یعنی ابوالقاسم کنیت نہ رکھو۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 605)

ب: سجلی اسم النبی ﷺ و كنيته ولقبه، ووضحی معنی كنيته المشهورة ﷺ

(۲) آپ ﷺ کی کنیت، لقب اور نام لکھیں نیز بتائیں کہ آپ کی مشہور کنیت کا معنی کیا ہے؟

جواب

نبی کریم ﷺ کی کنیت: آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

نبی کریم ﷺ کا لقب: آپ ﷺ کا لقب سید المرسلین اور خاتم النبیین ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نام: آپ ﷺ کا نام محمد ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مشہور کنیت: نبی ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ قاسم آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کی کنیت ابوالقاسم اس وجہ سے ہے کہ آپ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جنت کو تقسیم فرمائیں گے، آپ کی کنیت ابوابراہیم بھی ہے۔ ابراہیم آپ کے اس صاحبزادہ کا نام ہے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کے پاس آکر کہا: "السلام علیک یا ابا ابراہیم"، توضیح میں مذکور ہے: آپ کی تیسری کنیت ابوالارامل ہے۔ (عمدۃ القاری جلد نمبر 16، صفحہ 139)

ج: اكتبی حكم جمع اسم النبی ﷺ وكنيته فی شخص واحد! هل هو جائز ام مكروه؟ المطلوب منك الدليل علی موفقك

(۳) آنجناب ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز ہے یا مکروہ؟ حکم بیان کرتے ہوئے دلیل دیں؟

جواب

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ اور علامہ ابی مالکی متوفی 828ھ اور علامہ

سنوسی مالکی متوفی 895ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اہلِ ظاہر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کی کنیت رکھنی مطلقاً جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ ربیع نے کہا: امام شافعی نے یہ کہا کہ کسی کے لئے ابوالقاسم کنیت رکھنی جائز نہیں ہے، خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھنا بھی منع ہے تاکہ وہ ابوالقاسم کنیت رکھنے کا سبب نہ بن جائے حتیٰ کہ پہلے مروان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جب اس کو یہ حدیث پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے کا نام بدل کر عبدالملک رکھ دیا۔

دوسرے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا، اس وقت ناجائز ہے جب اس کا نام محمد یا احمد ہو حدیث میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے میرا نام (محمد) رکھا وہ میری کنیت (ابوالقاسم) نہ رکھے اور جس نے میری کنیت رکھی ہے وہ میرا نام نہ رکھے۔

(سنن ابوداؤد: 4966، سنن ترمذی: 2842، مسند احمد جلد نمبر 3، صفحہ 313)

دوسرے علماء نے کہا کہ یہ ممانعت اب منسوخ ہوگئی اور اب آپ کا نام اور آپ کی کنیت رکھنے کی رخصت ہے اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کی وفات کے بعد میرا بیٹا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(سنن ابوداؤد: 4967، سنن ترمذی: 2843)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، پس میں نے اس کا نام محمد رکھا

ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ اس کو ناپسند کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کس نے میرے نام کو حلال کہا ہے اور میری کنیت کو حرام کہا ہے یا فرمایا: کس نے میری کنیت کو حرام کہا ہے اور میرے نام کو حلال کہا ہے۔

علامہ مازری نے کہا کہ آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھنا آپ کی حیات میں ناجائز تھا جب کہ اب جائز ہے۔ حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص بازار میں نداء کر رہا تھا: ''یا اباالقاسم'' نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا، تب ہی نبی ﷺ نے فرمایا: تم میری کنیت نہ رکھو۔ طبری کی رائے یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے نام اور آپ کی کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت منسوخ نہیں ہوئی ہے پہلے یہ ممانعت واجب تھی اب مستحب ہے اور نام اور کنیت کو جمع کرنا مباح ہے۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ 434)

السوال الخامس اتی جبریل النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ھذہ خدیجۃ قد اتت معھا اناء فیہ ادام او طعام او شراب فاذا ھی اتتک فاقرء علیھا السلام من ربھا ومنی و بشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب صخب فیہ ولا نصب

الف: ترجمی واشرحی حتی یکون المطلوب واضحا مبینا

(ا) ترجمہ وتشریح کریں مطلب اچھی طرح واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: نبی ﷺ کے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا: یارسول اللہ! یہ حضرت خدیجہ آپ کے پاس برتن میں سالن یا طعام یا پانی لے کر آئی ہیں پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اور ان کو جنت

میں کھوکھلے موتیوں کے ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں شور ہوگا نہ تھاوٹ ہوگی۔

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جبرائیل آئے امام طبرانی کی روایت میں ہے: اس وقت وہ غارِ حرا سے آئے تھے اس میں مذکور ہے آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور اسی کی طرف سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور سنن نسائی میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے کہا: بے شک اللہ حضرت خدیجہ پر سلام نازل فرما رہا ہے یعنی آپ ان کو بتا دیں تو حضرت خدیجہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور حضرت جبرئیل پر سلام ہو اور یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے یہ کیوں کہا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے پس لوگوں کی طرح اس کو سلام کا جواب نہیں دیا جاتا، کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ جب بعض صحابہ نے تشہد میں کہا: اللہ پر سلام ہو تو نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے، تم کہو "التحیات للہ" اور اس لئے کہ سلام ایک دعا ہے جس کو سلام کیا جاتا ہے اس کو ضرر سے سلامت رہنے کی دعا دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کو دعا دی جائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس جواب سے اُن کی فہم و فراست اور قوت ادراک اور ذہانت اور فطانت کا پتہ چلتا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد نمبر 16، صفحہ نمبر 387، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ)

ب: وضحي ثلاثة من خصوصيات خديجة رضى الله عنها

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کم از کم تین خصوصیات بیان کریں؟

جواب

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی، یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتی ہیں اور تمام ازواج میں رسول اللہ ﷺ کے نسب سے ان کا نسب سب سے زیادہ قریب ہے۔

۲۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی شخصیت ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں۔

۳۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی سوائے ابراہیم کے، جو کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

۴۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کے نکاح میں اور کوئی نہیں آئی یعنی آپ نے کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا۔

۵۔ نبی ﷺ نے جتنی تعریف اور تحسین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کی ہے اور کسی زوجہ کی اتنی تعریف نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تک حضرت خدیجہ کی تعریف اور تحسین نہیں کرتے تھے گھر سے نہیں نکلتے تھے۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 949)

هل سلم الله و جبريل على امرءة اخرى؟

(۳) رب تعالیٰ اور جبریل نے کسی اور خاتون کو بھی سلام بھیجا؟ تفصیلاً لکھیں

جواب

اللہ تعالیٰ عزوجل اور جبرئیل علیہ السلام کا سلام بھیجنا:

- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ عزوجل اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے سلام کا پیغام آیا ہے جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام آیا ہے۔

کم رجلاً نکح مع خدیجۃ قبل تزویج النبی؟

۴) مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا آنجناب ﷺ کے حریم ناز میں آنے سے پہلے کتنے آدمیوں سے نکاح ہوا تھا؟

جواب:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کرنے سے پہلے دو آدمیوں سے شادی کی تھی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں تو انہوں نے پہلے عتیق بن عابد سے نکاح کیا پھر ان کی وفات کے بعد ابوہالہ النباش بن زرارہ سے نکاح کیا۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 950)

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الثانية: صحيح المسلم، مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيبی عن الاثنين فقط

السؤال الاول: عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لاعن رسول الله ﷺ بين رجل من الانصار وامرأته و فرق بينهما

الف: ترجمہ تشریح کریں، مطلب اچھی طرح واضح کریں۔

نوٹ: اس کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

(ب) لعان کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی ضرورت کب پڑتی ہے؟

جواب

لعان کی تعریف:

لعان، مفاعلت کا مصدر ہے، لغوی معنی ہے دھتکارنا اور رحمت سے دور کرنا اور شریعت میں لعان ان چار شہادتوں اور لعن اور غضب کو کہتے ہیں جو میاں بیوی کے درمیان جاری ہوں اور مجموعہ کا نام لعان اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں لعن مذکور ہوتا ہے جیسے رکوع پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نماز کا نام رکوع رکھ دیا گیا اور تشہد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے التحیات کا نام تشہد رکھا دیا گیا ہے۔ پس لعان کا نام رکھنا تسمیۃ الکل باسم الجز کے قبیل سے ہوگا۔

لعان کی ضرورت کب پڑتی ہے؟

جب مرد نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کہا: تو زانیہ ہے یا میں نے تجھ کو زنا

کرتے ہوئے دیکھایا کہا: اے زانیہ! یہ جمہور کا مذہب ہے اور اسی کے قائم امام شافعی، امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اور ایک روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور میاں بیوی دونوں ادائے شہادت کی لیاقت بھی رکھتے ہیں اور عورت ایسی ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے کو حد ماری جاتی ہے یا شوہر نے اپنی بیوی کے بچہ کے نسب کی نفی کی مثلاً کہا کہ یہ بچہ زنا سے ہے یا کہا یہ بچہ میرا نہیں ہے اور عورت نے اپنے شوہر سے موجب قذف کا مطالبہ کیا تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔

ہمارے نزدیک لعان میں اصل یہ ہے کہ گواہیاں قسموں کے ساتھ مؤکد کی گئی ہوں اور لفظ لعان کے ساتھ مقترن ہوں اور امام شافعی کے نزدیک لعان وہ قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں پس ہمارے نزدیک لعان کا اہل وہ شخص ہوگا جو شہادت کا اہل ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لعان کا وہ اہل ہے جو یمین کا اہل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لعان شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے اور اس کی بیوی کے حق میں حدِ زنا کے قائم مقام ہے۔

(ج) لعان کے بعد ملاعنین میں خود بخود فرقت ہو جائے گی یا قاضی تفریق کرے گا؟ آپ کا مذہب کیا ہے؟ حدیث سے کس کی تائید ہوتی ہے؟

جواب

لعان کے بعد ملاعنین کے درمیان فرقت (جدائی) کا معاملہ

احناف کا موقف:

جب میاں بیوی دونوں لعان کر لیتے ہیں تو محض ان کے لعان کرنے کی وجہ سے علیحدگی نہیں ہوگی، بلکہ قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا۔

امام زفر اور امام مالک کا موقف:

امام زفر اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما یہ فرماتے ہیں، میاں بیوی کے لعان کرنے کے نتیجہ میں خود بخود علیحدگی واقع ہو جائے گی۔

امام زفر اور امام مالک کی دلیل:

ان کی دلیل حدیث موقوف: المتلاعنان لا یجتمعان ابدا ہے یعنی لعان کرنے والے میاں بیوی کبھی اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ محض تلاعن سے فرقت واقع ہوگئی۔

احناف کی دلیل (ہمارا مذہب):

ہماری دلیل یہ ہے کہ لعان کی وجہ سے حرمت کا ثابت ہونا امساک بالمعروف کو فوت کر دیتا ہے پس شوہر پر تسریح بالاحسان واجب ہوگا مگر جب شوہر تسریح بالاحسان سے رک گیا تو قاضی عورت سے ظلم دور کرنے کی خاطر شوہر کے قائم مقام ہو کر تسریح بالاحسان (تفریق) کر دے گا پس ثابت ہو گیا کہ تفریق قاضی ضروری ہے۔ اور ہمارے مذہب کی تائید عویمر عجلانی کے قول سے بھی ہوتی ہے واقعہ یہ ہے کہ عویمر اور ان کی بیوی نے لعان کیا پھر لعان سے فراغت کے بعد مدنی آقا ﷺ کے دربار میں آکر عویمر کہنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ اس نے اپنی بیوی کے بارے میں جو کچھ کہا سب جھوٹ ہے حضور ﷺ نے فرمایا: کہ تو پھر اس کو روک لو یعنی نکاح میں باقی رکھو۔ یہ سن کر عویمر نے کہا اگر میں اس کو روکوں تو اس کو تین طلاقیں ہیں یہ باتیں لعان کے بعد ہوئیں اور حضور ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

اگر محض لعان کرنے سے فرقت واقع ہو جاتی تو حضور ﷺ نکیر فرماتے اور فرماتے کہ اب جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ محض لعان کرنے سے تفریق واقع ہوگئی ہے پس

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ محض لعان سے تفریق واقع نہیں ہوتی۔

حدیث سے تائید:

مذکورہ حدیث بھی احناف کے مذہب کی تائید کرتی ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے لعان کی کاروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا: **ثم فرق بینھما** پھر رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کردی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے اور نافع سے بھی۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبره ان رسول الله ﷺ فرق بين رجل و امراته قذفها واحلفها

''نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کردی۔

نوٹ: اس حدیث صحیحہ اور عویمر والی حدیث سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ ﷺ فرماتے: اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

(د) لعان کے دوران مرد و عورت میں پانچویں مرتبہ کہے جانے والے الفاظ میں کیا فرق ہے؟

جواب

پانچویں مرتبہ کہے جانے والے الفاظ میں فرق:

لعان کے دوران مرد و عورت میں پانچویں مرتبہ کہے جانے والے الفاظ میں فرق یہ ہے

کہ مرد پانچویں بار کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت میں جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور عورت پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔

السؤال الثانی ان النبی ﷺ دخل مكة عام الفتح وعلى رأسه مغفر فلما نزعه جاءه رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتلوه فقال نعم

جواب:

(ا) ترجمہ وتشریح کریں، مطلب اچھی طرح واضح کریں

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے درآں حالیکہ آپ کے سر پر خود تھا جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کردو۔

تشریح:

''مغفر'' یہ ٹوپی کے برابر زرہ کی قسم ہے جس کو ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے (اس کو اردو میں خود کہتے ہیں) یہ لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے تم میں سے جو بھی ابن خطل کو دیکھے وہ اس کو قتل کردے اس کے قاتل میں اختلاف ہے امام ابن اسحاق نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما دونوں اس کو قتل کرنے میں شریک تھے اور ابو واقدے سے منقول ہے کہ اس کے قاتل حضرت شریک بن عبدۃ العجلانی تھے اور راجح یہ ہے کہ وہ حضرت ابو برزہ تھے التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کا قتل واجب ہو اس کو حرم پناہ نہیں دیتا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ابن خطل کا قتل اس ساعت پر ہوا تھا جس ساعت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہا ساعت میں میرے لئے مکہ میں قتال کو مباح

کر دیا گیا ہے اور اس ساعت کے بعد مکہ کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ ساعت فتح مکہ کے دن کی صبح سے عصر تک تھی۔

(ب) من دخلہ کان امنا، کے باوجود ابن خطل کو مارنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب:

ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق:

من دخلہ کان امنا کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا تھا اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا اور وہ نبی ﷺ کی ہجو کرتا تھا اور آپ کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں تھیں جو نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو گالیاں دیتی تھیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ حرم میں اقامت حدود جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاً تو وہ مرتد تھا ثانیاً اس کو اس ساعت میں قتل کیا گیا ہے، جس میں آپ کیلئے اس کو مکہ میں قتل کرنا جائز تھا۔

(۳) ابن خطل کون تھا؟ اس نے کونسا جرم شنیع کیا تھا؟

جواب:

ابن خطل کون تھا؟ بعض نے کہا ہے کہ ابن خطل کا اصل نام عبداللہ بن خطل تھا اور بعض نے کہا عبدالعزیٰ بن خطل تھا یہ پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا لوگ اس کو ذوقلبین کہا کرتے تھے۔

ابن خطل کا جرم شنیع: (۱) ابن خطل پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا اس نے چندروز وحی کی کتابت بھی کی تھی مگر بعد میں مرتد ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگا

تھا اور کہتا تھا کہ محمد ﷺ جو وحی لکھاتے ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ خود ان کی طرف سے ہوتی ہے۔

(۲) حضور ﷺ نے اسے بطور زکوٰۃ جانور وصول کرنے کے لئے روانہ کیا اور ایک دوسرے صحابی کو بھی بطور معاون اس کے ساتھ روانہ کیا۔ کسی بات میں دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو ابن خطل نے اپنے ساتھ والے کو قتل کر دیا یعنی اس نے ناحق قتل کیا تھا اور قصاص سے بچنے کے لئے تمام جانوروں کو مکہ میں لے گیا اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔ علاوہ ازیں فتح مکہ کے دن بھی وہ ہتھیار لے کر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلا تھا لیکن مسلمانوں کی فوج کا جلال و دبدبہ دیکھ کر کانپ گیا اور ہتھیار پھینک کر کعبہ شریف کے پردوں میں جا چھپا۔

السؤال الثالث عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان النبی ﷺ ارید علی ابنة حمزة فقال انها لا تحل لی انها ابنة اخی من الرضاعة و یحرم من الرضاعة ما یحرم من الرحم

(۱) ترجمہ و تشریح کریں مخطوطہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا وہ میرے لئے حلال نہیں ہے وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے اور رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

تشریح:

اس کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

مخطوطہ عبارت کی وضاحت:

اریدعلی ابنۃ حمزۃ

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مجھے (یعنی حضور ﷺ) حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا ہے اور رشتے میں میری بھتیجی لگتی ہے۔

(۲) کتنا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی، اختلاف ائمہ لکھیں۔

جواب: اس کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

(۳) حدیث مذکورہ کس امام کے مذہب کی مؤید ہے؟

جواب: یہ حدیث احناف کے مذہب کی مؤید ہے کیونکہ اس میں دودھ کتنا پلایا جائے کوئی قید نہیں۔

السؤال الرابع قال رسول اللہ ﷺ علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال

(۱) ترجمہ وتشریح کریں تا کہ مطلب اچھی طرح واضح ہو جائے۔

جواب:

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتا''۔

تشریح:

''انقاب'' نقب، کی جمع ہے ابن وہب نے کہا ہے کہ انقاب داخل ہونے کے راستے ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے دروازے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ راستے جس پر لوگ چلتے ہیں قرآن مجید میں ہے: فنقبوا فی البلاد (ق:۳۶) ''انہوں نے

بہت سے شہروں کو کھنگال ڈالا''۔

ابو المعانی نے کہا ہے کہ نقب کا معنی ہے پہاڑ میں سوراخ کرنا، ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں بھی سوراخ کیا جائے وہ نقب ہے۔ طاعون ایک وباء کا نام ہے جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش پاتا ہے یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور چوہے کی کھال کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں جب چوہے طاعون زدہ پسو کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں تو پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں یہ بیماری زیادہ تر ان ہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے۔ طاعون دراصل جسم میں نکلنے والی گلٹیاں ہیں جو کہنیوں، بغلوں، ہاتھوں کی انگلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں۔ اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے۔

(۲) مدینہ منورہ کے علاوہ کن شہروں میں دجال نہیں جا سکے گا؟

جواب: مدینہ منورہ کے علاوہ دجال مکہ معظمہ میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

(۳) مدینہ منورہ کے فضائل اور عظمتیں تحریر کریں۔

جواب

مدینہ منورہ کے فضائل وعظمتیں:

پیارے اسلامی بھائیو، بہنو! آپ سے اگر کوئی پوچھے کہ دنیا میں بڑے بڑے شہر آباد ہیں لیکن ان میں سے خوبصورت، پررونق اور پیارا کون سا شہر ہے؟ عام لوگ تو جو چاہیں اس کا جواب دیں مگر عشاق کا جواب یہی ہوگا کہ تمام شہروں سے پیارا خوبصورت وہ شہر ہے جہاں پیارے محبوب ﷺ آرام فرما ہیں یعنی مدینہ طیبہ۔

یہ شہر صرف مسلمانوں کو ہی پیارا نہیں بلکہ دونوں جہان کے خالق و مالک جل جلالہ کو بھی پیارا ہے اس لئے کہ ربّ العالمین اس شہر کی قسم کھاتا ہے اور قسم پیاری چیز کے نام پر کھائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل ہم کو پیارا ہے تو ہم اس کے نام پر قسم کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل کو مدینہ منورہ پیارا ہے اس لئے وہ اس کی قسم کھاتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لا اقسم بهٰذ البلدo وانت حلّ بهٰذ البلد

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھتا ہوں (اے حبیب مکرم) اس لئے کہ آپ اس میں تشریف فرما ہیں''۔

بعض ائمہ محدثین نے حرف ''لا'' کو نافیہ قرار دیا ہے اور جب لا نفی صحیح کے لئے ہو تو ترجمہ یوں ہوگا: ''میں (اس وقت) اس شہر (مکہ) کی قسم نہیں کھاؤں گا (اے حبیب مکرم ﷺ) جب آپ اس شہر سے رخصت ہو جائیں گے''۔ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اے پیارے حبیب! جب آپ اس شہر سے چلے جائیں گے تو ہماری قسم کا موضوع بھی بدل جائے گا، پھر مکہ کی قسم نہیں کھاؤں گا بلکہ مکہ کی بجائے قسم کا موضوع مدینہ ہوگا۔

مدینہ منورہ اللہ عزوجل کو پیارا ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے وقت ہجرت یہ دعا فرمائی تھی اے اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے نکالا ہے جو مجھے محبوب تھا اب مجھے ایسی جگہ ٹھہرا جو تجھے زیادہ محبوب ہو۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے آپ کو مدینہ طیبہ ٹھہرایا۔

اللہ عزوجل کو مدینہ منورہ پیارا ہے کہ مدینہ منورہ کے ہر گلی اور کوچہ پر ایک فرشتہ کی ڈیوٹی لگادی ہے جو مدینہ شریف کی پاسبانی اور چوکیداری کرتا ہے۔ سبحان اللہ۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ پاک ہے اور گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جس طرح (سناروں کی بھٹی) چاندی کی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

تاجدارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر

مسلمان کا حق ہے کہ وہ اس کی زیارت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ کر آجائے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر آجاتا ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ دجال مشرق کی طرف سے نکلے گا اس کے بعد وہ مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے گا۔ جب دجال جبل احد کے پیچھے آکر اترے گا تو فرشتے اس کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے روک دیں گے اور اس کا منہ ملک شام کی جانب کردیں گے اور شام میں ہی وہ ہلاک ہوگا۔

دین اسلام کا اظہار اور اعزاز کا سبب مدینہ ہے اکثر فرائض اور ارکان اسلام کا نزول مدینہ میں ہوا حضرت جبرئیل کا زیادہ نزول مدینہ میں ہوا۔ اور نبی ﷺ قیامت تک کے لئے مدینہ کو اپنا مستقر بنالیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی تم میں سے موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

السوال الخامس عن ابی هریره قال قال رسول الله من قتل نفسه محديدة فحديدته فی یده يتوجا بها فی بطنه فی دار جهنم خالدا فخلدا فيها ابدا

(ا) ترجمہ و تشریح کریں تاکہ مطلب اچھی طرح واضح ہو جائے۔

جواب:

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی ہتھیار سے خود کشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو زخمی کرتا رہے گا''۔

تشریح:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا، دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کرتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ زہر چاٹتا رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جس طریقہ سے خودکشی کرے گا اسی کی مثل طریقہ سے اس کو دائماً عذاب ہوتا رہے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی لیکن ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی بھی مغفرت ہوجائے گی۔

ایک شخص زخمی تھا اس نے خود کو قتل کرلیا تھا تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان نکالنے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا لیکن قرآن مجید میں ہے: إِنَّ الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذالك لمن يشاء (النساء:116)

"بے شک اللہ اس کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا"۔ معلوم ہوا کہ شرک کے علاوہ اللہ ہر گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔

(ب) خودکشی کیوں حرام ہے؟ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے یا نہ؟

جواب:

خودکشی حرام ہونے کی وجہ:

خودکشی اس وجہ سے حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اذیت اور تکلیف دینے

سے منع فرمایا ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ منع فرمائے وہ عمل حرام ہوتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے شراب، سود وغیرہ کو حرام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور ایک حدیث میں بندے نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کا انتقال ہوگیا ایک ساتھی نے خواب میں پوچھا کہ تو نے اپنے ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہوئے ہو تو اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تو نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے۔

تو اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں وہ ان کو کاٹ نہیں رخ سکتا کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو عذاب ہوا اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنی پوری ذات کو کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ کا حکم:

جس نے خودکشی کی ہو اس کی نماز جنازہ مسلمانوں پر پڑھنا واجب اور اس کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کردیا گیا تو جن لوگوں کو اس کی لاش برآمد ہونے کا علم ہوا سب گناہ گار ہوئے، توبہ کریں۔ (فتاویٰ عالمگیری، مصری، جلد اول صفحہ 152)

من قتل نفسه عمدا يصلى عليه عند ابى حنيفة و محمد رضى الله عنهما وهو الاصح كذا فى التبيين

نوٹ: خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

(ج) کیا خودکشی کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو حدیث میں ان الفاظ "خالداً مخلداً ابداً" کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ:

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا پھر خودکشی کرنے والا جہنم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں: (۱) جس شخص نے خودکشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خودکشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کے لئے دائمی عذاب ہے۔ (۲) اس حدیث میں خلود سے مراد مدّت طویل ہے یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔

جس شخص نے خودکشی کی یا کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کئے بغیر مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (النساء:116)

''بے شک اللہ اس کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم گناہ کو جس کے لئے چاہے گا معاف فرما دے گا''۔

نوٹ: اس سے یعنی آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل شرک کے علاوہ ہر (صغیر ہو کا کبیرہ) گناہ اگر چاہے گا تو معاف کردے گا۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الثالثة: جامع الترمذی مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی أن تجیبی عن الاثنین

السؤال الاول عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ وَّ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِیْ مِعًى وَاحِدٍ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے''۔

(ب): اس حدیث پاک میں کافر اور مومن کے کھانے میں جو فرق بیان کیا گیا ہے اس کی وضاحت کریں اور فرق کی وجہ بتائیں۔

جواب:

مومن کا ایک آنت میں اور کافر کا سات آنتوں میں کھانا:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اس معین کافر کے بارے میں تھا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ بطور تمثیل بیان فرمایا ہے ایک قول یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ مومن درمیانہ روی سے کھاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مومن کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے اس لئے اس کے کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا اور کافر بسم اللہ نہیں پڑھتا اس لئے

اس کے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بعض مومنوں اور بعض کافروں کے بارے میں ہو، ایک قول یہ ہے کہ سات آنتوں سے مراد کافر کی سات صفات ہیں: حرص، لالچ، لمبی امید، طمع، بد خلقی، حسد اور موٹاپا۔ ایک قول یہ ہے کہ مومن سے مراد مومن کامل ہے جو شہوات سے مجتنب ہو اور سد رمق کے لئے کھاتا اور مختار قول یہ ہے کہ بعض مسلمان ایک آنت میں کھاتے ہیں اور اکثر کفار سات آنتوں میں کھاتے ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ دنیا سے کم حصہ لیا جائے اور قلیل مقدار پر قناعت کی جائے اور انسان کے محاسن اخلاق سے یہ چیز ہے کہ وہ کم کھاتا ہو۔ حضرت ابن عمر نے بسیار خور کو اپنے ہاں آنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ اس کی یہ خصلت کفار کے مشابہ تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص سات بکریوں کا دودھ پی گیا اور اسلام لانے کے بعد صرف ایک بکری کا دودھ پی سکا۔

(ج) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر مضمون لکھیں۔

جواب:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

علم حدیث کی اس کتاب کے مصنف، امام ابو عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک ترمذی ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث کے اُن ماہرین میں سے ایک ہیں، علم حدیث میں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ اُن کی تصنیف "جامع ترمذی" کو علم حدیث کا تیسرا بڑا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ بعض محققین نے سنن ابوداؤد کو جامع ترمذی پر ترجیح دی ہے تاہم عام طور پر اہل علم کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جامع ترمذی ہی علم حدیث کی سب سے مستند کتاب ہے۔

پیدائش:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ 209ھ میں وسط ایشیاء کے شہر "بلخ" کے نواحی قصبہ "ترمذ" میں پیدا ہوئے، امام ترمذی رحمہ اللہ کا "اسم منسوب" ان کے اسی وطن مالوف کی نسبت سے ہے۔

اساتذہ ومشائخ:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے علم حدیث کی طلب میں عراق، خراسان، حجاز کے مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا اور اپنے زمانے کے تمام اکابر محدثین سے اخذ و استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (صحیح بخاری کے مؤلف) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی "جامع" میں امام بخاری رحمہ اللہ کے حوالہ سے پچاس روایات نقل کی ہیں۔

(۲) امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری (صحیح مسلم کے مؤلف) امام ترمذی علیہ الرحمہ نے اپنی "جامع" میں امام مسلم رحمہ اللہ کے حوالہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے۔

(۳) امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (سنن الدارمی کے مؤلف) امام ترمذی نے اپنی جامع میں امام دارمی کے حوالہ سے 59 روایات نقل کی ہیں۔

ان کے علاوہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے دیگر بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا ہے۔

تلامذہ ومسترشدین:

امام ترمذی رحمہ اللہ سے ایک خلق کثیر نے استفادہ کیا۔ امیر المومنین فی الحدیث، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے بھی امام ترمذی رحمہ اللہ سے بعض احادیث کا سماع کیا ہے، جس کی تصریح خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں کی ہے۔ اس کے علاوہ ابو حامد احمد بن عبداللہ مروزی، احمد بن یوسف نسفی، ابو حارث اسد بن حمدویہ، داؤد بن نصر بزدوی، محمد بن مکی، محمد بن منذر رہروی اور دیگر بہت سے افراد امام ترمذی رحمہ اللہ کے تلامذہ کی صف میں شامل ہیں۔

ثنائے علماء:

اکابر محدثین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کو بھر پور خراجِ تحسین پیش کیا ہے، امام حاکم، عمر بن ملک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، جب امام بخاری کا انتقال ہوا تو انہوں نے خراسان میں علم، پیرہیزگاری، زہد میں امام ترمذی رحمہ اللہ کے پایہ کا کوئی شخص نہیں چھوڑا ابن شیخ ادریس فرماتے ہیں: امام ترمذی رحمہ اللہ ان ائمہ میں سے ایک ہیں، علم حدیث میں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

تصانیف:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے: (۱) جامع ترمذی، علم حدیث کا مشہور ماخذ ہے، (۲) کتاب العلل: اس میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے احادیث کے سند یا متن میں موجود خفیہ علتوں کی نشاندہی کی ہے، اس نام سے مصنف نے دو کتابیں مرتب کی ہیں: العلل الکبیر اور العلل الصغیر۔ (۳) الشمائل المحمدیہ: یہ کتاب "شمائل ترمذی" کے نام سے مشہور ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ کے شمائل سے متعلق روایات اکٹھی کی گئی ہیں۔

وفات:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 70 سال کی عمر میں، 13 رجب المرجب 279ھ میں ترمذ میں ہوا اور وہیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

السؤال الثانی كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند کرتے تھے"۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

لفظ "حلواء" کی تحقیق وتشریح:

الحلواء بالمد والقصر دونوں لغت ہیں۔ امام اصمعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو قصر اور یاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور امام فراء رحمہ اللہ کے نزدیک بالالف الممدودہ ہے۔ امام لیث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ حلواء بالمد پڑھا جائے اور اس کا اطلاق ہر کھانے والی میٹھی چیز پر ہوتا ہے اور امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ حلوے کا اطلاق ایسی میٹھی چیز پر ہوتا ہے جس کے بنانے میں انسان کو عمل دخل ہو۔ ابن سیدہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حلوہ اس کھانے کو کہتے ہیں جس میں میٹھی چیز ڈال کر بنایا گیا ہو اور کبھی اس کا اطلاق پھلوں پر بھی ہوتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہاں پر حلوے سے مراد ہر میٹھی چیز ہے اور شہد تذکرہ شرافۃً وکرامۃً ہے گویا یہ ذکر الخاص بعد العام کے قبیلہ سے ہے۔ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شہد اور حلوہ طعام طیبات میں سے ہیں کہ جن کے کھانے کا حکم قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا ہے: قال اللہ تعالیٰ: كلوا من الطيبات نیز سے اس شخص کے قول کی بھی تائید ہوتی ہے جس نے طیبات کی تفسیر مستلذات سے کی ہے کیونکہ حلوہ اور شہد دونوں لذیذ چیزیں ہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا حلوہ کو پسند فرمانا کثرت خواہش کی بناء پر نہیں تھا کہ خدانخواستہ آپ ﷺ کو حلوہ کھانے کی خواہش ہوتی اور آپ ﷺ اس کو پکوا کر کھاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے سامنے حلوہ پیش کیا جاتا تو آپ ﷺ پسند فرماتے اور اچھی طرح تناول فرماتے تھے۔

(ج) کھانے میں حضور ﷺ کی چار پسندیدہ چیزوں کے نام لکھیں۔

جواب:

حضور ﷺ کی کھانے میں پسندیدہ چیزیں:

(۱) ثرید، (۲) دستی کا گوشت، (۳) خربوزہ کو تر کھجور کے ساتھ کھانا (خربوزہ کی جگہ بعض لوگوں نے تربوز کہا ہے)، (۴) ککڑی کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، (۵) سرکہ، (۶) کدو شریف۔

السؤال الثالث اَنَّ حُذَیْفَةَ اسْتَسْقٰی فَاَتَاهُ اِنْسَانٌ بِاِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهٖ وَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ قَدْ نَهَیْتُهٗ فَاَبٰی اَنْ یَّنْتَهِیَ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا ایک آدمی چاندی کے برتن میں ان کے لئے پانی لے کر آیا، انہوں نے اسے پھینک دیا اور بتایا کہ میں نے اسے منع کیا تھا لیکن یہ نہیں مانا"۔

(ب) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ برتن اس شخص کی طرف کیوں پھینکا؟ حالاں کہ اسے سمجھا دینا چاہیے تھا، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے برتن پھینکنے اور نہ سمجھانے کی وجہ حدیث کے اندر ہی موجود ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: انی کنت قد نہیتہ فابی کہ میں نے اس کو منع کیا لیکن اس شخص نے انکار کر دیا۔ اس وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتن میں پانی لانے والے کی طرف غصے سے برتن کو پھینک دیا تا کہ شریعت پر عمل کیا جائے کیوں کہ شریعت نے سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع کیا ہے لہٰذا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سمجھانے اور منع کرنے کے باوجود جب وہ شخص نہ مانا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سخت ناراضگی اور غصہ کے اظہار کے لئے برتن پھینک دیا۔

(ج) سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب

سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے کے بارے میں شرعی حکم:

عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ قال الذی یاکل و یشرب فی آنية الفضة انما یجرجر فی بطنه نار جهنم

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سونے، چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھولاتا ہے۔

"آنیہ" جمع ہے اناء کی، بمعنی برتن۔ آنیہ کے معنی ہوئے برتنوں، بروزن افعلۃ، جمع قلت ہے، یجرجر بنا ہے جرجرۃ سے۔ بمعنی شیر کی آواز، اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرجرہ کہتے ہیں۔ بعض چاندی کے برتنوں میں پینا، کھانا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے۔ اس لئے اس طرح فرمایا گیا خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے، یہاں کھولنے ابلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازاً ہے جیسی جری النہر۔ تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا، پینا اس کے چمچے استعمال کرنا اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا، اس کی عطردانی سے عطر لگانا، اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا، اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا، اس کے قلم سے لکھنا، مرد وعورت، چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا، پینا مکروہ ہے داؤد ظاہری کا قول ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے۔ ان میں کھانا اور اس طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے مگر داؤد کا یہ قول باطل ہے مردود ہے۔

نوٹ: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام مردوں اور عورتوں پر سونے اور چاندی

کے برتنوں کو استعمال کرنا حرام ہے البتہ داؤد ظاہری اور امام شافعی کا قول قدیم اس کے خلاف ہے اور یہ دونوں قول مردود ہیں کیوں کہ یہ دونوں قول نصوص صریحہ اور اجماع کے خلاف ہیں، نیز امام شافعی نے اپنے قول قدیم سے رجوع کر لیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا، پینا، ان میں دھونی دینا، ان میں بول و براز کرنا غرض ان میں ہر قسم کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے۔ سونے چاندی کی ہر چیز مردوں اور عورتوں پر حرام ہے البتہ عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے زیورات کو استعمال کرنا جائز ہے اگر کسی شخص نے سونے یا چاندی کے برتن سے وضو کیا تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن اس کا وضو صحیح ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے سونے یا چاندی کے برتن میں کھایا تو وہ گناہ گار ہوگا لیکن وہ کھانا حرام نہیں۔

السؤال الرابع

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر درست حرکات و سکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر آبِ زم زم پیا تھا۔

(ب) سرکارِ دو عالم ﷺ نے آبِ زم زم کھڑے ہو کر پیا حالاں کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ دونوں حدیثوں میں موافقت کیسے ہوگی اور ہمارے لئے زمزم پینے کے سلسلے میں کیا حکم ہے؟

جواب:

دونوں حدیثوں میں موافقت:

(۱) اصل یہ ہے کہ کوئی بھی چیز ہو (پینے والی) اس کو بیٹھ کر پینا چاہیے چاہے پانی ہو، دودھ ہو، شربت یا کوئی اور چیز مثلاً لسی، جوس وغیرہ سوائے تین پانیوں کے، کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں: (۱) آبِ زم زم، (۲) وضو کا بچا ہوا پانی، (۳) بزرگوں کا پس خوردہ یعنی جھوٹا پانی۔

ان تین پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے کہ ان کے بارے میں احادیث بھی آتی ہیں جیسا کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی پی ہوئی لسی کا بچا ہوا حصہ کھڑے ہو کر پیا اور جس طرح آبِ زم زم کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا۔

نوٹ: اور جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں آیا وہ عمل حضور ﷺ نے بطور جواز کیا تا کہ اپنی امت کو دشواری سے بچایا جائے اور میری امت جو بھی عمل کرے وہ میری سنت کے مطابق ہو۔

(۲) دوسری تطبیق یہ بھی ہے کہ پانی پینے کے سلسلے میں دو روایات ہیں، پہلی روایت سے پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسری روایت سے اس کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ دونوں روایات میں تطبیق (موافقت) کی صورت یہ ہے کہ پہلی روایت میں آبِ زم زم کا حکم بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری روایت میں عام پانی کا حکم بیان ہوا ہے لہٰذا دونوں روایات میں تناقض تضاد باقی نہ رہا یعنی زمزم کھڑے ہو کر پیا جائے لیکن دوسرا یعنی عام پانی بیٹھ کر پیا جائے گا۔

(۳) امام ترمذی نے حدیث پاک سے پانی کھڑے ہو کر پینے کی اباحت و جواز کو ثابت فرمایا ہے لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے زمزم اس لئے کھڑے ہو کر نوش فرمایا تھا کہ وہاں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آپ ﷺ بیٹھ جاتے نیز بعض نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے حج کے موقع پر اس لئے کھڑے ہو کر پانی پیا تا کہ سب لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بھی سننِ حج میں سے ہے بعض محدثین نے فرمایا کہ دراصل آب زمزم سراسر شفاء ہے طبی لحاظ سے کھڑے

ہو کر پینا مضر نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے پانی کھڑے ہو کر پینے میں نقصان ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس لئے نوش فرمایا تا کہ یہ بابرکت پانی اچھی طرح اندرون بدن میں پہنچ جائے اور اس کے اثر سے پورا بدن متبرک ہو جائے چنانچہ علماء نے فرمایا کہ وضو کا بچا ہوا پانی اور آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے کہ یہ دونوں پانی متبرک ہیں۔

ہمارے لئے آبِ زمزم پینے کا حکم:

ہمارے لئے آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا سنت ہے یہ بھی سنت ہے کہ آبِ زمزم کھڑے ہو کر پیے تعظیم کے لئے۔ اس پانی (آبِ زمزم) کی دو وجہ سے تعظیم ہے ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی زمین پر رگڑنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے زمزم پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔

زم زم پینے والے کو چاہیے کہ وہ قبلہ رو کھڑا ہو اور بسم اللہ پڑھ کر حصولِ مقصد کی نیت سے تین سانس میں خوب شکم سیر ہو کر پیئے اور فارغ ہو کر الحمد للہ اور صدق دل اور یقین کامل کے ساتھ یہ دعا پڑھے:

اللھم انی اسئلک علما نافعا و قلبا خاشعا و دعاء مستجابا اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ عاجلہ و آجلہ ما علمت منه و مالم اعلم واعوذبک من الشرّ کله عاجله و آجله ما علمت منه وما لم اعلم

(ج) آبِ زم زم کہاں ہے؟ اس کی ابتداء کیسے اور کب ہوئی؟

جواب:

آبِ زم زم کہاں ہے؟ آبِ زم زم کا کنواں مکہ مکرمہ میں ہے۔

ابتداء کیسے اور کب ہوئی:

آبِ زم زم کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچپن میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چٹیل میدان میں چند کھجوروں اور تھوڑے سے پانی کے ساتھ چھوڑ کر واپس آ گئے جب پانی اور کھجوریں ختم ہو گئیں اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا دودھ بھی خشک ہو گیا تو آپ پانی کی تلاش میں نکلیں کبھی صفا پر کبھی مروہ پر۔ لیکن بچے کو کوئی درندہ نقصان نہ پہنچا دے بار بار اسماعیل علیہ السلام کو دیکھتیں، اسی طرح آپ نے سات چکر مکمل کر لئے۔ پھر کیا ہوا وہی ہوا جو منظور خدا تھا کہ رب تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ننھی ننھی ایڑیاں جو پیاس کی وجہ سے زمین کو بار بار چھو رہی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایڑیاں لگ رہی تھیں وہاں سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا تو اس طرح اس پانی (زمزم) کی ابتداء ہوئی۔

نوٹ، ایک اور علمی بات:

بئر زمزم مشہور کنواں ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی یادگار ہے یہ کنواں جرہم کے زمانے میں متعدد باران کی ناقدری کی بناء پر خشک بھی ہوا اور جب انہوں نے توبہ واستغفار کیا تو جاری بھی ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کے زمانہ میں یہ کنواں گم بھی ہو گیا تھا پھر کسی خواب کی بناء پر اس کا پتہ لگا اور اس کو کھدوا کر صاف کیا گیا تو اب یہ جاری و ساری ہے علامہ حربی نے فرمایا ہے کہ زمزم کے معنی متحرک ہونے کے ہیں بعض فرماتے ہیں کہ اس کے معنی رکنے اور روکنے کے ہیں بعض نے اس کے معنی جماعت اور جتھے کے بیان کئے ہیں۔ ابن ہشام نے فرمایا کہ مجتمع ہونے کی وجہ سے اس کو زمزم کہا جاتا ہے۔

السؤال الخامس عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا حَائِضٌ

(الف) ترجمہ کریں اور کلماتِ حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

جواب:

ترجمہ: ”روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر پر کنگھی کرتی تھی حالاں کہ میں حائضہ ہوتی تھی“۔

(ب) اس حدیث شریف سے دو مسئلے (پہلا ”ارجل“ سے اور دوسرا ”انا حائض“ سے) ثابت ہوتے ہیں، دونوں کی وضاحت کریں۔

جواب:

تشریح:

اس حدیث میں حضور ﷺ کے اعتکاف میں بیٹھنے اور اپنا سر مبارک مسجد سے نکالنے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے سر کو دھونے، کنگھی کرنے وغیرہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حالت حیض میں ہوتی تھیں اس کے باوجود حضور ﷺ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کنگھی نیز سر پر تیل لگانے اور سر دھونے کے لئے فرمادیتے تھے اور اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کر دیتی تھیں تو اس سے بہت سے مسئلے معلوم ہوئے:

مسئلہ نمبر۱۔ حالت اعتکاف میں اپنے بعض اعضا مسجد سے باہر نکال دینا، کنگھی کرانا، سر میں تیل لگوانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۔ حالتِ حیض میں عورت کا جسم پاک ہوتا ہے وہ ناپاکی حکمی ہے، لہٰذا عورت کے جسم کو چھونا یا عورت کا اپنے شوہر کو چھونا جائز ہے۔

(ج) حضور ﷺ کے بال مبارک کتنے بڑے تھے؟

جواب

حضور ﷺ کے سر کے موئے مبارک:

حضور ﷺ کے سر کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک اور دوسری روایت میں کانوں تک اور تیسری روایت میں کانوں کی لَو تک تھی ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں۔ (شمائل ترمذی)

ان سب روایتوں میں باہمی مطابقت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہوجاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر ترشوانے سے پہلے اور بعد میں ان میں اختصار وطول ہوتا رہتا۔

مواہب اللدنیہ میں اور اس کے موافق مجمع البحار میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کو ترشوانے میں طویل وقفہ ہوجاتا تو بال لمبے ہوجاتے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہوجاتے تھے اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بالوں کو ترشواتے تھے منڈواتے نہ تھے لیکن حلق منڈوانے کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حج اور عمرہ کے دو موقعوں کے سوا بال نہیں منڈواتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

سر منڈانے میں آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ یا تو سارا سر منڈواتے یا سارے بال رہنے دیتے اور ایسا نہ کرتے کہ کچھ حصہ منڈواتے اور کچھ رہنے دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ مونچھیں ترشواتے تھے۔

نوٹ: سر کے جو بال کان کی گدیا تک پہنچیں وفرہ کہلاتے ہیں اور جو کان وکندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لمہ ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی جمہ، کبھی لمہ۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان
شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)
الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الرابعة: السنن لابی داؤد مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی أن تجیبی عن الاثنین فقط

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے، باقیوں میں سے کوئی سے دوسوال حل کریں۔

السؤال الاول عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَرِضَ مَرَضًا اَشْفٰی فِیْهِ فَعَادَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ مَالًا کَثِیْرًا وَلَیْسَ یَرِثُنِیْ اِلَّا اِبْنَتِیْ اَفَاَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَیْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَثِیْرٌ اِنَّکَ اِنْ تَتْرُکَ وَرَثَتَکَ اَغْنِیَآءَ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعُهُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی اللُّقْمَةِ تَدْفَعُهَا اِلٰی فِیْ امْرَاَتِکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِیْ قَالَ اِنَّکَ اِنْ تَخْلُفَ بَعْدِیْ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تُرِیْدُ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ لَا تَزْدَادُ بِهٖ اِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّکَ اِنْ تُخَلَّفَ حَتّٰی یَنْتَفِعَ بِکَ اَقْوَامٌ وَیَغْتَرِبُکَ اٰخَرُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِیْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدُّهُمْ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ

(الف) مذکورہ عبارت پر درست حرکات وسکنات لگائیں۔

(ب) حدیث مبارک کا اردو میں ترجمہ تحریر کریں۔

جواب:

ترجمہ: عامر بن سعید سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا: میں سخت بیمار پڑا تھا جس سے شفاء ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت فرمائی۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! بے شک میرے پاس کافی مال ہے اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی نصف فرمایا نہیں۔ عرض گزار ہوا کہ تہائی؟ فرمایا: کہ تہائی سہی لیکن تہائی بھی زیادہ ہے اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ دو تو یہ اس بہتر ہے کہ انہیں تنگ چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم ان پر خرچ نہیں کرتے مگر اس کا تمہیں ثواب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت کے باوجود پیچھے چھوڑ دیا جاؤں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میرے بعد پیچھے رہے تو رضائے الٰہی کے کام کرو گے جن سے تمہاری رفعت اور درجات میں اضافہ وہ گا شاید تم پیچھے رہ جاؤ اور کتنے ہی لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں اور کتنے ہی لوگوں کو نقصان پہنچے۔ پھر دعا فرمائی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا فرما اور انہیں واپس نہ لوٹا ان کی ایڑیوں پر۔

(ج) ما هی الوصية عرفيها واكتبی حكمها الشرعی ووضحيی هل يجوز الوصية للوارث امره؟

وصیت کی تعریف اور حکم شرعی بیان کریں۔ نیز اس بات کی بھی وضاحت کریں کہ کیا ورثاء کے لئے وصیت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب

علامہ نووی نے لکھا ہے وصیت کو وصیت اس لئے کہتے ہیں کہ وصیت کا معنی اتصال

ہے، اور وصیت کو وصیت اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ میت کے معاملات کے ساتھ متصل ہوتی ہے کہ وہ وصیت کی وجہ سے اپنی زندگی کے معاملات کو زندگی کے بعد کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ جب کسی شے کو متصل کر دیں تو کہتے ہیں میں نے اس چیز کی وصیت کی اور اس کی مناسبت یہ ہے کہ وصیت کے سبب سے میت اپنی زندگی کے معاملات کو مابعد الموت کے ساتھ متصل کر دیتا ہے علامہ عینی کہتے ہیں کہ وصیت کا شرعی حکم ہے تملیک مضاف الی مابعد الموت "موت کے بعد کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا"۔

وصیت کی اقسام:

علامہ شامی نے وصیت کی چار اقسام بتائی ہیں۔

ا۔واجب:

انسان اللہ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے مثلاً جتنے سالوں کی زکوۃ ادا نہیں کی، یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضاء نہیں کی ان کے فدئے کے بارے میں وصیت کرے یا مالی کفارے ادا نہیں کیے، ان کے لئے وصیت کرے، اسی طرح انسان جن بندوں کے حقوق ادا نہیں کر سکا ان کے متعلق وصیت کرے مثلاً کسی کا قرض دینا ہے جس کا کسی کو پتہ نہیں، کسی کی امانت لوٹانی ہے، کسی کی کوئی چیز غصب کر لی تھی اس کو واپس کرنا ہے، اس قسم کی وصیت کرنا واجب ہے۔

۲۔مستحب: دینی مدارس، مساجد، علماء، دینی طلبہ، غریب قرابت داروں اور دیگر امورِ خیر کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے۔

۳۔مباح: امیر رشتہ داروں اور دنیا والوں کے لئے وصیت کرنا مباح ہے۔

۴۔مکروہ: فساق اور فجار کے لئے وصیت کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ: اپنے وارثوں کے علاوہ بندہ اپنے مال سے شرعی نقطہ نظر سے اپنے مال میں سے تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے۔

اپنے ورثاء کے لئے وصیت کرنے کا حکم:

شرجیل بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت ابو امامہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیا ہے لہٰذا وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت میراث نے ورثاء کے لئے وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

(د) ماهي الكلالة، المطلوب منك التعريف والتمثيل

کلالہ کسے کہتے ہیں تعریف وتمثیل کے ذریعہ متعین فرمائیں۔

جواب

وضاحت نمبر 1:

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کلالہ کی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں (ا) اس میت کے وارثوں کو کلالہ کہتے ہیں جس کی اولاد ہو نہ والد۔ (۲) کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کا والد ہو نہ اولاد یہ تفسیر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہیں۔ (۳) جس ورثہ میں اولاد اور والد نہ ہو انہیں کلالہ کہتے ہیں۔ (۴) مالِ موروث کو کلالہ کہتے ہیں۔

وضاحت نمبر 2:

کلالہ ایسے مرد اور ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کے نہ باپ دادا اوپر تک ہوں اور نہ ہی

اس طرح کی کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اور اولاد نیچے تک ہو۔ اگر کوئی کلالہ ہو یعنی نہ اس کے باپ دادا میں سے کوئی ہو اور نہ کوئی اولاد یا مذکر اولاد کی اولاد میں ہو۔ اور اس کے اخیافی بھائی بہن ہوں تو اس کو تر کہ ملے گا ایک ہو تو سدس ملے گا: قرآن پاک میں ہے:

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ لَّهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

اس آیت میں اخ اور اخت سے بالاجماع اخیافی بھائی بہن مراد ہے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے (وَلَهٗ اَخٌ اُخْتٌ مِنَ الْاُمِّ) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت کے ورثاء میں اس کے باپ یا اولاد نہ ہو بلکہ صرف ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اس کو سدس ملے گا۔

السؤال الثانی اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمَكَّةَ غَيْرَ مِلَّةَ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُهٗ

(الف): شکلی کلمات الحدیث و ترجمیھا الی الاردیة

کلماتِ حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگا دی گئی ہیں۔

ترجمہ: "ابوقلابہ نے حضرت ثابت بن ضحاک سے روایت کی ہے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ سے بیعت رضوان کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین وملت کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس طرح ہے جیسا اس نے کہا اور جس نے کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو قیامت کے روز اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا اور آدمی اس پر نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں جو اس کے اختیار میں نہ ہو"۔

(ب) اکتبی اقسام الیمین ووضحی حکم الشرعی لکل قسم

اقسام یمین بیان کرتے ہوئے ہر قسم کے شرعی حکم کو واضح کریں۔

جواب: یمین کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمین لغو، (۲) یمین منعقدہ، (۳) یمین غموس۔

۱۔ یمین لغو کی تعریف اور اس کا حکم:

ازہری نے کہا ہے کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں، ایک معنی ہے بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام، جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے (لا یسمعون فیھا لغوا الا سلاما) وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلاقصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے نہیں: خدا کی قسم: ہاں: خدا کی قسم: اور جو چیز زبان پر قصداً آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا: جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور درحقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گمان کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت ابومالک، حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے حسن بصری نخعی امام مالک امام ابوحنیفہ امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے:

امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے، امام احمدؒ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہوا اور در حقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ در حقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔

یمین منعقدہ کی تعریف اور اس کا حکم:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر۔ لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو یا بھول کر یا خطا سے یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمداً اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان، خطا یا جبر سے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطا، نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے"۔

یمین غموس کی تعریف اور اس کا حکم:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے قضاء احناف فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم اٹھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تاکہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرلے تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کردے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، یمین غموس، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، یا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔ امام شافعی کے نزدیک یمین غموس می جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔

(ج) ما حكم الانتحاء في الشرع؟ هل القاتل لنفسه يخلد في النار كالكافر ام لا؟ فصلي نظرينك!

خودکشی کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز کیا خودکشی کرنے والا شخص بھی کافی کی طرح مخلد فی النار ہے یا نہیں؟ اپنا نظریہ تحریر کریں۔

جواب: اس کے جواب کی تفصیل کے لئے صحیح مسلم پرچہ 2014ء سوال نمبر 5 میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثالث عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَھْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا وَیَمْلِکُ سَبْعَ سِنِیْنَ

(الف): شکلی کلمات الحدیث و ترجمیھا الی الاردیۃ

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہوں گے جو کشادہ پیشانی اور اونچی ناک والے ہوں گے، زمین کو عدل و انصاف سے یوں بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وستم سے بھر گئی ہوگی۔ وہ سا سال حکومت کریں گے۔

(ب) مجیئۃ الامام المھدی فی ای کیفیۃ، و کیف یکون العدل عاما فی ذالک الوقت؟ اکتبی مقالا مفصلا علی الموضوع

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی شریف آوری کن حالات میں ہوگی، اور آپ کے تشریف لانے کے بعد دنیا میں کس طرح عدل وانصاف ہوگا؟ اس کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون زیب قرطاس فرمائیں۔

جواب:

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ائمہ اثناء عشریہ (بارہ اماموں) میں آخری امام اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ آپ کا اسم گرامی محمد، والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ وہ نسباً سید حسنی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کا ظہور ہوگا۔ آپ کی خلافت قریباً 8 سال کی ہوگی۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہوگا اور حضرت عیسیٰ

علیہ السلام آپ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔

آپ کے ظہور کا اجمالی بیان یہ ہے کہ جب قیامت کی علامات صغریٰ واقع ہو چکیں گی، نصاریٰ کا غلبہ ہوگا اور دنیا میں سب جگہ حرمین شریفین (مکہ معظمہ ومدینہ منورہ) کے علاوہ کفر کا تسلط ہوگا اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء کرام سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے کہ صرف وہیں اسلام رہے گا اور ساری دنیا کفرستان ہو جائے گی۔ رمضان شریف کا مہینہ ہوگا۔ ابدال طواف کعبہ میں مصروف ہوں گے۔ حضرت امام مہدی بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اولیاء اللہ انہیں پہچان کر درخواست بیعت کریں گے وہ انکار فرمائیں گے۔ دفعتاً غیب سے ایک آواز آئے گی۔

ھٰذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا لہ و اطیعوہ

"یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے، اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو"۔

اب تمام لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ اور آپ وہاں سے سب کو ہمراہ لے کر ملک شام کو تشریف لے جائیں گے۔ افواج اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی لشکر جرار لے کر شام میں جمع ہو جائیں گے۔ دونوں میں جنگ عظیم ہوگی اور چوتھے روز مسلمانوں کو نصاریٰ پر فتح حاصل ہوگی۔ قسطنطنیہ بھی فتح ہوگا کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آ گیا۔ مسلمان پلٹیں گے پھر جب لشکر اسلام قسطنطنیہ سے روانہ ہوگا۔ اور شام میں آئے گا تو اس جنگ عظیم سے ساتویں سال دجال ظاہر ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھتے ہوئے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو نامزد فرمایا ہے اور عنقریب اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے اسم گرامی پر ہوگا وہ تحقیق میں نہیں بلکہ اخلاق حضور سے مشابہت رکھے گا پھر زمین کو انصاف سے بھر دینے کا ذکر

فرمایا۔ ہارون، عمر بن ابوقیس، مطرف بن طریف، حسن، ہلال بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وراء النہر سے ایک آدمی نکلے گا جس کو حارث بن حراث کہا جائے گا اُس کے آگے منصور نامی ایک شخص ہوگا، جو آلِ محمد کو تسلط یا پناہ دے گا جیسے رسول کو قریش نے جگہ دی تھی اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہوگا، فرمایا: کہ اس کا حکم ماننا واجب ہوگا۔

السؤال الرابع عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوْسٌ وَمَجُوْسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا قَدَرَ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوْا جَنَازَتَهُ وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَهُمْ شِيْعَةُ الدَّجَّالِ وَحَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ

(الف): شکلی کلمات الحدیث و ترجمیها الی الاردیة

کلمات حدیث پر حرکات و سکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر امت میں مجوسی ہوتے تھے اور اس امّت کے مجوسی وہ لوگ ہوں گے جو کہیں گے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک نہ ہونا اور جو ان میں سے بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرنا وہ دجّال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ انہیں دجّال کے ساتھ ملا دے۔

(ب) اکتبی معنی القدر لغة واصطلاحا، وحکم الشرعی للمنکر

قدر کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ لکھیں نیز تقدیر کے انکار کی شرعی حیثیت واضح فرمائیں۔

جواب: قدر کا لغوی معنیٰ:

قدر کا معنیٰ ہے اندازہ، نیز قدر کا معنیٰ ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا مثلاً مقدار اور قدر، اللہ تعالیٰ کی قدر یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں غلطی اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں تقدیر کے کئی معنیٰ ہیں: (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا۔ (۲) ایک چیز کو نشانوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا۔ (۳) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، قیاس اور اندازہ کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر یعنی اندازہ کرو۔

اصطلاحی معنیٰ:

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبیح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدتِ حیات)، اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔ نیز فاضل سیالکوٹی تقدیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع پر تفصیلاً ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا قدر ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر ثابت ہے اور تقدیر کا معنہ یہ ہے کہ ازل میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے جان لیا کہ یہ اشیاء اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا۔

تقدیر کے انکار کی شرعی حیثیت:

تقدیر پر ایمان رکھنا اسلامی عقائد میں سے ایک ہے۔ اس کا منکر اسلامی عقیدہ کا منکر

قرار پائے گا اور ایک عقیدہ کا انکار تمام عقائد کے انکار کے مترادف ہے لہٰذا تقدیر کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا۔

(ج) لم شبه النبی ﷺ القدرية بالمجوس؟ واكتبی بعض العقائد لفرقة القدرية

سرکار دو عالم ﷺ نے فرقہ قدریہ کے افراد کو مجوسیوں سے تشبیہ کیوں دی؟ نیز قدریہ کے چند عقائد تحریر فرمائیں۔

جواب: فرقہ قدر کے افراد کو مجوسیوں سے تشبیہ کی وجہ:

امام الحرمین نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قدریہ اس امت کے مجوس ہیں" آپ نے یہ تشبیہ اس لئے دی ہے کہ مجوس دو خدا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں یہ امام الحرمین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے امام الحرمین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

فرقہ قدریہ کے عقائد: فرقہ قدریہ کے چند عقائد درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ انسان کے حق میں جو کام مفید ہو وہ کرے۔

۲۔ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔

۳۔ تقدیر کوئی چیز نہیں۔

۴۔ رؤیت باری تعالیٰ کے اعتبار سے منکر ہیں۔

۵۔ انبیاء، صالحین اور شہداء کسی کی سفارش و شفاعت نہیں کر سکتے۔

۶۔ جو شخص گناہ کبیرہ کرے اور بلا توبہ مر جائے وہ مسلمان نہیں ہے۔

۷۔ گناہ کبیرہ کیلئے شفاعت جائز نہیں۔

۸۔ قدریہ نے کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الخامسة سنن نسائی و ابن ماجه مجموع الارقام، 100

الملاحظه: اجيبی عن السوالین من كل قسم، جميع المطلوب الاربعة

نوٹ: دونوں حصوں میں سے کوئی دو کا جواب دیں۔

قسم الاول، سنن نسائی

السؤال الاول (الف) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَقَالَ النَّبِیُّ اَلَا نَظَرْتَ اِلَيْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا •

(الف) : شكلی و ترجمی الٰی الاردية

کلمات حدیث پر درست حرکات و سکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات و سکنات اوپر سوال میں لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک انصاری آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے اس عورت کو دیکھ لیا ہے کیونکہ انصاری لوگوں کی آنکھوں میں کچھ نقص ہوتا ہے۔

(ب) فی اعین الانصار شيئا سے کیا مراد ہے؟

فی اعین الانصار شیئا سے مراد:

جواب نمبر 1: فی اعین الانصار سے مراد بعض نے نے کہا کہ صفرۃ ہے اور بعض نے کہا زرقۃ ہے۔

جواب نمبر 2:

فی اعین الانصار شیئا سے مراد نقص ہے لہٰذا نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے اس کو دیکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ قرآن وحدیث کا فیصلہ ہے۔ مثلاً فرمانِ خداوندی ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَ رُبٰعَ

"عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے"۔

آیت مذکورہ میں ما طاب لکم کے بارے میں علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

المراد مما طاب لکم ما مالت له نفوسکم واستطابته

یعنی ما طاب لکم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کی طرف تمہارے دل مائل ہوں اور انہیں پسند کرتے ہوں۔۔ گویا مذکورہ آیت مبارکہ میں ان عورتوں سے نکاح کا حکم دیا گیا ہے جن کی طرف دل مائل ہوں اور انہیں پسند کریں اور دل کے مائل ہونے اور کسی کو پسند کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ بھی ہے کیونکہ نظر کا تعلق دل کے ساتھ ہے جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو دل میں اس کے لئے محبت یا نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں لہٰذا ہر ذی شعور آدمی پر روشن ہے کہ جب تک کسی عورت کو دیکھا نہ ہو، اس کے طور طریقے کا علم نہ ہو اس کے رہن سہن کے معاملات سے لاعلمی ہو، اس کے حسن اخلاق اور حسن کلام سے ناواقفیت ہو تب تک اس کے اچھا لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کسی بھی شخصیت کو اچھا لگنے میں اس کے حسن و حسنِ معاملات کو دیکھا جاتا ہے تب ہی طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے۔

فرمانِ نبوی:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت سے شادی

کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذهب فانظر الیها فانه احری ان یؤدم بینکما

"یعنی جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ یہ (دیکھنا) تمہاری باہمی محبت کے قائم رہنے کے لئے زیادہ مناسب ہے"۔

امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ نکاح سے پہلے اسے دیکھ لے نیز امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے۔

(ب) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَكَحَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ جَعَلَتْ اَمْرَهَا اِلَى الْعَبَّاسِ فَاَنْكَحَهَا اِيَّاهُ وَفِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ قَالَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يَخْطُبُ

(الف): شکلی و ترجمی الی الاردیة

کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس معاملہ کا اہتمام حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تا کہ وہ آپ کے نکاح کی ذمہ داری نبھائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: محرم نہ نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح بھیجے"۔

(ب) کیا مُحرم کے لئے حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان دونوں حدیثوں میں موافقت کیسے ہوگی؟

جواب:

مُحرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت احرام میں محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ نظریہ ہے کہ مُحرم کا حالت احرام میں عقد نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاھ کو حلال قرار دیا ہے اور کسی وقت میں نکاح سے ممانعت نہیں کی اور حدیث صحیحہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

دونوں حدیثوں میں تطبیق:

جن احادیث میں ممانعت آئی ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں اُس سے نکاح سے مراد عمل ازدواج ہے جو کہ جائز نہیں کیونکہ قرآن مجید اور حدیث صحیحہ میں اس کی ممانعت ہے اور جس میں اجازت ہے اس سے مراد مطلقاً نکاح ہے۔ تو لہٰذا دونوں حدیثوں میں تضاد باقی نہ رہا۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں لفظ نکاح کا لغوی معنی یعنی شادی اور دوسری روایت میں اصطلاحی معنی یعنی جماع مراد ہے تو معلوم ہوا کہ حالتِ احرام میں نکاح تو کیا جا سکتا ہے مگر جماع جائز نہیں ہے۔

السوال الثانی عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْهِ اَبِیْ حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُوْلِ سَالِمٍ عَلَیَّ قَالَ فَاَرْضِعِيْهِ قَالَتْ وَكَيْفَ اُرْضِعُهُ وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيْرٌ؟ فَقَالَ اَلَسْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيْرٌ ثُمَّ جَاءَتْ بَعْدُ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا مَا رَاَيْتُ فِیْ وَجْهِ اَبِیْ حُذَيْفَةَ بَعْدُ شَيْئًا اَكْرَهُ

(الف): شكلي و ترجمي الى الاردية

کلمات حدیث پر درست حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگا دیا گیا ہے۔

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سہل کی بیٹی حضرت سہلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے تیور بدلے ہوئے دیکھتی ہوں۔ جب سالم گھر میں تشریف لاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو۔ اس نے عرض کیا کہ کس طرح پلاؤں؟ وہ تو نوجوان مرد ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا مجھے معلوم نہیں کہ وہ بڑی عمر والے ہیں۔ بعدازاں پھر ایک دن حاضر ہو کر کہنے لگی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا، اب میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کبھی نہ دیکھا کہ انہوں نے اپنے تیور بدلے ہوں“۔

(ب) بڑی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت میں اختلاف ائمہ مع دلائل بیان کریں۔

جواب:

بڑی عمر والے کے دودھ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے:

تمام شہروں کے ائمہ اس پر متفق ہیں کہ بڑی عمر والے کو دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور اللیث اور غیر مقلدین کا یہ قول شاذ ہے کہ بڑی عمر والے کو بھی دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور دودھ کا رشتہ ثابت ہو جاتا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ابوحذیفہ کی بیوی سے کہا کہ تم ان کو اپنا دودھ پلا دو۔ پھر یہ تمہارا

رضاعی بیٹا ہو جائے گا اور جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

ترجمہ: ”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے“۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ دو سال میں دودھ پلانے کی مدت مکمل ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ رہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جو حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے متعلق ہے تو یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے یا پھر یہ حضرت سالم کی خصوصیت تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ کی باقی ازواج رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ صرف حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔

علامہ المہلب مالکی متوفی 435ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے (رضاعی) بھائیوں کے متعلق غور کرو کیونکہ رضاعت سے حرمت کم عمری میں ثابت ہوتی ہے جب دودھ پینے سے بھوک مٹ جاتی ہے نہ کہ اس وقت جب کہ بڑی عمر والے کی بھوک دال روٹی کھانے سے مٹ جاتی ہے۔

السوال الثالث آنے والے سوالوں کا مختصر جواب دیں۔

(الف) ای الاشیاء من الفطرة

جواب

فطرتی امور: دس باتیں فطرتی ہیں۔

(۱) مونچھیں کترنا، (۲) ناخن تراشنا، (۳) جوڑوں کو دھونا، (۴) ڈاڑھی بڑھانا، (۵)

مسواک کرنا، (۶) ناک میں پانی ڈالنا، (۷) بغل کے بال صاف کرنا، (۸) زیرِ ناف بال مونڈنا، (۹) پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء کرنا، (۱۰) کلی کرنا۔ (سنن نسائی جلد سوئم مترجم، ص 419)

(ب) ما الفرق بين طيب النساء والرجال؟

جواب:

مردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی اچھی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو معلوم ہو، لیکن رنگ نہ ہو، اور عورتوں کی اچھی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ معلوم ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔ (سنن نسائی مترجم، جلد سوئم صفحہ 435، حدیث: 5132)

(ج) هل الصبغ واجب ام لا

کیا صبغ (رنگ) واجب ہے یا نہیں؟

جواب:

اچھے اور فائدہ مند کاموں کو اگر یہود و نصاریٰ نہ کریں تو ہمیں کرنا چاہیے اور ان کی مخالفت کو برا نہیں سمجھنا چاہیے حکمت مسلمانوں کی گم کردہ چیز ہے وہ اسے جہاں بھی دیکھے حاصل کرے۔ بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو بات شریعت کے خلاف ہو وہ حکمت کے بھی خلاف ہے۔ جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، تم ان کے خلاف کرو۔

(د) عرفي الواصلة والمستوصلة والواشمة والمسوشمة والنامصة والمتنمصة

جواب

اصطلاحات کی تعریف:

الواصلۃ: بال جوڑنے والی عورت۔

المستوصلۃ: بال جڑوانے والی عورت۔

فرمانِ نبوی: عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَعَنَ الْوَاصِلَۃَ وَالْمُسْتَصِلَۃَ (بخاری:۵۹۳۶، مسلم:۵۵۳۰، نسائی۵۲۶۵، ابن ماجہ۱۹۸۸)

الواشمۃ: بال گودنے والی عورت۔

المستوشمۃ: بال گودوانے والی عورت۔

النامصۃ: بال اکھیڑنے والی عورت۔

المتنمصۃ: بال اکھڑوالے والی عورت۔

فرمانِ نبوی: نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْوَاشِمَۃِ وَالْمُسْتَوْشِمَۃِ وَالْوَاصِلَۃِ وَالْمُسْتَوْصِلَۃِ وَالنَّامِصَۃِ وَالْمُتَنَمِّصَۃِ

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے بال گودنے اور گودوانے، جوڑنے اور جڑوانے اور اکھیڑنے اور اکھڑوانے سے منع فرمایا: (کتاب الزینۃ، حسن السنن، سنن نسائی)

نوٹ: معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش اور فطرت کو بدلنا برا ہے۔ مگر ختنہ کرانا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، ناخن تراشنا، اور جو چیزیں ان کے مثل ہیں ان سے بھی پیدائش اور خلقت بدلتی ہے لیکن چونکہ یہ سب باتیں جملہ انبیاء علیہما السلام کرتے آئے ہیں اسی وجہ سے یہ فطرتی اور پیدائشی مشہور ہو گئیں لہٰذا انہیں رسول اللہ ﷺ نے فطرتی سنت فرمایا ہے۔

(ر) وضحی هذا الحديث: نهی النبی ﷺ عن الترجل الا غباء

جواب:

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا، ہاں مگر کبھی کبھی“۔

وضاحت:

کنگھی یا اس قسم کی دوسری آرائش و زیبائش کی باتیں جن کی وجہ سے انسان عیش و عشرت کا عادی ہو جائے جو شخص رات دن عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے، وہ سست اور کاہل ہو جاتا ہے اس سے دین اور دنیا کے دونوں کام نہیں ہوتے لہٰذا ہر مسلمان کو محنت، جہد مسلسل اور جفاکشی کی عادت ڈالنی چاہیے زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ جو قوم زیادہ عیش میں پڑ جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ خراب و برباد ہو جاتی ہے اور محنتی و جفاکش قوم مغلوب لیتی ہے اسی لئے محنت میں عظمت ہے اور محنتی قوم کے افراد ہوتھ، پاؤں، جسمانی محبت اور کام سے عقلی کاموں میں بے پناہ ترقی کرتے ہیں اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہاتھ پاؤں سے کام نہ کرنے والے ناکام اور برباد ہو جاتے ہیں۔

نوٹ: یہ ممانعت تنزیہی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان کا یہ کام ہرگز نہیں کہ وہ ہمیشہ عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار میں مشغول رہے بلکہ اس کے لئے جو ضروری کام ہیں انہیں سرانجام دے۔

قسم دوم۔۔۔۔سنن ابن ماجہ

السؤال الرابع (الف): قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَاقْرَءُوْہُ وَارْقُدُوْا فَاِنَّ مَثَلُ الْقُرْآنِ وَمَنْ تَعَلَّمَہٗ فَقَامَ بِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٌّ مِسْکًا تَفُوْحُ رِیْحُہٗ کُلَّ مَکَانٍ وَمِثْلُ مَنق تَعَلَّمَہٗ فَرَقَدَ وَھُوَ فِیْ جَوْفِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْکِیَ عَلٰی مِسْکٍ

کلمات حدیث پر درست اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن سیکھو اور اسے پڑھو اور راتوں کو اس کے ذریعہ جاگتے رہو کیونکہ قرآن کی مثال اور اس شخص کی مثال جو قرآن حاصل کر کے اس کے ساتھ قیام کرے اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھر ہو جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور اس شخص کی مثال جو قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہو لیکن رات بھر پڑ کر سوتا رہتا ہو اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھر کر اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو“۔

(ب) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ وَ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ وَ يَصْرِفُ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ جَهَنَّمَ

اردو میں ترجمہ کریں اور مطلب کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے علم اس غرض سے سیکھا کہ علماء پر فخر جتائے یا جہلاء سے لڑ سکے یا لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا“۔

وضاحت:

طلب علم سے دین اسلام کی تقویت اور اس کی نشر و اشاعت مقصود ہو۔ تا کہ اللہ اور رسول کی رضا و خوشنودی حاصل ہو مال و دولت اور جاہ و حشمت ہرگز مقصود نہ ہو کہ اس نیت سے (یعنی حصولِ شہرت، نام و نمائش، مال و دولت) علم دین حاصل کرنے پر بے شمار وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار ﷺ نے فرمایا:

”جس نے علم کو سیکھا جس سے خدا کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے صرف اس نیت سے کہ اس کے ذریعہ دنیاوی سامان حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا“۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے سوا غیر کی رضا کے لئے علم طلب کیا یا

علم کے ذریعہ اللہ کے سوا کسی کی رضا کا ارادہ کیا تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لینا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے پہلے قیامت کے دن جس کا فیصلہ کیا جائے گا تو اللہ اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کروائے گا وہ اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو اس کے شکریہ میں کون سا کام کیا؟ عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے تو تجھ کو بہادر کہا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا پھر وہ شخص جس نے علم حاصل کیا اس کو سیکھا اور قرآن پڑھا اس کو لایا جائے گا اللہ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا تو وہ یاد کرے گا اللہ فرمائے گا تو نے ان کے شکریہ میں کیا کام کیا؟ عرض کرے گا: علم سیکھا اور سکھایا اور تیرے لئے قرآن پڑھا اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے علم اس لئے سیکھا کہ مجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ مجھے قاری کہا جائے تو وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر وہ شخص جسے خدا نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال دیا اسے حاضر کیا جائے گا اللہ اس کو اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا وہ اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان کے شکر میں کونسا کام کیا؟ عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے نہیں چھوڑا اور تیری خوشنودی کے لئے اس میں خرچ کیا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے تو وہ کہہ لیا گیا پھر حکم دیا جائے گا تو اس کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

نوٹ: اس حدیث شریف سے واضح ہو گیا کہ اگر علم دین سے مال و دولت مقصود نہ ہو بلکہ صرف عالم کہلوانا (لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا) مقصود ہو تو اس صورت میں بھی ثواب کی بجائے عذاب ہوگا۔

السؤال الخامس (الف) سمعت رسول الله ﷺ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ كَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَسْفَلَهُ اَعْلَاهُ وَاِذَا فَسَدَ اَسْفَلَهُ فَسَدَ اَعْلَاهُ

ترجمہ کریں اور حدیث مذکور کی وضاحت کریں۔

جواب:

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کی مثال برتن کی طرح ہے جو برتن نیچے سے اچھا ہوگا وہ اوپر سے بھی اچھا ہوگا اور جو نیچے سے برا ہوگا وہ اوپر سے بھی برا ہوگا"

مذکورہ حدیث کی وضاحت:

اذا طاب اسفله طاب اعلاه اشارة الى ما قيل كلّ اناء يترشح بما فيه والظاهر عنوان الباطن لان المرئى وه ان عمل عملا صالحا لكن بفساد طوينه لا يخفى على الناظر للتأمل قال تعالىٰ لو نشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم فى لحن القول والله يعلم اعمالكم

اس حدیث میں اعمال کو برتن کے ساتھ جو تشبیہ دی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا ظاہر اس کے باطن کا ترجمان ہوتا ہے جس طرح برتن کے اندر اچھا ہوگا تو باہر سے بھی اچھا ہوگا اور اگر اندر سے بُرا ہوگا تو باہر سے بھی بُرا ہوگا جس طرح رب تعالیٰ نے قرآن کے اندر سورہ محمد میں فرمایا ہے: ولو نشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم فى لحن القول والله يعلم اعمالكم

ترجمہ: "اگر ہم چاہتے تو ہم ضرور یہ سب لوگ (منافقین) آپ کو دکھادیتے اور آپ ضرور ان کو چہروں سے پہچان لیتے اور آپ ضرور ان کو ان کے طرز گفتگو سے پہچان لیں گے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے"۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص

بھی پوشیدگی میں کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے آثار اور اس کی زبان کی لغزشوں سے اس کام کو ظاہر فرمادیتا ہے نیز اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی کام کو پوشیدگی سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی چادر پہنا دیتا ہے اگر وہ کام اچھا ہو تو اچھی چادر اور اگر بُرا ہو تو بری چادر۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاض الصالحین کے باب نمبر 49 میں فرمایا کہ احکام کو لوگوں کے ظاہر کے مطابق جاری کریں گے اور باطن اللہ کے سپرد ہوں گے کیونکہ اسلام کے احکام کا ظاہر سے متعلق کرنا ضروری ہے باطن میں جو کچھ ہے اس پر بحث کرید جائز نہیں۔ اس قانون میں ان لوگوں کا راستہ بند کردیا گیا جو انتقام، بدلہ، قتل، عدم صادق باطن کا فقط دعویٰ کرکے لینا چاہتے ہوں اسی طرح ان سے صادر ہونے والے اعمال کا لحاظ رکھتا ہوگا۔

(ب) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَشَدُّ حَیَآءً مِنْ عَذْرَآءَ فِیْ خِدْرِھَا وَکَانَ اِذَا کَرِہَ شَیْئًا رُئِیَ ذَالِکَ فِیْ وَجْھِہٖ

(الف): شكلي واكتبي عن الحياء فى ضوء الاحاديث النبوية عشرة سطور

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور احادیث کی روشنی میں شرم وحیاء پر مختصر مضمون لکھیں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگادیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: "ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کنوری اور پردہ دار لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جب آپ کسی چیز کو برا سمجھتے تو اس کا اثر آپ کے چہرۂ اقدس پر نظر آجاتا"۔

شرم وحیاء پر مضمون:

حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے ہر دین کا ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے ہمارے دین کا ممتاز اخلاق، شرم کرنا ہے۔

جو حیا گناہوں سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت و حیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رکن اعلیٰ ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم آتی ہے یہ حیاء نہیں بے وقوفی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیاء چھین لیتا ہے جب اس میں شرم نہیں رہتی تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر و مبغوض بن جاتا ہے جب اس کی حالت اس نوبت کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس سے امانت کی صفت بھی چھین لی جاتی ہے جب اس میں امانتداری نہیں رہتی تو وہ خیانت در خیانت میں مبتلا ہونے لگتا ہے اس کے بعد اس سے صفتِ رحمت اٹھالی جاتی ہے پھر تو وہ پھٹکارا ہوا مارا مارا پھرنے لگتا ہے جب تم اس کو اس طرح مارا مارا پھرتے ہوئے دیکھو تو وہ وقت قریب آجاتا ہے کہ اب اس سے رشتۂ اسلام چھین لیا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور و فکر کر کے شرمندہ و نادم ہو۔ اس شرمندگی کی بناء پر آئندہ گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی کوشش کرے جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے کہ پچھلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا ان میں سے یہ ہے کہ جب تو حیاء نہ کرے تو جو چاہے کر۔ یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے جو حکیمانہ کلام اپنی امتوں سے فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ و رسول کی، بزرگوں کی شرم و حیاء نہ ہو گی تو تو برے سے برا کام کر گزرے گا کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے گا بہت سے لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے گناہ نہیں کرتے۔ مگر جنہیں نیک نامی اور بدنامی کی کوئی پرواہ نہ ہو تو وہ برے سے برا کام کر گزرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسی اس سے حیاء کرنی چاہیے۔ مخاطبین نے عرض کیا الحمد للہ! ہم اللہ سے حیاء کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہیں (یعنی حیاء کا مفہوم اتنا محدود نہیں جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ سے حیاء کرنے کا حق یہ ہے کہ سَر اور سِر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو۔ اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے اس سب کی نگرانی کرو۔ (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہونی ہے اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے گا وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے گا اور اس چند روزہ زندگی کے عیش کے مقابلہ میں آگے آنے والی زندگی کی کامیابی کو اپنے لئے پسند اور اختیار کرے گا پس جس نے یہ کیا سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق اس نے ادا کیا۔ (جامع ترمذی، معارف الحدیث)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فحش گوئی ہر چیز کو عیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء ہر چیز کو خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے۔ (آمین)

السؤال السادس (الف) قال رسول الله ﷺ لا حسد الا فی اثنتين

وہ دو چیزیں کون سی ہیں اور لاحسد سے کیا مراد ہے؟

جواب:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ

"نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو شخصوں کے علاوہ حسد درست نہیں ہے"۔

دو چیزیں کون سی ہیں: اس سے مراد دو شخص ہیں:

(ا) احدهما رجل اٰتاه اللّٰهُ القُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ

"ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کو اللہ نے علم قرآن دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہو"۔

(۲) ثَانِیْھُمَا رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالاً فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَاٰنَاءَ النَّھَارِ

"ان دونوں میں سے ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اس سے خیرات کرے"۔

اس حدیث شریف میں بظاہر دو چیزوں میں حسد کو نا جائز بتایا گیا ہے اس کا مطلب ہے رشک وآرزو۔لوگ طرح طرح کی آرزوئیں کرتے ہیں لیکن آرزو کرنے کے لائق صرف دو ہی نعمتیں ہیں ایک وہ مال جو راہ حق میں خرچ کیا جائے اور دوسرا وہ علم کہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور اسے لوگوں کو سکھایا جائے۔

"لَا حَسَدَ" سے مراد:

حسد کا اصل معنی دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا ہے اور یہ حرام ہے حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیادار پر اور نہ دین دار پر۔شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر حسد ان کی دینی عظمت پر ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر مگر مارا گیا۔یہاں حسن بمعنی غبطہ،رشک ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لئے اس جیسی نعمت طلب کرنا اور اس کے پاس بھی نعمت کے باقی رہنے کی طلب ہو۔اور یہ مباح ہے۔دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی عالم دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو،قرآن پر عمل کرتا ہو،دن رات اس کے مسائل سوچتا ہو،غور و تامل کرتا ہو۔حدیث میں دو طرح کے انسانوں پر رشک کو جائز قرار دیا گیا ہے ایک وہ جو تعلیم قرآن میں مشغول رہتا ہے۔دوسرا وہ جو انفاق فی سبیل اللہ میں دلچسپی رکھتا ہے۔

مشغولیتِ قرآن:

اس میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:(۱) تلاوتِ قرآن،(۲) تدبرِ قرآن،(۳) تدریسِ قرآن۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت:

اسلام میں تلاوتِ قرآن بہت اہمیت رکھتی ہے۔اس کی وجہ سے انسان کا تعلق بالقرآن مضبوط ہوتا ہے نبی کریم ﷺ نے تلاوت کی فضیلت بیان کی ہے اور فرمایا کہ قرآن مجید کی حفاظت اور خبر گیری کرتے رہو۔اسی طرح ایک حرف کی تلاوت کا ثواب دس نیکیاں مقرر کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ جو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے وہ دوہرے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

حفظِ قرآن کا اجر:

اس لئے احادیث میں قرآن مجید کے حفاظ کا بہت بڑا مقام متعین کیا گیا ہے۔ارشاد نبوی ہے کہ جس شخص نے قرآن حفظ کیا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے روز ایک ایسا تاج پہنا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے تیز ہوگی۔(ابوداؤد شریف)

نمازوں میں تلاوت قرآن مجید کی فضیلت:

نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی بہت اہمیت ہے جو بندہ قرآن کی تلاوت نماز میں کرتا ہے تو اس کا اجر بڑھ جاتا ہے اور دوگنا ہو جاتا ہے۔ایک نماز کا اور دوسرا تلاوت قرآن مجید کا۔

قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا:

حدیث میں ہے تم قرآن مجید پڑھا کرو اس لئے کہ یہ قیامت کے دن اپنے تلاوت کرنے والوں کی سفارش کرے گا۔ایک اور جگہ فرمایا: قرآن مجید اور اس کی سورتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے تلاوت کرنے والے کے واسطے سفارش کریں گی۔

(ب) تدبرِ قرآن پاک:

قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس پر غور و خوض کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (نساء:۸۲) "یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے"۔

تدبر کے بے شمار فوائد ہیں: اس سے قرآن کے اسرار و رموز انسان پر کھلتے ہیں اور بہت

سے پہلو واضح ہوتے ہیں۔تفاسیر میں فرق تدبر کی وجہ سے ہے اس طرح قرآن مجید کی حکمتیں بیان کرنا بھی بہت ضروری ہے تا کہ عظمت وحکمت قرآن لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور وہ اپنے تمام مسائل کا حل قرآن سے تلاش کریں۔

(ج) تدریسِ قرآن:

تلاوت قرآن مجید کے فوائد ذاتی یا انفرادی ہیں اس لئے کہ اس کے اثرات ایک شخص تک محدود ہوتے ہیں جبکہ تدریس قرآن کا مطلب لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا ہے جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **خیرکم من تعلم القرآن و علمه** "تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے"۔اس کے درج ذیل فوائد ہیں:

۱۔اشاعتِ قرآن:

اس سے قرآن کی اشاعت عام ہوتی ہے اور وہ دوسرے مسلمان سیکھتے ہیں جس سے قرآن کا فیض جاری وساری رہتا ہے۔گویا اشاعت اور تدریس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

۲۔تعلق بالقرآن:

تدریس قرآن سے لوگوں کا تعلق قرآن مجید کے ساتھ جڑتا چلا جاتا ہے۔جس سے مسلمان اللہ کے دن کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور ان کا تعلق قرآن سے مضبوط ہو جاتا ہے جس کے بے پناہ فوائد ہیں۔

۳۔تفہیم القرآن:

تدریس قرآن ناظرہ قرآن پڑھانے تک محدود نہیں بلکہ اس میں ترجمہ،تفسیر اور دیگر علوم قرآن کی تعلیم بھی شامل ہے اس طرح مسلمانوں کو قرآن کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

۴۔مسائل کا حل:

ہر دور میں نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں جو قرآن کی مدد سے حل کئے جا سکتے ہیں، اس طرح تدریس قرآن میں مسائل امت کا حل بھی شامل ہے۔

۵۔ثواب:

قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں اور رمضان میں سات سو نیکیوں تک ثواب ملتا ہے جو آخرت میں بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

۶۔تلفظ کی درستگی:

قرآن مجید مسلسل پڑھنے سے تلفظ قرآن صحیح رہتا ہے ورنہ قرآن کے الفاظ کی ادائیگی درست نہیں ہوتی۔غلط تلاوت بعض اوقات کفر کا باعث ہوتی ہے۔

دوسرا حصہ۔۔۔انفاق فی سبیل اللہ

اس حدیث کا دوسرا حصہ انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو یہ بھی بہت نیک کام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (رعد:۲۲)

ترجمہ:"اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے چھپ کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں"۔

انسان کو فطری طور پر مال سے محبت ہے اس لئے وہ خرچ کرنے پر اس کو جلدی آمادہ نہیں ہوتا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے راہ حق میں مال خرچ کرنے والے کی فضیلت بیان کی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد:

انفاق فی سبیل اللہ کے فوائد درج ذیل ہیں:

۱۔مال میں برکت: انفاق فی سبیل اللہ سے مال میں برکت ہو جاتی ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ "اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو

بڑھاتا ہے"۔(بقرہ:۲۷۶)

۲۔گردشِ دولت: انسانی معاشرے میں انفاق سے گردش دولت کا آغاز ہوتا ہے جو معاشی ترقی کا باعث بنتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ "تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے امراء میں پھرتی رہے، یعنی دولت صرف اور صرف امراء تک محدود ہو جائے۔(حشر:۷)

۳۔غریب کی کفالت: انفاق فی سبیل اللہ غریبوں کی کفالت کا سبب بنتا ہے۔ارشاد خداوندی ہے: تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتَرَدُّ اِلٰى فُقَرَائِهِمْ "یہ ان کے دولت مندوں سے لی جائے گی اور ان کے غرباء کو دی جائے گی"۔

۴۔ جرائم کا خاتمہ: انفاق فی سبیل اللہ معاشرے میں جرائم کا خاتمہ کر دیتا ہے کیونکہ جب لوگوں کی معاشی ضرورتیں با آسانی پوری ہوں گی تو وہ جرائم کی دنیا میں قدم نہیں رکھیں گے اور دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔لوگوں کی معاشی ضروریات پوری کئے بغیر جرائم کا خاتمہ ناممکن ہے۔

(ب) حَدَّثَنَا الْمَسْتَوْرِدُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ اَنِّيْ لَفِيْ الرُّكْبِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ اَتٰى اِلٰى سَخْلَةٍ مَنْبُوْذَةٍ قَالَ فَقَالَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ هَانَتْ عَلٰى اَهْلِهَا قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْ هَوَانِهَا اَلْقُوْهَا اَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لِلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهٖ عَلٰى اَهْلِهَا

سوال: شکلی و ترجمی الی الاردیۃ مع ایضاح کامل

تشکیل کلمات کریں، اردو میں ترجمہ اور کامل وضاحت کریں۔

جواب

تشکیلِ کلمات، اوپر سوال میں کر دی گئی ہے۔

ترجمہ: "مستور بن شداد فرماتے ہیں میں چند سواروں کے ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ تھا

کہ راستہ میں ایک بکری کا مردہ بچہ پڑا تھا۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بچہ اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ حقیر اور ذلیل نہ ہوتا تو وہ اسے کیوں پھینکتا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جتنا یہ بچہ مالک کے نزدیک اب حقیر ہے خدا کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے"۔

وضاحت:

آج دنیا طلبی کا دور ہے اور شکم پروری کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ہوس دولت کی نہ مٹنے ولی بھوک اور نہ بجھنے والی پیاس رکھتی ہے بالشت بھر پیٹ پوری دنیا کی وسعت پر بھاری ہے عملی زندگی میں اس وقت قوت مھر کہ اور زندہ حقیقت پیٹ اور جیب ہے ہر معاملہ کو پیٹ کے نقطہ نظر سے جانچا جاتا ہیا اور اس دوڑ میں سب لوگ شریف سفر ہیں۔تیزی سے برے انجام کی طرف رواں دواں ہیں۔ہر محفل کی جان دولت اور اس کے حصول کے طریقے بتانا اور دریافت کرنا ہے شاید اسی کو معیار زندگی بنالیا گیا ہے اخلاق و کردار کی کوئی اہمیت نہیں رہی اسی اصول پر ریل اور ہوائی جہاز پر سفر ہو یا کسی پارک و سیر گاہ کا سفر سب میں وموضوع گفتگو صرف اور صرف دولت ہوگا۔

کسی نے اسی بارے میں کیا خوب لکھا ہے: کان لگا کر سنیے موضوع کیا ہے؟ تنخواہوں کی کمی و بیشی، افسروں کی رضامندی و نارضامندی، حکام کا تبادلہ اور ان کے مزاج و معاملات پر تنقید، تجارتوں کا منافع، ٹھیکری کے احکامات، بینکوں کے حسابات و شرح و سود، کمپنیوں کے حصص، انشورنس کمپنی پالیسی، پنشن، سبکدوشی کے بعد ملازمت کے احکامات، فتوحات کے واقعات، خوش قسمت پر رشک، بدقسمتوں پر تاست اور اس قبیل کی باتوں کے سوا آپ کوشش کے باوجود کوئی موضوع گفتگو نہیں پائیں گے۔اور مذکورہ حدیث میں بھی اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح لوگوں کے ہاں بکری کا مرا بچہ کوئی قیمت اور اہمیت نہیں رکھتا، جتنا حقیر اور ذلیل یہ بچہ ہے

ان کے ہاں اس سے بڑھ کر زیادہ ذلیل ہے یہ دنیا اللہ کے ہاں۔ اگر اس دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ یعنی دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں جبکہ بحیثیت دنیا اس کو مقصود بنایا جائے اس کی قیمت اس وقت ہے جبکہ اس کو آخرت کے حاصل کرنے کا راستہ اور اعمال صٰلحہ کی کھتی قرار دیا جائے اور محبوب ﷺ نے فرمایا: بے شک دنیا ملعون ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ ملعون ہے اسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جائیدادیں مت بناؤ اس کے نتیجے میں تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے کیونکہ یہ چیز دنیا کی طرف جھکاؤ پیدا کرتی ہے اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ہر امت کے لئے ایک آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔ اس لئے دنیا کی طرف مت جھکو اور نہ اس کو وطن بناؤ اور نہ اپنے دل کو لمبی دیر رہنے کے لئے اور نہ اس کی طرف زیادہ توجہ دو اور اس سے اتنا ہی تعلق رکھو جتنا مسافر غیر وطن سے رکھتا ہے اور اس کے اندر مشغول نہ ہو جس طرح وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو اپنے گھر واپس لوٹنا چاہتا ہے ورنہ آج ہم حب دنیا کے نتائج دیکھ رہے ہیں۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے حب دنیا کے کڑوے پھل دیکھ رہے ہیں مسلمان ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں دنیا میں ان کی وقعت ختم ہو چکی ہے۔ بدعنوانی میں پہلا نمبر بھی اسلامی ملک بنگلہ دیش کو حاصل ہے پاکستان دسویں نمبر کا اعزاز رکھتا ہے ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال اسلامی دنیا یورپ کے ایک ملک کے برابر بھی اثاثے نہیں رکھتی دنیا کی تجارت میں اس کا حصہ صرف پانچ فیصد ہے، غربت، افلاس اپنی حدوں کو چھو رہا ہے اور اقتصادی طور پر دیوالیہ پن تک پہنچ چکے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کے مصداق بن رہے ہیں کہ یہ تمہیں اس طرح ہلاک کرے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو کیا ہے۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باكستان
شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)
الموافق سنة 1435هجری، 2014ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات
الورقة السادسة : شرح معانی الآثار مجموع الارقام، 100
الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی أن تجیبی عن الثلاثة

السؤال الاول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام محدثین کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک کیا ہے اور شرح معانی الآثار کا مرتبہ امہات ستہ (صحاح ستہ) میں کیا ہے؟ تحریر کریں۔

اس سوال کا جواب پرچہ 2015ء میں ملاحظہ کیجئے۔

السؤال الثانی حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، قَالَ: ثَنَا الْخَطِيْبُ قَالَ ثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ قَالَ سَاَلْتُ بْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَسَئَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ.

(الف) : شكلی كلمات الحديث و ترجميها الی الاردية

کلمات حدیث پر حرکات و سکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات و سکنات اوپر سوال میں لگا دی گئی ہیں۔

ترجمہ: ”حضرت ابو مجلز فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ رات کے آخر میں ایک رکعت ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ رات کے آخر میں ایک رکعت ہے"۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

اس سوال کا جواب بھی پرچہ 2015ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثالث اَخْبَرَنِی ابْنُ طَاؤسَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَتَعْلَمُ اَنَّ الثَّلَاثَ كَانَتْ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَّ ثَلَاثًا مِّنْ اِمَارَةِ عُمَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ

(الف): شکلی کلمات الروایة و ترجمیها الی الاردیة

کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

حرکات وسکنات اوپر سوال میں لگادی گئی ہیں۔

ترجمہ: طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کے تین طلاقوں کو نبی ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ (ایسا ہی ہے)۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کے بارے میں مذاہب ائمہ:

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے یا تین طلاقیں واقع ہونے کے بارے میں ائمہ فقہ کے

درمیان طویل بحث ہے:

موقف نمبر 1: طاؤس محمد بن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ النخعی وابن مقاتل وبعض الظاہریہ کا موقف:

ان کا موقف یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دے تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی جبکہ وہ طلاق سنت وقت میں دی گئی ہو اور وہ سنت وقت یہ ہے کہ وہ عورت طہر کی حالت میں ہو اور اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو۔

دلیل: طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کے تین طلاقوں کو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)

یہ لوگ اس بارے میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور تین طلاق کو ایک قرار دیتے ہیں لیکن اس وقت جب وہ طلاق سنت وقت میں دی گئی وہ اگر سنت وقت میں نہ ہو تو وہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے وہ ایک مخصوص وقت میں طلاق دیں اور پھر وہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس طلاق دے دیں تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ کیا آپ نے اس بات کا جائزہ نہیں لیا؟ اگر کوئی شخص کسی دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور اس میں معین وقت بیان کردے تو پھر وہ شخص اس کی بجائے کسی دوسرے وقت میں طلاق دے یا وہ بندہ اس دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ کسی خاص شرط کے اس کی بیوی کو طلاق دے اور وہ اس شرط کے علاوہ دوسری شرط کے ساتھ طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس نے اس چیز کی مخالفت کی ہے جس کی اسے ہدایت کی گئی تھی یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسی طرح جس طلاق کو

دینے کی بندوں کو ہدایت کی گئی ہے جب وہ حکم کے مطابق اسے دیں گے تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی جب وہ حکم کے خلاف اسے دیں گے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

دلیل نمبر 2: ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق دینے کے ثبوت میں سنن ابوداود کی روایت کا جواب:

امام ابوحنیفہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبد یزید ابورکانہ سے فرمایا: تم اپنی بیوی کو طلاق دو، سو انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کرلو، انہوں نے کہا: میں تو اس کو تین طلاقیں دے چکا ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے، تم اس سے رجوع کرلو۔ (سنن ابوداود:2196)

نوٹ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد بھی رجوع کرنا صحیح ہے کیونکہ ابورکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو ان تین طلاقوں سے رجوع کرنے کا حکم دیا۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے ثبوت میں مسند احمد کی روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اپنے بیوی کو کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے بتایا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، آپ نے پوچھا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: یہ تین طلاقیں ایک طلاق ہے اگر تم چاہو تو اس طلاق سے رجوع کرلو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ پھر حضرت رکانہ نے اس طلاق سے رجوع کرلیا۔ (مسند احمد:2387)

مؤقف نمبر 2:

ائمہ اربعہ کے نزدیک اور جمہور علماء تابعین کے نزدیک تین طلاقیں تین ہی ہیں یعنی تین واقع ہو جائیں گی۔

اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بندوں کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے طلاق دینے کے اندر ویسا ہی ہے جیسا تم بیان کیا ہے کہ جب عورت طہر کی حالت میں ہو اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو یا عورت حاملہ ہو اور بندوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تین طلاقیں الگ الگ کر کے دیں جیسے وہ انہیں دینا چاہتے ہوں وہ انہیں ایک ساتھ نہیں دیں گے لیکن اگر وہ اس کی مخالفت کر دیتے ہیں اور اس وقت میں طلاق دے دیتے ہیں جس میں انہیں طلاق نہیں دینی چاہیے تھی یا جتنی طلاقوں کا انہیں حکم دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ طلاقیں دے دیتے ہیں تو وہ طلاقیں لازم ہو جائیں گی کیونکہ انہوں نے دے دی ہیں البتہ وہ اس حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا اور اس کا حکم کسی کو وکیل مقرر کرنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ وکیل لوگ اپنے مؤکل کے لئے ایسا کام کرتے ہیں جس میں وہ ان کے قائم مقام بن جاتے ہیں اگر وہ اس عمل کو اسی طرح کریں گے جیسے انہیں ہدایت کی گئی تھی تو وہ عمل لازم ہوگا اور اگر وہ اس کے برعکس طریقے سے کریں گے جن کی انہیں ہدایت کی گئی تھی تو وہ عمل لازم نہیں ہوگا لیکن طلاق کے معاملے میں بندے خود اپنی ذات کے لئے ایسا کرتے ہیں کسی دوسرے کے لئے یا اپنے پروردگار کے لئے ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اس فعل میں کسی دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں کہ ان سے اسی درستگی کا تقاضا کیا جائے جس کا ان کے کسی دوسرے کے قائم مقام ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ تو جب ایسی صورت حال ہوگی تو جو انہوں نے کیا ہے وہ لازم ہو جائے گا اگرچہ وہ ایک ایسا عمل ہے جس سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے بہت سی ایسی چیزوں کو دیکھا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو منع کیا ہے لیکن اگر وہ اس کا ارتکاب کرلیں تو ان پر اس کا حکم لازم ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے

بندوں کو ظہار سے منع کیا ہے اور اسے منکر اور جھوٹی بات قرار دیا ہے لیکن اس نے اس بات کو ممنوع قرار نہیں دیا کہ اگر کوئی شخص اس طریقے کے ساتھ اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کفارہ ادا نہ کیا جائے تو جب ہم نے یہ دیکھا کہ یہ قول منکر ہے "زور" ہے لیکن اس کے باوجود اس کی حرمت لازم ہو گئی تو یہ طلاق بھی اسی طرح ہوگی جس سے منع کیا گیا ہو تو وہ بھی قول منکر ہوگا اور "زور" ہوگا لیکن اس کے ذریعے حرمت واجب ہو جائے گی۔

دلیل نمبر 1: ہم نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اپنی اہلیہ کو جو حالتِ حیض میں تھیں، طلاق دینے کے بارے میں دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس خاتون کے ساتھ رجوع کرنے کی ہدایت کی اس بارے میں روایات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں یہ بات جائز نہیں ہوگی کہ انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا جائے جس کی طلاق ہی واقع نہیں ہوئی تو جب نبی کرم ﷺ نے اس طلاق کو لازم کیا جو حیض کی حالت میں تھی اور یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں طلاق دینا حلال نہیں ہے تو اسی طرح جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے گا وہ بھی ان تمام طلاقوں کو واقع کردے گا اور اس پر وہ چیز لازم ہوگی جو اس نے اپنی ذات پر لازم کی ہے اگرچہ اس نے کہا ہے وہ اس چیز کے خلاف ہے، جس چیز کا اسے حکم دیا گیا تھا۔

دلیل نمبر 2: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے غصہ میں کھڑے ہو کر فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں پھر ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں۔ (سنن نسائی: 3398)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تین طلاقیں ہی شمار

ہوتی ہیں کیونکہ اگر اکٹھی تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے اس طلاق سے رجوع کرلو اور اس پر ناراض نہ ہوتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا ناجائز اور گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

دلیل نمبر 3: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوجائے گی اور تمہارا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے۔ (مجمع الزوائد: 1402)

السؤال الرابع قالو فلما امره رسول الله ﷺ ان يطلقها في الطهر وجعله العدة دونها ونهاه ان يطلقها في الحيض واخرجه من ان يكون عدة ثبت بذالك ان الاقراء ہ الاطهار

(الف): ترجمي العبارة المذكورة الى الاردية

عبارت مذکورہ کا اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: "یہ علماء فرماتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ انہیں طہر کی حالت میں طلاق دیں اور آپ نے اس کو عدت قرار دیا اور دوسرے کو نہیں دیا اور آپ نے انہیں اس بات سے منع نہیں کیا کہ وہ انہیں حیض کے دوران میں طلاق دیں اور انہیں اس صورتحال سے نکال دیا کہ وہ عدت ہو تو یہ ثابت ہوگیا کہ اقراء سے مراد طہر ہے۔

(ب) مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب

لفظ ''قروء'' کے معنی میں اختلافِ ائمہ:

ارشادِ ربانی ہے: یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء ''یعنی جب خواتین کو طلاق دی جائے تو وہ بطورعدت تین قروء تک اپنے آپ کو روکیں گی پھر وہ نکاح جدید کرنے کے لئے آزاد ہوں گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''قروء'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں ائمہ فقہ کا اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے۔

دلیل نمبر 1: مطلقہ عورت تین حیض تک رکے گی پھر وہ نکاح جدید کرنے کے لئے آزاد ہوگی آپ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

دلیل نمبر 2: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے تو وہ عورت اس کے لئے حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ دوسری شادی کرے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا کنیز ہو اور آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوگی اور کنیز کی عدت دو حیض ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لفظ قروء سے مراد طہر ہے۔

گویا مطلقہ عورت تین طہر رکے گی پھر وہ نکاح جدید کرنے کے لئے آزاد ہوگی۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر زیرِ بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس میں قروء سے مراد طہر ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ لعیہ نے اس طرح دیا ہے کہ یہ خبر واحد ہے جبکہ خبر واحد کے مقابل نص قطعی ہے جب خبر واحد اور نص قطعی کا مقابلہ ہو جائے تو خبر واحد کو ترک کر دیتے ہیں اور نص قطعی پر عمل کرتے ہیں۔

(ج) ما هو الحكم الشرعي للطلاق في الحيض؟ و كيف التوفيق؟

اگر حیض میں طلاق دی تو حکم شرعی کیا ہے اور ثلاثہ قروء پر عمل کیسے ہوگا؟

جواب:

حالت حیض میں طلاق دینے میں مذاہب اور ثلاثۃ قروء پر عمل:

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ کو طلاق دینا حرام ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن دینے والا گنہگار ہوگا اور اس شخص کو طلاق سے رجوع کا حکم دیا جائے گا۔

امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

دلیل: ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عبداللہ بن عمر سے کہو کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے۔ (صحیح البخاری: 5251) اس میں امر کا صیغہ ہے اور امر کا تقاضا فرضیت ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اوزاعی، اسحاق اور ابوثور کے نزدیک: انہوں نے کہا ہے کہ اس کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں جو امر کا صیغہ ہے وہ استحباب کے لئے ہے تا کہ اس کی طلاق سنت کے مطابق ہو جائے اور اس پر اتفاق ہے کہ جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو اس کو رجوع کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اس میں یہ دلیل ہے کہ رجوع کرنے کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ جب ضرورت محسوس ہو تو طلاق مسنون یہ ہے کہ حالتِ طہر میں طلاق دی جائے۔

ثلاثۃ قروء پر عمل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء (بقرہ:228)

''مطلقہ عورتیں تین قروء تک ٹھہریں'' اگر قروء سے مراد طہر ہے تو پورے تین قروء نہیں

گزریں گے ڈھائی یا ساڑھے تین ہوں گے اسی لئے اس سے مراد حیض ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ عورت ڈھائی طہر عدت گزارے گی اور قرآن مجید میں اس پر تغلیباً تین کا اطلاق ہے یہ جواب اس لئے درست نہیں ہے کہ جب حقیقت پر عمل ہو سکتا ہے اور قروء کو حیض پر محمول کرنے کی صورت میں پورے تین قروء عدت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کی آیت کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے جس میں مقاربت نہ کی ہو اور فرمایا یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فطلقوھن لعدتھن (طلاق:65) "عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو"

اس سے معلوم ہوا کہ عدت حیض نہیں طہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کا ایک معنی (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنی طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور "**والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء**" میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

السؤال الخامس عن ابی سلمۃ انہ قال سالت فاطمۃ بن قیس فاخبرتنی ان زوجھا المخزومی طلقھا وانہ ابی ان ینفق علیھا فجاءت الی رسول اللہ ﷺ فاخبرتہ فقال رسول اللہ ﷺ لا نفقۃ لک انتقلی الی ابن ام مکتوم فکونی عندہ فانہ رجل اعمی تضعین ثیابک عندہ

(الف): ترجمی العبارۃ المذکورۃ الی الاردیۃ واشرحی المخطوطۃ شرحا بینا، لا غبار بعدہ

عبارت مذکورہ کا اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے اس انداز میں تشریح سپرد قلم کریں کہ کوئی

پہلو تشنہ نہ رہے اور مطلب بے غبار ہو جائے۔

جواب

ترجمہ: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے مخزومی شوہر نے انہیں طلاق دے دی اور اس نے انہیں خرچ دینے سے انکار کر دیا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ کو اس بارے میں بتایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں خرچ نہیں ملے گا تم ابن مکتوم کے ہاں منتقل ہو جاؤ اور وہیں رہو کیونکہ وہ نابینا شخص ہیں تم اگر اس کی موجودگی میں اپنے سر سے چادر وغیرہ اتار بھی دو تو کچھ حرج نہیں ہوگا۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے مخزومی شوہر نے طلاق دے دی پھر نان و نفقہ اور سکنی دینے سے انکار کر دیا تو وہ پریشانی کے عالم میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام صورتحال عرض کر دی آپ ﷺ نے بھی نفقہ و سکنی دلانے سے انکار کر دیا اور عدت کے لئے ان کے سکنی کا انتظام کرتے ہوئے فرمایا: تم ابن مکتوم کے پاس رہائش اختیار کر لو وہ نابینا شخص ہے لہٰذا اس سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور تم اپنا سامان یعنی کپڑے وغیرہ بھی ان کے پاس رکھ لو ابن مکتوم نبی ﷺ کے مشہور صحابی اور مؤذن تھے آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اور صاحب تقویٰ تھے جس وجہ سے ہر وقت ان کے پاس ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

(ب): وضحی اختلاف الائمۃ فی المسئلۃ المذکورۃ مع الدلائل

مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنی کے استحقاق میں مذاہب:

امام احمد بن حنبل کا موقف:

یہ فرماتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لئے نفقہ اور رہائش لازم ہے ورنہ کچھ لازم نہیں۔ دلیل نمبر 1: اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کے لئے نفقہ اور رہائش لازم ہے وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ترجمہ: ''اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تاوقتیکہ حمل وضع ہو جائے۔

نوٹ: اگر حاملہ نہ ہو تو نفقہ واجب نہیں۔ نیز حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر حاملہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ اور سکنی نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کا موقف:

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے سکنی ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں لازم ہے جب وہ حاملہ ہو۔ حاملہ ہو تو وان کن اولات حمل فانفقوا الخ والی آیت سے نفقہ اور اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم سے سکنی لازم ہوتا ہے۔

نوٹ: ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لئے نفقہ اور سکنی واجب ہے اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لئے نفقہ اور سکنی واجب ہے۔ اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لئے سکنی ہے نفقہ واجب نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کے لئے نفقہ واجب ہے نہ سکنی جیسا کہ پہلے دلائل میں اوپر گزر چکا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

ان کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لئے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنی (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔

(۱) وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین (بقرہ:۲۴۱)

ترجمہ: ''اور مطلقہ عورتوں کے لئے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا پرہیز گاروں پر لازم ہے''۔ اور اس آیت میں (مطلقات) کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ۔

(۲) اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن (الطلاق:۶)

''ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اور ان پر تنگی کرنے کے لئے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو''۔

علامہ ابو بکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں ہیں: (۱) سکنی مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لئے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنی بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (ولا تضاروھن) اور مطلقہ عورت کو نان نفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے (لتضیقوا علیھن) یعنی نہ سکنی میں تنگی کرو نہ نان ونفقہ میں تنگی کرو یہ نہیں دونوں کو شامل ہے۔

(۳) امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر عن النبی ﷺ المطلقه ثلاثا لها السکنی والنفقة

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مطلقہ ثلاثہ کے لئے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی۔ (دارقطنی، ج:۴، ص:۲۱، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان)

(۴) فقہاء احناف کی صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت بھی دلیل ہے۔

قال عمر لا تترک کتاب اللہ و سنة رسولہ لقول امراة لا تدری لعلھا حفظت او نسیت لھا السکنٰی والنفقة قال اللہ عزوجل لا تخرجوھن من بیوتھن الا ان یاتین بفاحشة مبینة (مسلم ج:۱،ص۴۸۵،مطبوعہ نور محمد کراچی)

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتہ نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لئے رہائش بھی ہے اور نفقہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنٰی اور نفقہ واجب ہے۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب:

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنٰی کے وجوب کی نفی پر اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

جواب: حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جب بھی فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں یہ عورت اس روایت سے دنیا میں ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر فاروق نے بھی رد فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سرخسی فرماتے ہیں: اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں: پہلی تاویل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے، مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے بھائی کو جَو کا آٹا بطور نفقہ دینے کا وکیل بنایا انہوں نے

اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا جو اس کا بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے خاوند کے بھائیوں کو بہت تنگ کرتی تھیں اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا جس وجہ سے انہوں نے گمان کیا کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے نفقہ اور سکنٰی مقرر نہیں فرمایا۔ (المبسوط، ج۵،ص۲۰۲، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

السوال السادس (الف) جب خاوند بیوی کو کہے تجھے لیلۃ القدر میں طلاق ہے تو کب طلاق واقع ہوگی؟ دلائل کے ساتھ تحقیقی جواب تحریر کریں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شب قدر کا تعین نہیں کیا گیا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، بلکہ اسے عام رکھتے ہوئے فرمایا یہ پورے رمضان میں ہوگی اور کہیں فرمایا: رمضان کے ابتدائی یا درمیانی حصے میں ہو سکتی ہے اور کبھی فرمایا آخری حصے میں ہو سکتی ہے اور کبھی فرمایا شب قدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کرو اور ایک روایت ۲۳ویں رات کو فرمایا اور کبھی فرمایا تم اسے آخری عشرے میں طاق راتوں میں تلاش کرو اور کبھی فرمایا رمضان کے آخری نصف حصے میں تلاش کرو اور ایک روایت میں نویں، ساتویں، اور پانچویں رات میں تلاش کرو اور ایک روایت میں ستائیسویں رات میں تلاش کرو یعنی شب قدر اور ایک حدیث چوبیسویں رات کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص سال بھر رات کے وقت نوافل ادا کرتا رہے گا وہ اسے پا سکتا ہے اور ایک جگہ صہباوات والی رات ہے ایک جگہ فرمایا یہ قرآن کے نزول والی رات ہے تو ان احادیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ شب قدر متعین

نہیں کیونکہ اس بارے میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہہ دے کہ شب قدر میں تمہیں طلاق ہوگی تو طلاق کب واقع ہوگی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک قول میں کہ اگر شوہر نے عورت سے یہ بات رمضان کے مہینے سے پہلے کہی ہو تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک رمضان کا پورا مہینہ نہ گزر جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ شب قدر کے موقع کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ رمضان کی کون سی رات ہوتی ہے کیونکہ یہ اس پورے مہینے میں کسی بھی وقت ہوسکتی ہے اور کچھ ایسی روایات بھی ہیں کہ یہ اس مہینے میں بطور خاص کسی رات میں ہوتی ہے۔

(۲) اگر اس شخص نے یہ بات رمضان کے مہینے کے دوران کہی خواہ اس کے ابتدائی حصے میں کہی ہو یا آخری حصے میں یا درمیانی حصے میں کہی ہو تو طلاق اس وقت واقع نہیں ہوگی جب تک اس مہینے کا بقیہ حصہ نہیں گزر جاتا اور پھر اگلے برس کا رمضان آنے کے بعد پورا نہیں گزر جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے رمضان کا جو حصہ گزر چکا ہے وہ شب قدر اس میں گزر چکی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ رات مہینے کے باقی رہ جانے والے حصہ میں موجود ہو تو اس میں طلاق واقع ہو جائے گی جب اس بارے میں اشکال پیش آگیا تو میں طلاق کے وقوع کا حکم اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک مجھے اس کے وقوع کا علم نہ ہو جائے اور مجھے علم اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب وہ رمضان گزر جائے جس میں یہ بات کہی گئی اور اس کے بعد اگلا رمضان بھی گزر جائے۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اسی قول پر فتویٰ دیا اور ایک مرتبہ وہ یہ کہتے ہیں اگر اس شخص نے اپنی بیوی سے یہ بات رمضان کے مہینے کے دوران کہی ہو تو طلاق کا حکم اس وقت تک واقع نہیں ہوگا جب تک اگلے برس رمضان کا اتنا ہی عرصہ گزر نہیں جاتا۔

(۳) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علی نے ایک مرتبہ یہ بھی فتویٰ دیا تھا کہ جب وہ شخص

رمضان کے دوران اپنی بیوی سے یہ کہے تو طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک ستائیسویں رات نہیں گزر جاتی۔

نوٹ: امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق باقی یہی ہے باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس بارے میں اس روایت کی طرف گئے پس جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ یہ رمضان کی متعین رات ہوتی ہے اور وہ چوبیسویں اور ستائیسویں رات ہے اس لئے جب ستائیسویں رات گزر جائے گی تو یہ پتہ چل جائے گا کہ شب قدر ہو چکی ہے تو طلاق کا حکم واقع ہو جائے گا اور ایک قول کے مطابق کیونکہ جب اس کے ہونے کا علم نہیں ہوگا تو طلاق کے وقوع کا بھی علم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم ورسولہ

(ب) مکرہ کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: اس کا جواب شرح معانی الآثار 2014 کے پرچہ میں دیکھیں۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان
شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)
الموافق سنة 1436هجری، 2015ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات

الورقة الولی: صحیح البخاری، مجموع الارقام، 100

الملاحظه: السؤال الأخیر اجباری ولک الخیار فی البواقی أن تجیبی عن اثنین فقط

السؤال الاول عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال النبی ﷺ العائد فی هبته کالکلب یقیئ ثم یعود فی قیئه

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہبہ کرکے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کرکے کھالے“۔

تشریح:

اس حدیث سے طاؤس، عکرمہ، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی ہبہ کرنے والے کیلئے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں سوائے باپ کے جو بیٹے کو ہبہ کرتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک کوئی شخص کسی اجنبی کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرسکتا ہے بشرطیکہ اس نے اس سے اس ہبہ کا عوض نہ لیا ہو ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کا اجنبی کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرنا جائز ہے جبکہ اس سے عوض نہ لیا ہو جب تک وہ چیز قائم ہو اور یہ قول حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوہریرہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بہت

سے فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ کرکے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کرکے کھالے اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ہبہ کرکے رجوع کرنا اتنا قبیح ہے جتنا کتے کا قے کرکے کھانا قبیح ہے۔ اور یہ مروّت اور اخلاق کے اعتبار سے بُرا ہے شرعاً قبیح نہیں ہے کیونکہ کتے کا فعل حلال اور حرام کے ساتھ متصف نہیں کیا جاتا۔

(ب) ہبہ واپس لینا جائز ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ مع الدلائل لکھیں۔

جواب

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء:

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کرکے اس سے رجوع کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے، طاؤس اور حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا اس کیلئے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس کے عوض نہ لیا ہو، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف ہے اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ کا عوض نہیں لیا ہے تو وہ ذی رحم محرم سے بھی رجوع کرسکتا ہے۔

سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ذی رحم محرم کے غیر کو کوئی چیز ہبہ کی اور وہ چیز قائم ہو اور ہلاک نہ ہوئی ہو اور اس چیز میں کوئی اضافہ نہ ہوا ہو اور اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے جیسے اس نے اپنے چچا زاد یا ماموں زاد کو کوئی چیز ہبہ کی ہو اور اگر اس نے اپنے ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے مثلاً اس

کی بیٹی یا بھائی یا دادا یا نانا یا ماموں یا چچا یا بھتیجا یا بھانجا۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس چیز کو ثواب کیلئے ہبہ کیا ہے اس سے رجوع کرنا جائز ہے خواہ محرم کو ہبہ کیا ہو یا غیر محرم کو۔

(ج) حدیث مذکور کس کی مؤید ہے؟ اگر آپ کی مؤید نہ ہو تو اس کا جواب دیں۔

جواب: ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے پر فقہاء احناف کی دلیل:

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کر لے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو قے میں رجوع کرنے والا ہے وہ کتا ہے اور کتا کسی حلال یا حرام کا مکلف نہیں ہے لہٰذا اس سے ہبہ میں رجوع کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی۔ اس حدث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منزّہ فرمایا ہے کہ وہ کتے کی مثل کوئی کام کریں سو ہبہ میں رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح ابن بطال، جلد ۷، صفحہ ۱۱۰، ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے پر حافظ ابن حجر کی دلیل:

نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارے لئے اس سے بُری مثال نہیں ہے یعنی ہم مؤمنین کی جماعت کو ایسی مذموم صفت کے ساتھ متصف نہیں ہونا چاہیے جس میں وہ خسیس حیوانات کے خسیس احوال میں مشابہ ہوں آپ نے یوں نہیں فرمایا کہ تم ہبہ کر کے رجوع نہ کرو بلکہ فرمایا: ہبہ کر کے رجوع والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے رجوع کر لے اور اس میں ہبہ میں رجوع کی ممانعت زیادہ قوی اور زیادہ واضح ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا قے میں رجوع کرنے والے کی مثل ہے اگرچہ تحریم کا تقاضا کرتا ہے لیکن دوسری حدیث میں فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرے اور کتا غیر مکلف ہے پس اس پر قے کو کھانا حرام نہیں ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ کتے کے فعل کے مشابہ فعل سے منزّہ ہونا چاہیے یعنی ہبہ کر

کے اس سے رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر ۵، صفحہ ۴۰۶)

السؤال الثانی كان رسول الله ﷺ اجود الناس و كان اجود مايكون فی رمضان حين يلقاه جبريل و كان يلقاه فی كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن فلرسول الله ﷺ اجود بالخير من الريح المرسلة

(الف) ترجمہ و تشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت آپ رمضان میں کرتے تھے جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے، پس رسول اللہ ﷺ (لوگوں کے نفع کے لئے) بھیجی ہوئی ہواؤں سے زیادہ خیر کی سخاوت کرتے تھے۔

تشریح:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے حدیث میں اجود کا لفظ ہے جو جود کا اسم تفضیل ہے علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی 715ھ نے لکھا ہے: رجل جواد کا معنی ہے: سخی آدمی (لسان العرب جلد نمبر 3، صفحہ 234، دار صادر بیروت) نیز لکھا ہے: من الجواد کا معنی ہے: یہ سخاوت سے ہے لہٰذا اجود کا معنی ہے جس شخص کے جو چیز لائق ہو اس کو وہ عطا کرنا اور آپ کے سب سے زیادہ جواد ہونے میں کیا شک ہے آپ سب سے زیادہ حسین تھے آپ کے افعال سب سے زیادہ اچھے تھے اور آپ

کے اخلاق سب سے زیادہ عمدہ تھے اسی طرح آپ سب سے زیادہ سخی تھے آپ کسی سائل کو ''نہ'' نہیں فرماتے تھے نیز اس حدیث میں الریح المرسلۃ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بھیجی ہوئی ہوا۔ اور اس کا معنی رحمت (یعنی بارش) کے لئے بھیجی ہوئی ہوا بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وهو الذى يُرسِلُ الرِّيحَ بُشرا بَيْنَ يَدَى رَحْمَتِهِ (الاعراف:٥٧)

''اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا، آپ وہ عطا فرما دیتے۔ (مسند احمد جلد ۱، صفحہ ۲۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ جواد کون ہے؟ اللہ سب سے زیادہ جواد ہے اور بنو آدم میں سب سے زیادہ جواد میں ہوں، اور میرے بعد سب سے زیادہ جواد وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کر کے اس کو پھیلایا اس کو قیامت کے دن امت میں اکیلا اٹھایا جائے گا اور وہ شخص سب سے زیادہ جواد ہوگا جس نے اپنی جان کی اللہ کی راہ میں سخاوت کی، حتی کہ شہید ہوگیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی سب سے زیادہ رمضان میں فیاضی فرماتا ہے رمضان کی ایک شب میں اس نے ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر مقرر فرمایا، رمضان میں تسبیحات کا اجر ستر گنا زائد عطا فرماتا ہے اور فرمایا: روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں خود ہوں۔

(صحیح البخاری:۱۸۹۴)

نیز اس حدیث مذکور ہے کہ حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے اور آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ رمضان میں قرآن مجید کے دور کی حکمت یہ ہے کہ اب تک جو احکام نازل ہو چکے تھے ان پر یقین کو تازہ کیا جائے اور تاکہ

حضرت جبریل قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح اور تجوید کے احکام پہنچائیں تاکہ بہت کے لئے بھی قرأت اور تجوید کی تعلیم حاصل کرنا سنت ہو۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 148)

(ب) امام بخاری اور صحیح بخاری کا مکمل نام لکھیں۔

جواب

امام بخاری کا مکمل نام: ابو عبداللہ محمد بن ابی الحسن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن الاحنف بردزبہ الجعفی ہے۔

صحیح بخاری کا مکمل نام: امام بخاری نے اپنی صحیح کا نام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسنتہ وایامہ'' رکھا لیکن عوام وخواص میں یہ کتاب ''صحیح بخاری'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔

(ج) خط کشیدہ صیغے لکھیں۔

یُدَارِسُ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق، بے ہمزہ وصل، صحیح از باب مفاعلہ۔

اَجْوَدُ صیغہ واحد مذکر اسم تفضیل ثلاثی مجرد اجوف واوی از باب نصر ینصر۔

یَلْقَا صیغہ واحد مذکر غائب، فعل مضارع معروف، ناقص یائی از باب سمع یسمع۔

السؤال الثالث قال رسول الله ﷺ فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام

(الف) ترجمہ وتشریح کریں اور خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے“۔

تشریح اور خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت

ثرید کی تعریف:

گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑوں کو ڈال کر جو طعام بنایا جائے اس کو ثرید کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۶، صفحہ ۳۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ ثرید گوشت سے بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دنیا اور اہل جنت کے طعام کا سردار گوشت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر فضیلت ثرید کی طرح ہے اور ثرید گوشت سے بنتا ہے اور کھانوں کا سردار گوشت ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں کی سردار ہیں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دنیا اور آخرت میں فضیلت کو لازم آتی ہے لیکن ان کی دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسری احادیث صحیحہ سے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا ثبوت ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اکابر صحابہ حضرت عائشہ سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے، عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ کی

رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔ عروہ نے کہا میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو عالم میں نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

(ب) حضرت سیدہ عائشہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما میں سے افضل کون ہے؟

جواب

شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اگر افضلیت سے مراد کثرت علم ہے تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور اگر اس سے مراد اصل اور ذاتی شرف ہے تو لامحالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا ان کا کوئی شریک نہیں ہے اور اگر شرف سیادت مراد ہے تو اس کی تصریح صرف سیدہ فاطمہ کے لئے کہ سیدہ فاطمہ اپنی بہنوں سے اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ وہ سب نبی ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فضیلت علم کی وجہ سے ممتاز ہیں۔

نوٹ: علامہ زرہونی مالکی متوفی ۱۳۷۸ھ لکھتے ہیں امام سبکی نے کہا ہے کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین یہ ہے کہ بے شک حضرت فاطمہ افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ ہیں۔ علامہ زرہونی لکھتے ہیں کہ تمام محققین کا یہی موقف ہے اور اس کے خلاف کی طرف التفات نہ کیا جائے نیز علامہ سبکی نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج مطہرات فضیلت میں مساوی ہیں اور وہ باقی عورتوں سے افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے افضل ہونے پر اجماع ہے اور اختلاف صرف حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے اور بعض نے کہا کہ دنیا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور آخرت میں حضرت عائشہ افضل ہیں کیونکہ آخرت میں سیدہ فاطمہ

حضرت علی کے پاس ہوں گی اور حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوں گی۔

(ج) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ دو احادیث تحریر کریں۔

جواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر احادیث:

1-عن عائشة انها قالت قال رسول الله ﷺ اريتک فی المنام ثلاث ليال جآئنی بک الملک فی سرفة من حرير فيقول هٰذِه امراتک فاكشف عن وجهک فاذا انت هی فاقول ان يک هذا من عند الله يمضه

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تین راتوں تک مجھے خواب میں دکھائی گئیں ایک فرشتہ تمہیں (تمہاری تصویر کو) ریشم کے ایک ٹکڑے میں لے کر آیا وہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہیں ان کا چہرہ کھولئے، پس میں نے دیکھا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کردے گا۔

2-عن عائشة ان الناس كانوا يتحرون بهدايا هم يوم عائشة يبتغون بذالک مرضاة رسول الله ﷺ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی کے لئے لوگ اس دن تحفے بھیجتے تھے جس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی تھی۔

3-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی میری سہیلیاں آتیں سو وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتیں تو وہ بھاگ جاتیں اور رسول اللہ ﷺ ان کو میرے ساتھ شامل کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی

تھیں۔

4-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے فرماتے تھے جب تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہاری ناراضگی کو پہچان لیتا ہوں اور جب تم راضی ہوتی ہو تو میں تمہاری رضا کو پہچان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا محمد اور جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا رسول اللہ۔

السوال الرابع عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ شَقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِشْهَدُوْا

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا پس نبی ﷺ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ"۔

(ب) معجزہ شق قمر آپ ﷺ نے کیوں ظاہر فرمایا؟

جواب

معجزہ شق قمر ظاہر کرنے کی وجہ:

معجزہ شق قمر آپ ﷺ کے ظاہر فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو چاند کو دو ٹکڑوں میں کر کے دکھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔

چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا یہ معجزات کی عادت سے خارج تھا علامہ خطابی نے کہا

ہے کہ چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہے اور کسی شخص کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔ نیز جس وقت یہ معجزہ رونما ہوا اس وقت نبی ﷺ منیٰ میں تھے اور آپ کے ساتھ مومن بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تو پھر چاروں طرف سے لوگ آئے تو انہوں نے چاند کے شق ہونے کی خبر دی اور یہ بہت عظیم اور بہت عجیب و غریب معجزہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر:1)

"قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا"۔

(ج) بخاری شریف میں مناقب سیدنا عمر فاروق پر مذکورہ احادیث میں سے تین تحریر کریں۔

جواب

1-قال رسول الله ﷺ ایها یا ابن الخطاب والذی نفسی بیده ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، شیطان جب تمہیں کسی راستہ پر جاتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر جاتا ہے"۔

2-قال النبی ﷺ لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی منهم احد فعمر

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں"۔

3-عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول بینا انا نائم رایت الناس عرضوا علیّ و علیهم قمص فمنها ما یبلغ الثدی ومنها ما یبلغ دون ذالک و عرض علی عمر و علیه قمیص اجتره قالوا فما اولته یا رسول الله؟ قال الدین

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب) میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان پر قمیصیں تھیں پس ان میں سے بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی قمیصیں اس سے بھی کم تھیں اور میرے سامنے عمر پیش کیے گئے اور ان پر جو قمیص تھی (وہ اتنی لمبی تھی) کہ وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دین"۔

4-"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب (نبی) ہوتے"۔ (سنن ترمذی:3686)

5-"حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین ہیں۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر آپ نے یہ کہا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو"۔

الاختباری السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باكستان
شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)
الموافق سنة 1436هجری، 2015ء، الوقت المحدود: ثلاث ساعات
الورقة الثانية: صحیح المسلم، مجموع الارقام، 100
الملاحظه: السؤال الأول اجباری ولک الخيار فی البواقی ان تجيبی عن الاثنين فقط

السؤال الأول قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ اَوْ شَقَّ الْجُيُوْبَ اَوْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

الف) اعراب لگائیں، ترجمہ کریں

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگادیئے گئے ہیں۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص منہ پیٹے اور گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ب) حدیث پاک میں مذکورہ تین جملوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ تشریح کریں؟

جواب:

من ضرب الخدود کی تشریح:

نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جو اسلام میں کسی صدمہ، دکھ یا کسی تکلیف پر بے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے منہ کو پیٹے یعنی منہ پر تھپڑ مارے تو یہ بے صبری ہے یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہے اور مسلمان کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

یا ایها الذین اٰمنوا اصبروا و صابروا

"اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو"۔

اور جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتا ہے: **انا لله وانا اليه راجعون**

"بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔ کیونکہ مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شق الجیوب کی وضاحت:

"شق الجیوب" کا مطلب ہے گریبان چاک کرنا، کپڑوں کو پھاڑنا بھی مصیبت پر صبر کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں فرمایا ہے:

ان الانسان خلق هلوعا ○ اذا مسه الشر جزوعا ○ اذا مسه الخير منوعا ○

ترجمہ: بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبرا) پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (یعنی بے صبری کا اظہار) کرتا ہے اور جب اس کو نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے مگر **الا المصلين الذين هم على صلوتهم دائمون** "مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں" وہ بے صبری نہیں کرتے اور کپڑوں کو نہیں پھاڑتے۔

(اور سورۃ الممتحنہ آیت نمبر ۱۲) میں رب تعالیٰ نے فرمایا: **ولا یعصینک فی معروف**

"اور نہ کسی نیکی میں آپ کی نافرمانی کریں گی"۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم لکھتے ہیں **ولا تمزقن جيبا** "اپنے گریبان نہ پھاڑو" اسی طرح شیخ محمد بن حسن طوسی اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **ولا يشققن جيبا** "کہ گریبان نہ پھاڑیں"۔ اور شیخ ابو علی بن حسن طبری لکھتے ہیں **وتمزيق الثياب و**

شق الجیب ''اور کپڑے نہ پھاڑیں اور گریبان نہ پھاڑیں''۔

پس معلوم ہوا کہ کپڑے اور گریبان پھاڑنا نیکی نہیں۔

دعا بدعوی الجاهلية کی وضاحت:

اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ وپکار نہیں کرے کیونکہ اسلام جاہلیت کے تمام برے کاموں کے کرنے سے منع کرتا ہے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو جب مصیبت پہنچی تو وہ اپنے آباؤ اجداد کی خوبیاں بیان کرنے لگ جاتے اور اُن کی شان میں مرثیہ وغیرہ کہتے اور حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عادتیں ہیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی، خاندانی شرافت پر فخر کرنا اور نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں بلند آواز سے روتیں اور اپنے مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرتی تھیں جس طرح حضرت خالد بن ولید فوت ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کو اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر آواز سے رونے کی اجازت ہے مگر آواز نکالنا کہ ہائے وہ مرگیا، ہائے یہ مرگیا، ہائے وہ مرگیا وغیرہ یہ دورِ جاہلیت کا طریقہ ہے اور اس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

نوٹ: تو معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت سے مراد اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت، یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرنا اور مُردے کے متعلق کہنا ہائے پہاڑ، ہائے میرے باز، یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے شریعتِ اسلام مین جائز نہیں (عمدۃ القاری، ج 8، ص 127)

(ج) کیا مذکورہ کام کرنے والا ایمان سے خارج ہوجاتا ہے؟

جواب:

جو شخص منہ پیٹے یا گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ کبیرہ گناہ کرنے والا گناہ گار تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔

لیس منّا کا مطلب:

''لیس منا'' کا معنی یہ ہوگا کہ ایسا شخص ہماری سیرت کا ملہ اور ہمارے پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہے۔ وہ ہماری اقتدا کرنے والا نہیں اور ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہوگیا کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا، ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال و جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہوجائے گا، یہ جملہ تغلیط کیلئے ہے۔

(د) جاہلیت کا معنی اور وجہ تسمیہ:

اسلام سے پہلے کے زمانہ کو جاہلیت کا زمانہ کہتے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں انسانوں کے اندر بہت سے بُری عادتیں پیدا ہوگئی تھیں مثلاً زندہ لڑکیوں کو دفن کرنا وغیرہ اور اسلام نے آکر ان چیزوں کو ختم کردیا اس لئے اسلام سے پہلے زمانہ کو دورِ جاہلیت اور بعد کے زمانہ کو سلام سے منسوب کیا گیا۔

زمانہ جاہلیت سے مراد:

اسلام کے ظہور سے پہلے کا زمانہ فترت، یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرنا اور مُردے کے متعلق کہنا: ہائے پہاڑ، ہائے میرے بازو، یہ اہل جاہلیت کا طریقہ ہے۔ شریعتِ اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد 8، صفحہ 127، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ)

السوال الثانی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا

بَیْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء جنت ہی ہے۔

تشریح:

حضور ﷺ کا جوفرمانا ہے ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب بندہ ایک عمرہ کرتا ہے تو دوسرے عمرہ کے درمیان اگر اس سے کوئی صغیرہ گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے دوسرا عمرہ کرنے کی برکت سے اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے جیسے، بہت سی دوسری احادیث کا مفہوم ملتا ہے کہ ایک نماز دوسری نماز کے درمیان کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہ اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا: حج مبرور کی بس ایک ہی جزا ہے اور وہ جنت ہے کیونکہ حج کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کو اپنے گناہوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جب بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور حج کے بارے میں بھی ہے کہ حج کرنے والے کے سارے گناہوں کو رب تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

(ب) کیا حج کبیرہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟ اگر نہیں تو "لیس لہ جزاء الخ...... کا کیا

مطلب ہے؟

جواب:

حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے ان بندوں کی طرف دیکھو ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے سامنے آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے ان کو ساٹھ ستر سال سے فتنہ میں ڈالا ہوا تھا اور (آج) پلک جھپکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں:

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

حج کرنے سے گزشتہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن اس پر اجماع ہے کہ عبادات سے صرف وہ صغائر معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو، کیونکہ

حقوق العباد اس وقت معاف ہوتے ہیں جب صاحب حق کو راضی کر دیا جائے علاوہ ازیں شرک کے علاوہ باقی گناہوں کا معاف ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

(مرقات، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 382، المکتبۃ الحقانیۃ، پشاور)

(ب) کیا حج کبیرہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟ اگر نہیں تو **لیس لہ جزاء الخ** کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن جن علماء کے نزدیک حج کرنے سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں ان کی تحقیق نے تو حج کی عظمت اور اہمیت کو ختم کر دیا ہے صرف صغائر کی مغفرت تو ایک نماز پڑھنے سے بھی بلکہ وضو کرنے سے بھی ہو جاتی ہے۔ پھر حج کی خصوصیت کیا رہے گی! یہ ٹھیک ہے کہ کبیرہ گناہوں کی معافی توبہ سے ہوتی ہے لیکن حج کرنے والا میدان عرفات میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے اس لئے حج کرنے سے اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(صحیح البخاری، جلد 3، صفحہ نمبر 778)

لیس لہ جزاء الخ کا مطلب:

حج کرنے سے انسان کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس شخص پر جنت واجب ہو جاتی ہے لیکن اگر حج کرنے کے بعد اس سے جو بھی گناہ ہوں گے ان گناہوں کی وجہ سے اس کی پکڑ ہو گی جس طرح جب کوئی کافر شخص مسلمان ہوتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں لیکن اگر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گناہ کرتے گا تو اُس کو ان گناہوں کی وجہ سے ضرور سزا دی جائے گی، **لیس لہ جزاء الخ** کا مطلب بھی یہی ہے۔

(ج) حج مبرور کی تعریف کریں اس کی علامات لکھیں عمرہ کا لغوی واصطلاحی معنی لکھیں؟

جواب

"حَجٌّ" ح کے زبر سے بمعنی قصد وارادہ ہے چونکہ حج سال میں ایک بار ہوتا ہے اور اس میں بیت اللہ کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے، لہٰذا اسے حج کہتے ہیں۔

(تفسیر نعیمی، صفحہ نمبر 304، جلد نمبر 2)

حج کا لغوی معنی: حج کا لغوی معنی کسی معظم چیز کا ارادہ کرنا ہے۔

حج کا اصطلاحی معنی: حج کے مہینوں میں مخصوص مقامات یعنی کعبۃ اللہ اور عرفات کے مخصوص افعال یعنی حج کا احرام باندھنا، طواف کرنا، میدان عرفات میں ٹھہرنا وغیرہ کے ساتھ زیارت کرنا حج ہے۔

مبرور: لفظ مبرور کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔

لغوی معنی: "المبرور" کا ماخذ "بر" ہے اس کا معنی ہے، نیکی۔

اصطلاحی معنی: ابن خالویہ نے کہا: اس کا معنی ہے حج مقبول، دوسروں نے کہا: اس کا معنی ہے، جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

حج مبرور کی تعریف وعلامات:

حجِ مبرور وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ کیا ہو، یا وہ حج جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو، یا حج مقبول۔ لیکن یہ ایک امر باطن ہے اور تیسرا معنی بھی اس لفظ کے مفہوم پر زائد ہے اس سے پہلے دو معنی معتبر ہیں۔ حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج مبرور کی تفسیر کھانا کھلانے اور اچھی باتوں سے کی ہے۔

عمرہ کالغوی معنی: العمرة لغة الزيارة عمرہ کالغوی معنی ہے زیارت کرنا۔

عمرہ کا اصطلاحی معنی:

تطلق شرعا مجموع الأمور الاربعة (۱) الاحرام، (۲) الطواف بالبيت (۳) السعی بين الصفا والمروة، (۴) الحلق او القصر

عمرہ کا شرعی معنی چار چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) احرام، (۲) بیت اللہ کا طواف، (۳) سعی، (۴) سرمونڈنا یا بال کٹوانا۔

(التسہیل الضروری لمسائل القدوری، صفحہ نمبر 153، حصہ اول)

نوٹ: عمرہ، عمر سے بنا ہے بمعنی زندگی چونکہ یہ عبادت عمر بھی میں ہر وقت کی جا سکتی ہے اس لئے عمرہ کہا جاتا ہے اور ممکن ہے عمرہ بمعنی آبادی ہو چونکہ بیت اللہ اس عبادت کی بدولت ہر وقت آباد رہتا ہے، لہٰذا اسے عمرہ کہا جاتا ہے۔

السؤال الثالث قال رسول اللہ ﷺ یحرم من لارضاعة ما یحرم من الولادة

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ (حوالہ: شرح صحیح مسلم، کتاب الرضاعۃ، صفحہ نمبر 903، جلد نمبر 3)

تشریح:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں، باپ اور ان کے تمام اصول اور فروع حرام ہو جاتے ہیں خواہ وہ نسباً اصول وفروع ہوں یا رضاعاً، حتی کہ اگر دودھ پلانے والی کے ہاں اس کے موجودہ شوہر سے یا کسی اور شوہر سے اولاد ہو خواہ دودھ

پلانے سے پہلے ہو یا دودھ پلانے کے بعد ہو یا وہ کسی اور بچہ کو دودھ پلائے یا دودھ پلانے والی کے شوہر کی کسی اور بیوی کی سے اولاد ہو خواہ اس کو دودھ پلانے سے پہلے ہو یا بعد، تو یہ سب دودھ پینے والے کے بھائی اور بہن ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہیں دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی اس کا چچا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں ہے اور بہن اس کی خالہ ہے اسی طرح دادا، دادی، نانا، اور نانی کے رشتے ہیں۔ رضاعت کی وجہ سے سسرالی رشتوں کی حرمت بھی ہوتی ہے حتی کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہے اور دودھ پینے والے کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہے باقی سسرالی رشتوں کی تفصیل بھی اسی پر قیاس ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ دودھ پینے والا، دودھ پلانے والی کا محرم ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہے اس کو دیکھنا اس کے لئے حلال ہے اور اس کے ساتھ خلوت جائز ہے اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے لیکن نسب کے تمام احکام رضاعت میں جاری نہیں ہوتے، ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی اور نہ ان میں سے کسی کا دوسرے پر نفقہ واجب ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کی اولاد بھی ایک دوسرے پر حرام ہے۔

(ب) کتنا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ اختلاف ائمہ مع الدلائل لکھیں؟

جواب

کتنا دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ کم از کم پانچ چسکیاں اس کے لئے ضروری ہیں اس سے کم میں رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ لیکن جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین اور فقہاء مجتہدین رحمہم اللہ اجمعین کا یہ نظریہ ہے کہ ایک قطرہ پینے سے

بھی رضاعت ثابت ہوجائے گی۔امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

امام شافعی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دلائل:

1-عن عائشة رضی الله عنها انها قالت كان فيما انزل الله من القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفی رسول الله ﷺ وهی فيما يقرأ من القرآن وفی رواية ابن يوسف بخمس معلومات يحرمن

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ الفاظ نازل فرمائے عشر رضعات یعنی دس مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی پھر ان میں سے پانچ مرتبہ کو منسوخ کر دیا گیا اور حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور بقیہ پانچ مرتبہ پینے کے الفاظ پڑھے جاتے تھے اور ابن یوسف کی روایت میں خمس معلومات آیا ہے۔

2-عن عائشة رضی الله عنها انها كانت تقول نزل فی القرآن عشر رضعات معلومات يحرمن ثم صرن الی خمس يحرمن و كان لا يدخل علی عائشة الا من استكمل خمس رضعات

(بیہقی شریف جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 454، باب من قال لا یحرم من الرضاع)

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ قرآن کریم میں عشر رضعات معلومات کے الفاظ نازل ہوئے جو حرمت رضاعت ثابت کرتے تھے پھر پانچ مرتبہ تک باقی رہی اور زائد پانچ منسوخ ہوگئیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر اسے آنے دیتی تھیں جس نے پانچ مرتبہ دودھ مکمل کرلیا ہو۔

نوٹ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ موطا امام محمد میں ہے کہ آپ نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ہمشیرہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ ان کو دس مرتبہ دودھ پلاؤ تا کہ میں ان کی خالہ بن جاؤں۔لیکن انہوں نے صرف تین بار دودھ پلایا جس کی بناء پر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بے حجاب آنے کی اجازت نہ دی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دلائل کے خلاف جمہور کے دلائل:

قال جمهور العلماء يثبت برضعة واحدة حكاه ابن المنذر عن علی و ابن مسعود و ابن عمر و ابن عباس و عطاء و طاووس و ابن المسيب والحسن ومكحول والزهری و قتادة والحكم وحماد و مالک والاوزاعی والثوری وابی حنيفة رضی الله عنهم

(نووی شریف شرح صحیح مسلم جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 468، کتاب الرضاع مطبوعہ نور محمد کراچی)

حوالہ بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور صحابہ کرام اور تابعین حضرات کا یہ مسلک ہے کہ حرمت رضاعت صرف ایک مرتبہ دودھ پینے سے کہ جس سے ایک قطرہ حلق سے اتر جائے، ثابت ہو جاتی ہے۔اس مسئلہ پر حضرات صحابہ کرام کے کچھ مزید اقوال درج ذیل ہیں۔

اقوال صحابہ کرام:

1-اخبرنا ابن جريج قال قال عطاء يحرم منها ما قل وما كثر قال وقال ابن عمر لما بلغه عن ابن الزبير انه ياثر عن عائشة فی رضاع انه قال لا يحرم منها دون سبع رضعات قال الله خير من عائشة قال الله تعالیٰ واخواتكم من الرضاعة ولم يقل رضعة ولا رضعتين

ترجمہ: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا کہ جناب عطاء نے فرمایا: رضاعت خواہ کم ہو یا زیادہ اس سے حرمت آجاتی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب انہیں حضرت ابن زبیر سے یہ بات پہنچی کہ وہ حضرت عائشہ سے ایک اثر نقل کرتے ہیں وہ یہ کہ سات مرتبہ دودھ چوسنے سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تمہاری رضاعی بہنیں

تم پر حرام ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ چوسنا یا دو مرتبہ چوسنے کا ذکر نہیں کیا۔

نوٹ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کے خلاف جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے بہتر ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے رضاعت کے ساتھ پانچ یا ساتھ مرتبہ کی قید نہیں لگائی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لگاتی ہیں۔

2-عن عبدالکریم ابن امیة عن طاوس قال تحرم من الرضاعة المرة الواحدة

ترجمہ: عبدالکریم ابن امیہ جناب طاؤس سے بیان کرتے ہیں: ''دودھ ایک مرتبہ پینے سے بھی حرمت آجاتی ہے''۔

3-عبدالرزاق قال اخبرنی ابن جریج قال اخبرنی ابن طاؤس عن ابیه انه قال تحرم المرة الواحدة قلت هی المصة قال نعم

ترجمہ: عبدالرزاق کہتے ہیں کہ مجھے ابن جریج نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ مجھے ابن طاؤس نے اپنے والد سے بتایا انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت آجاتی ہے میں نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے مراد ایک مرتبہ چوسنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں!

4-عن الزهری و قتادة عمن سمع الحسن قالوا فی الرضاع قلیله و کثیره سواء

ترجمہ: جناب زہری اور قتادہ رضی اللہ عنہما اس شخص سے بیان کرتے ہیں جس نے جناب حسن سے یہ مسئلہ سن رکھا تھا کہ انہوں نے دودھ کے متعلق کیا فرمایا؟ فرمایا: کہ رضاعت قلیل ہو یا کثیر حرمت لانے میں برابر ہے۔

(شرح موطا امام محمد جلد دوم، صفحہ نمبر 241، 244)

(ج) مدتِ رضاعت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف لکھیں

جواب: مدتِ رضاعت میں اختلاف:

مدتِ رضاعت میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مدت تیس ماہ ہے۔ صاحبین یعنی امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو سال اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل:

ان کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة

مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلائیں یہ اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہتا ہے۔اور تکمیل کے بعد اضافہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے: **وفصاله فی عامین** اور اس کا دودھ چھڑانے کے بعد دودھ نہیں پلایا جاسکتا اس سے ظاہر ہوا کہ دو سال کے اندر بچے کی دودھ کفایت کرتا ہے اور دو سال کے بعد رضاعت کا معاملہ بڑوں کی مثل ہو جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل:

ان کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وحمله و فصاله ثلاثون شهرا

''اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے''۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدتِ حمل اور مدتِ رضاعت دونوں کی علیحدہ علیحدہ مدت تیس ماہ ہے کیونکہ حملہ وفصالہ میں فصالہ کا عطف حملہ پر ہے اور عطف جانبین میں مغائرت کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا یہ دونوں آپس میں مغائر ہیں اس لئے حمل اور دودھ چھڑانا دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں کیلئے مذکورہ مدت (تیس ماہ) الگ الگ مقرر ہونی چاہیے۔

چونکہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ مدتِ حمل دو سال سے زائد نہیں ہو سکتی لہٰذا دوسری چیز یعنی مدت رضاعت تیس ماہ ہی ہونی چاہیے اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دو سال مکمل دودھ

پلانے والی آیت (حولین کاملین) میں دوسال مکمل کرنے کے بعد فرمایا:

وان اراد فصالا عن تراض منهما و تشاور

"اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے دودھ چھڑوانا چاہیں تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ دوسال بعد باہمی مشورہ سے دودھ چھڑایا جاسکتا ہے جس پر کوئی گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسال کے بعد بھی دودھ پلانا جائز ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرۃ آیت 233 میں فرمایا:

وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم

اور اگر تم اپنے بچوں کو کسی اور عورت سے دودھ پلانا چاہو تو کوئی گناہ نہیں (جب ان کی حقیقی مائیں دودھ پلانے پر راضی نہ ہوں) اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد دوسال کے بعد دودھ پلانا ہے اس لئے کہ دودھ جس طرح دوسال تک رضاع بنتا ہے اس طرح دوسال کے بعد بھی رضاع بنتا ہے اور دودھ دوسال کے فوراً بعد نہیں چھڑایا جاسکتا بلکہ بتدریجاً چھڑایا جاتا ہے یہاں تک کہ بچہ آہستہ آہستہ دودھ پینا بھول جائے اور دیگر اشیاء کھا پی کر گزارا کرنے لگے اس لئے دوسال پر کچھ مدت بڑھانا لازمی ہے جب اضافہ ضروری ہوا تو ہم نے اس کے لئے ادنیٰ مدت حمل کو لیا جو چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی انتہا کو حمل کی ابتداء پر قیاس کیا امام زفر کہتے ہیں کہ جب دوسال پر اضافہ کرنا ہی ہے تو سال کا اضافہ کیا جائے۔ اس لئے آپ مدت رضاعت تین سال قرار دیتے ہیں۔

(المبسوط جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 136,137، باب الرضاع، مطبوعہ بیروت)

السؤال الرابع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لاعن رسول الله ﷺ بين رجل من الانصار وامرأته و فرق بينهما

الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری اور اس کی عورت کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان تفریق کردی"۔

تشریح:

لعان کا لفظ "لعن" سے ماخوذ ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس پر گواہ بناتی ہوں کہ اس شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 1148، کتاب اللعان)

(ب) لعان کی ضرورت کب ہوتی ہے؟ نیز اگر مرد یا عورت کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو کیا کیا جائے گا؟

جواب

لعان کی ضرورت کب ہوتی ہے:

مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح پر کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حد قذف (تہمتِ زنا کی حد) اس پر لگائی جاتی یعنی عورت عاقلہ، بالغہ، مسلمہ، عفیفہ ہو تو لعان کیا جائے گا۔

مرد یا عورت کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

اگر لعان کرنے والا شخص لعان کے بعد اپنی بات کو جھٹلا دیتا ہے تو کیا وہ دوبارہ اس عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی صورت میں وہ شخص اس عورت کے ساتھ دوبارہ شادی کر سکتا ہے۔

دلیل: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اپنے مؤقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں: ''شوہر کا اپنی بات کی تکذیب کر دینا اس کے گواہی سے رجوع کرنے کے مترادف ہے اور جب گواہی دینے کے بعد اس سے رجوع کر لیا جائے تو اس گواہی کا حکم باقی نہیں رہتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت اس شخص کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو چکی ہے۔

دلیل: امام ابو یوسف کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''لعان کرنے والے میاں بیوی کبھی دوبارہ شادی نہیں کر سکتے''۔ اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے۔ حرمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثابت ہوتی ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس عورت کے ساتھ دوبارہ کبھی بھی شادی نہیں کر سکتا۔

نوٹ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں جو حدیث پیش کی ہے یہ اس وقت ہے جب وہ دونوں میاں بیوی لعان کرنے والے کے طور پر برقرار رہیں، تو ان دونوں کے درمیان حرمت بھی برقرار رہے گی لیکن جب شوہر نے اپنی بات کو جھٹلا دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اپنی گواہی کو ختم کر دیا اور جب گواہی ختم ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لعان اپنی اصل صورت میں برقرار نہیں رہا اور جب لعان برقرار نہیں رہا تو اب وہ دونوں بعد میں اکٹھے ہو سکتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں۔

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

الوقت المحدود ثلاث ساعات الورقة الثالثة: جامع ترمذی مجموع الارقام :100

الموافق سنة ١٤٣٦/ ٥/ ٢٠١٥

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی ان تجیبی عن اثنین فقط

السوال الاول عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَبَعَثَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ اشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَ اَبْوَالِهَا

(الف) ترجمہ کریں اور کلمات حدیث پر حرکات وسکنات لگائیں

جواب

اعراب اوپر سوال میں لگا دیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مدینہ منورہ آئے وہاں کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، نبی اکرم ﷺ نے انہیں صدقے کے اونٹوں کی طرف بھیج دیا اور فرمایا: ان کا دودھ اور پیشاب پیو''۔

(ب) کیا اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے؟ اگر نہیں تو حدیث کا جواب کیا ہے؟

جواب

فقہاء فرماتے ہیں کہ حلال جانوروں کے فضلات پاک ہوتے ہیں۔ علامہ ابوعبداللہ ابی وشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فقہاء مالکیہ کی دلیل ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات پاک ہوتے ہیں اور جو فقہاء ان کے فضلات کو نجس کہتے ہیں وہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ضرورت کی بناء پر حرام چیزوں سے علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات نجس ہیں اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانا علاج کی ضرورت سے تھا اور ہمارے نزدیک خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور چیزوں کے سوا ہر نجس چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے اور یہ کہ ہر انسان کا علاج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے کیونکہ وہ لوگ گنوار اور جنگلی تھے ان کی عادت تھی کہ وہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پیتے تھے اور وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے جب وہ شہر میں داخل ہوئے اور اپنی مانوس آب وہوا اور غذاؤں کو چھوڑ آئے تو بیمار پڑ گئے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کی ہدایت دی اور جب انہوں نے اپنی مانوس اور مالوف غذا کھائی تو صحت مند اور فربہ ہو گئے۔

(ج) فاجتووا کی صرفی تحقیق کریں

صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق باہمزہ وصل ناقص یائی از باب افتعال۔

السؤال الثانی (۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال کنا ناکل علی عھد رسول اللہ ﷺ و نحن نمشی و نشرب

(۲) عن انس ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یشرب الرجل قائما، فقیل الاکل قال ذالک اشد

(الف) احادیث طیبہ کا ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: حدیث نمبر 1: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ چلتے پھرتے ہوئے کھالیا کرتے تھے اور پی لیا کرتے تھے"۔

ترجمہ حدیث نمبر 2:

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے ان سے دریافت کیا گیا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ زیادہ شدید (برا) ہے"۔

(ب) دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے، تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب

کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق جواز اور ممانعت دونوں قسم کی احادیث ہیں اسی لئے ان میں تطبیق دینے کے متعلق علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) علامہ خطابی مالکی علامہ ابو محمد بغوی، علامہ محمد مازری مالکی، قاضی عیاض مالکی، علامہ ابو العباس قرطبی مالکی اور علامہ ابوزکریا نووی شافعی رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے اور حضور ﷺ کا عمل بیان جواز کے لئے ہے۔ (۲) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت سے چلتے ہوئے پانی پینے کی ممانعت مراد ہے (اس توجیہہ پر یہ اعتراض ہے کہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم عہد رسالت میں کھڑے ہو کر اور چلتے ہوئے کھاتے اور پیتے تھے۔ سعیدی)۔ (۳) علامہ ابو الولید باجی مالکی اور علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ کوئی شخص اپنے اصحاب کے پاس کوئی مشروب لے کر آئے اور ان کے پینے سے پہلے کھڑے ہو کر پی لے۔ (۴) علامہ ابو عمر وابن عبد البر اور دیگر مالکی علماء نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث ضعیف ہیں (اس توجیہ پر بھی اعتراض ہے)۔ (۵)

علامہ ابو حفص شاہین اور علامہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں۔(٦) شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ناسخ ہیں۔(٧) علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ممانعت کی احادیث کراہت تنزیہی پر محمول ہیں اور نبی ﷺ کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لئے ہے۔سو اب کوئی اشکال اور تعارض نہیں ہے اور جس شخص نے یہ کہا کہ ان میں سے ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہے اس نے سخت غلطی کی، کیونکہ جب ان احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے تو پھر نسخ کی کیا ضرورت ہے اور تاریخ کے علم کے بغیر نسخ کا قول کرنا کس طرح صحیح ہے؟ (علامہ عینی فرماتے ہیں) یہاں علامہ نووی نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اور روضۃ الطالبین میں لکھا ہے کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ (تحریمی) ہے۔علامہ رافعی کا بھی یہی مختار ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مین چلتے پھرتے کھاتے تھے اور کھڑے ہو کر پیتے تھے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا اور پینا بلا کراہت جائز ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ نبی ﷺ کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے اس کو مقرر رکھا ہو ورنہ ائمہ کا مختار یہ ہے کہ سوار ہو کر، چلتے ہوئے اور کھڑے ہو کر نہ کھائے۔

(شرح صحیح مسلم، صفحہ نمبر 278، باب کتاب الاشربۃ)

(ج) دوسری حدیث میں صرف مرد کا ذکر ہے تو کیا مرد اور عورت کے لئے حکم مختلف ہے؟

جواب

مرد و عورت کے لئے حکم:

دوسری حدیث میں جو صرف مرد کا ذکر ہے اس سے مراد مرد اور عورت دونوں شامل ہیں کیونکہ بعض دفعہ مذکر بول کر مذکر و مؤنث دونوں مراد ہوتے ہیں جیسے "یا ایھا الذین امنوا"

اب اس سے مذکر اور مؤنث دونوں مراد ہیں۔اسی لئے اس حدیث میں مرد اور عورت کے لئے ایک ہی حکم ہے۔

السوال الثالث

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ لو اھدی الی کراع لقبلت ولو دعیت الیہ لاجبت

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب:

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اگر بکری کے پائے یا دستی کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا"۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دعوت معمولی کھانے کی بھی دی جائے تو اس دعوت کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ اس میں تواضع ہے اور لوگوں میں باہمی الفت و محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کو کھانے پر بلایا جائے اس کو چاہیے کہ دعوت قبول کرے اور وہاں جا کر پھر کھائے یا نہ کھائے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں اور کنگھی کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں؟

جواب: حضور ﷺ کے سر کے موئے مبارک کے احوال:

حضور اقدس ﷺ کے سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھونگر والے تھے اور نہ بہت سیدھے۔بلکہ دونوں کے بین بین تھے ان بالوں کی درازی میں مختلف روایتیں آتی ہیں۔

ایک روایت میں حضور اقدس ﷺ کے سر کے بالوں کی لمبائی کانوں تک، اور دوسری روایت

میں کانوں کے درمیان تک اور تیسری روایت میں کانوں کی لو تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک، شانوں تک۔ (شمائل ترمذی)۔

ان سب روایتوں میں تطبیق یوں ہے کہ ان کو مختلف اوقات واحوال پر محمول کیا جائے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر ترشوانے سے پہلے اور بعد میں ان میں اختصار وطول ہوتا رہتا۔ مواہب لدنیہ میں اور اس کے موافق مجمع البحار میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کو ترشوانے میں طویل وقفہ ہو جاتا تو بال لمبے ہو جاتے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہو جاتے تھے۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ بالوں کو ترشواتے تھے منڈواتے نہ تھے لیکن حلق منڈوانے کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حج وغیرہ کے دو موقعوں کے سوا بال نہیں منڈواتے تھے۔ واللہ اعلم (مدارج النبوۃ)

اگر موئے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے تو آپ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے۔ اور اگر از خود نہ بکھرتے تو بحال خود رہنے دیتے بہ تکلف مانگ نہ نکالتے۔ حضور اقدس ﷺ بالوں میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے آپ ﷺ جس کسی کے پراگندہ اور بکھرے ہوئے بال دیکھتے تو کراہت سے فرماتے کہ تم میں سے کسی کو وہ نظر آیا ہے (یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے) اسی طرح آپ بہت زیادہ بننے سنورنے اور لمبے بالوں سے بھی کراہت فرماتے۔ اعتدال اور میانہ روی آپ ﷺ کو بہت پسند تھی۔ (مدارج النبوۃ)۔

حضور ﷺ شروع میں اپنے سر کے بالوں کو بے مانگ نکالے جمع کر لیا کرتے تھے پھر بعد میں آپ مانگ نکالنے لگے۔ (شمائل ترمذی، نشر الطیب)

سر منڈوانے میں آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ یا تو سارا سر منڈواتے یا سارے بال رہنے دیتے اور ایسا نہ کرتے کہ کچھ حصہ منڈواتے اور کچھ حصہ رہنے دیتے۔

حضور ﷺ کا سر کے موئے مبارک میں کنگھی کرنا:

آنحضرت ﷺ سوتے وقت مسواک کرتے، وضو کرتے اور سر کے بالوں اور داڑھی مبارک میں کنگھا کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ سفر میں ہوتے یا حضر میں ہمیشہ بوقت خواب آپ ﷺ کے سرہانے سات چیزیں موجود ہوتیں: تیل کی شیشی، کنگھا، سرمہ دانی، قینچی، مسواک، آئینہ، اور ایک لکڑی کی چھوٹی سی سیخ جو سر کھجانے میں کام آتی تھی۔

ابن جریج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھی کے دانت کا کنگھا تھا جس سے آپ ﷺ کنگھا کرتے تھے۔

جو شخص بال رکھے اس کو چاہیے کہ ان کو دھولیا کرے اور صاف رکھے روزانہ داڑھی اور سر میں کنگھا کرنے کی نسبت بہتر یہ ہے کہ ایک آدھ دن بیچ میں ناغہ کر لیا کرے۔

ایک دن چھوڑ کر کنگھی کرنا:

عن عبداللہ بن معفل قال نھی رسول اللہ ﷺ عن الترجل الا غبا

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا، ہاں! مگر کبھی کبھی۔

نوٹ: کنگھی یا اس قسم کی دوسری آرائش وزیبائش کی باتیں جن کی وجہ سے انسان عیش وعشرت کا عادی ہو جائے جو شخص رات دن عیش وعشرت میں پڑ جاتا ہے وہ سست اور کاہل ہو جاتا ہے اس سے دین اور دنیا دونوں کے کام نہیں ہوتے لہٰذا ہر مسلمان کو محنت، جہد مسلسل اور جفاکشی کی عادت ڈالنی چاہیے زمانہ یکساں نہیں رہتا جو قوم زیادہ عیش میں پڑ جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ خراب و برباد ہو جاتی ہے اور محنتی و جفاکش قوم اسے مغلوب کر لیتی ہے اسی لیے محنت میں عظمت ہے اور محنتی قوم کے افراد ہاتھ، پاؤں، جسمانی محنت اور کا سے عقلی کاموں میں بے پناہ ترقی کرتی ہے اور عیش وعشرت کے دلدادہ ہاتھ پاؤں سے کام نہ کرنے والے ناکام اور برباد ہوتے ہیں۔

السؤال الرابع قال رسول الله ﷺ انی کنت نھیتکم عن الظروف وان ظرفا لا یحل شیئا ولا یحرمه و کل مسکر حرام

(الف) حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: ”نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے تمہیں (مخصوص) برتن استعمال کرنے سے منع کیا تھا برتن کسی بھی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتے ہیں البتہ ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے“۔

(ب) جن برتنوں کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کیا اُن سے مراد کون سے برتن ہیں اور آپ ﷺ نے پہلے پہل ان کے استعمال سے کیوں منع فرمایا تھا؟

جواب: حضور ﷺ نے جن برتنوں میں کھانے سے منع فرمایا:

جن برتنوں میں نبی اکرم ﷺ نے نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے، میں نے کہا: آپ ہمیں اپنی زبان میں ان کے الفاظ بتائیں اور ہماری زبان میں اس کی وضاحت کریں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے چار چیزوں سے منع فرمایا ہے:

(۱) حنتمہ: یہ مٹکے کو کہتے ہیں۔ (۲) دباء: آپ نے دباء سے منع فرمایا ہے یہ کدو کو کہتے ہیں۔ (۳) نقیر: آپ ﷺ نے نقیر سے منع فرمایا ہے اور نقیر کھجور کی جڑ کو کہتے ہیں۔ (۴) مزفت: آپ ﷺ نے مزفت سے منع فرمایا اور اس سے مراد رال کا روغنی برتن ہے۔

ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی حکمت اور اس کے منسوخ ہونے کی وجوہات:

نووی لکھتے ہیں: ان برتنوں میں نبیذ بنانا ابتدائے اسلام میں ممنوع تھی تا کہ نبیذ نشہ آور حد کو نہ پہنچ جائے کیونکہ بسا اوقات انسان یہ سمجھ کر نبیذ پیتا ہے کہ وہ نشہ آور نہیں ہو گا حالانکہ وہ نبیذ نشہ آور ہوتا ہے اور چونکہ نشہ آور مشروب کی اباحت کا زمانہ قریب تھا اسی لئے ان برتنوں

میں نبیذ بنانا منسوخ کر دیا گیا اور جب کافی عرصہ گزر گیا تو نشہ آور مشروبات کی تحریم مشہور ہو گئی اور ان کے دلوں میں نشہ آور مشروبات کی حرمت راسخ ہو گئی تو پھر ان کے لئے ہر برتن میں نبیذ بنانے کی رخصت دے دی گئی بشرطیکہ وہ نشہ آور مشروب کو نہ پئیں، جیسا کہ حضرت بریدہ کی روایت (حدیث نمبر 5090) میں اس کا صراحۃً بیان ہے۔

علامہ بدرالدین حنفی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وقت تھی جب لوگوں کو ان برتنوں کی ضرورت نہ تھی۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کو ان برتنوں کے استعمال کی ضرورت ہے تو آپ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی یا سابق حکم وحی سے منسوخ ہو گیا یا سابق حکم آپ کی رائے کی طرف مفوض تھا علامہ ابن بطال نے کہا ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت شراب کا بالکلیہ سدِ باب کرنے کے لئے تھی تا کہ شراب پینے کا ہر وسیلہ اور ذریعہ ختم ہو جائے لیکن جب صحابہ نے کہا ہمیں ان برتنوں کے استعمال کی ضرورت ہے تو آپ نے ان کی اجازت دے دی اور ہر وہ چیز جس کی ممانعت لذاتہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے اس کی ممانعت ہو اس کی حیثیت اسی طرح ہوتی ہے مثلاً آپ نے راستہ میں بیٹھنے سے منع فرمایا اور جب صحابہ نے کہا کہ بعض اوقات ان کا راستہ پر بیٹھنا ضروری ہوتا ہے تو آپ نے اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ راستہ کا حق ادا کرنا۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ مباح ہے اور ممانعت کی احادیث، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہو گئی ہیں۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی اور علامہ سرخسی حنفی نے حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما کی احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کا پینا جائز ہے اور اس مشروب کو نشہ کی حد تک پینا منع ہے۔

(شرح صحیح مسلم، صفحہ نمبر 254، جلد 6)

(ج) نبی کریم ﷺ کے چار پسندیدہ کھانے بیان کریں۔

جواب: حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانے:۔

میٹھی چیز، شہد، کدو شریف، جانور کی دستی، مرغی کا گوشت، تربوز اور تر کھجور ملا کر۔

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

الوقت المحدود ثلاث ساعات الورقة الرابعة لسنن ابی داؤد مجموع الارقام :100

الموافق سنة ١٤٣٦ھ/ ٢٠١٥ء

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی ان تجیبی عن اثنین فقط

السؤال الاول عَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ امْرَأَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِوَلِيْدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيْدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَجَعَتْ اِلَيْكِ فِي الْمِيْرَاثِ قَالَتْ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَيُجْزِئُ اَوْ يَقْضِيْ عَنْهَا اَنْ اَصُوْمَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ وَاِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ اَفَيُجْزِئُ اَوْ يَقْضِيْ عَنْهَا اِنْ اَحُجَّ قَالَ نَعَمْ

(الف) حدیث پاک پر حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں۔

جواب

ترجمہ: ”حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اس نے کہا: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز بطور صدقہ پیش کی تھی، اب وہ فوت ہوگئی ہے اور اس نے وہ کنیز چھوڑی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا اجر واجب ہوگیا ہے وہ کنیز بطور وراثت تیری ملک میں واپس آ گئی ہے اس نے کہا بے شک وہ فوت ہوئی اس حال میں کہ اس پر ایک مہینے کے روزے تھے اگر میں اس کی طرف سے روزے رکھوں تو کفایت کریں گے یا اس کی طرف سے قضا ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!۔ اس نے کہا بے شک اس نے حج نہیں کیا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو اس کی طرف سے کفایت کرے گا یا اس کی طرف سے قضا ادا ہوگا؟ فرمایا: ہاں!“۔

(ب) میت کی طرف سے ولی رمضان، نذر یا کفارے کے روزے رکھ سکتا ہے یا

نہیں؟ اس حوالے سے اختلاف ائمہ مع الدلائل لکھیں۔

جواب: میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ:

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ کا مسلک یہ ہے کہ: اگر کسی شخص نے روزوں کی نذر مانی اور نذر پوری کئے بغیر فوت ہوگیا تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے اور اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے تھے اور وہ فوت ہوگیا تو ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے۔

امام مالک بن انس متوفی 179ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں خواہ وہ روزے نذر کے ہوں یا رمضان کے، ولی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے اپنے مال سے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے ورنہ اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا مستحب اور نفل ہے۔

امام شافعی متوفی 204ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک دن دو مد طعام کھلایا جائے اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر روزوں یا نمازوں کی نذر ہو تو اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے البتہ اس کے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور جس پر نمازیں ہوں تو اس کی طرف سے نمازیں پڑھی جائیں گی نہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ متوفی 150ھ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے ورنہ مستحب ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفا اور مرفوعا روایت ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف

سے نماز پڑھے، دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہوسکتا لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہوسکتا جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے، کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن پر کوئی مشقت نہیں ہوئی، البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے گا کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا نہیں ہے تو فدیہ اس کا قائم مقام ہوجائے گا جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لئے نصف صاع (125 کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک ایک مد (162 کلوگرام) ہے۔

السوال الثانی عن عبدالرحمن ابن سمرة قال قال لی النبی ﷺ یا عبدالرحمن بن سمرة اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینک ثم ائت الذی هو خیر

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور بھلائی اس کے سوا میں دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور بھلائی کی طرف ہو جاؤ''۔

تشریح:

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی

قسم کھائے اور قسم پورا کرنے سے قسم کو توڑنا بہتر ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لئے قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہوگا جیسے کوئی شخص کسی نیکی کے کام کے نہ کرنے پر قسم کھائے مثلاً میں نماز نہیں پڑھوں گا میں روزہ نہیں رکھوں گا، اپنے والدین کی زیارت نہیں کروں گا، میں قرآن پاک کی تلاوت نہیں کروں گا، میں اپنی بیوی سے جھگڑا کروں گا، اپنے بچوں کو گھر سے نکال دوں گا تو اب ان تمام کاموں میں بھلائی یہی ہے کہ یہ سارے کام کرے اور اپنی قسم کو توڑ دے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے کیونکہ یہ سارے عمل شریعت کے خلاف ہیں اور گناہ کے کام ہیں، لہٰذا گناہوں سے رکنا اور نیکی کرنا یہ شریعت کو پسند ہے اور یہ کام کرنے سے اللہ ورسول دونوں راضی ہوتے ہیں اور یہ کام جنت میں جانے کا ذریعہ بھی ہیں لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنی قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کرے اور یہی حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی بات پر قسم اٹھاؤ اور بھلائی اس کے غیر میں دیکھو تو بھلائی کی طرف ہو جانا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور بھلائی کی طرف ہو جاؤ۔

(ب) یمین کی اقسام اور اُن کا شرعی حکم لکھیں۔

جواب

یمین کی تین قسمیں ہیں

(۱) یمین لغو، (۲) یمین منعقدہ، (۳) یمین غموس

یمین لغو کی تعریف اور اس کا حکم:

ازہری نے کہا ہے کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے دوسرا معنی ہے فحش اور بیہودہ کلام، جو گناہ کا موجب ہو قرآن مجید میں ہے لا یسمعون فیها لغوا الا سلاما ''وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات

نہیں سنیں گے بجز سلام کے"۔

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلاقصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: کوئی شخص کہے نہیں خدا کی قسم ہاں خدا کی قسم اور جو چیز زبان پر قصداً آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور حقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گمان کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت ابو مالک، حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے حسن بصری نخعی امام مالک امام ابوحنیفہ امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے: امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہوا اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔

یمین منعقدہ کی تعریف اور اس کا حکم:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے اس

قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر۔ لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو یا بھول کر یا خطا سے یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمداً اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان، خطا یا جبر سے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت سے خطا، نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے"۔

یمین غموس کی تعریف اور اس کا حکم:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کے ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے قضاء احناف فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم اٹھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کر لے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، یمین غموس، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، یا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔ امام شافعی کے نزدیک یمین غموس می جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔

(ج) قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث سے کیا مراد ہے؟

جواب

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا قسم کھانے کے بعد اور قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام شافعی اور چودہ صحابہ اور فقہاء تابعین اس کو جائز کہتے ہیں سو یہ جمہور کا قول ہے لیکن ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دیا جائے امام شافعی نے روزے کے کفارے کا استثناء کیا ہے اور کہا ہے کہ روزہ توڑنے سے پہلے روزہ کا کفارہ جائز نہیں ہے نہ رمضان کا روزہ اور مالی کفارہ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے جس طرح زکوۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔ بعض شافعیہ نے معصیت کی قسم کا استثناء کیا ہے تاکہ معصیت پر اعانت لازم نہ آئے لیکن جمہور نے معصیت کی قسم کے کفارے کی تقدیم کو بھی جائز کہا ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا

ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارے کا ادا کرنا کسی صورت سے جائز نہیں ہے تو اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال فقال رسول اللہ ﷺ من حلف علی یمن فرای غیرھا خیرا منھا فلیاتھا ولیکفر عن یمینہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا سو وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

اس حدیث مبارکہ میں فاء کے ساتھ قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے کفارے کا ذکر ہے اور فاء کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ قسم توڑنا کفارے پر مقدم ہو۔

حافظ زیلعی امام سرقسطی کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ان احادیث میں پہلے قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد قسم کا کفارہ دینے کا ذکر ہے اور یہ احادیث اصول کے مطابق ہیں کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کفارہ مسبب ہے اور سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے۔

السؤال الثالث عن ابی موسی الاشعری یقول: قال رسول اللہ ﷺ ان بین ایدیکم فتن کقطع الید المظلم یصبح الرجل فیھا مومنا ویمسی کافرا او یمسی مومنا و یصبح کافرا القاعد فیھا خیر من القائم فیھا خیر من الماشی والماشی فیھا خیر من الساعی قالوا فبما تامرنا قال کونوا احلاس بیوتکم

(الف) ترجمہ کریں

جواب:

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک تمہارے سامنے اندھیری رات کے حصوں جیسا فتنہ ہے اس میں صبح کو آدمی مومن اور شام کو کافر ہوجائے گا۔ نیز شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہوجائے گا۔ بیٹھنے والا اس میں کھڑے ہونے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا اُس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا لوگ عرض گزار ہوئے کہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ اپنے گھریلو کمبلوں کی طرح ہوجانا۔

(ب) دس علاماتِ قیامت زینت قرطاس کریں۔

جواب: علاماتِ قیامت کا بیان:

علی بن محمد وکیع سفیان، فرات القراز، عامر رضی اللہ عنہ بن واثلہ، ابوالطفیل، حذیفہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن بالا خانہ سے برآمد ہوئے اور ہم قیامت کا ذکر کررہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں: (۱) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، (۲) دجال کا نکلنا، (۳) دھوئیں کا نکلنا، (۴) دابۃ الارض کا نکلنا، (۵) یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا، (۶) عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور تین بار زمین کا دھنسنا، (۷) ایک خسف مشرق میں ہوگا، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اور آگ عدن کے ایک گاؤں ابین کے ایک کنویں سے ظاہر ہوگی جو لوگوں کو محشر کی جانب کھینچے گی جب یہ لوگ سوئیں گے تو وہ بھی رک جائے گی اور جب یہ چلیں گے تو وہ بھی چلے گی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک علامات قیامت میں سے یہ ہے

کہ (۸) اٹھالیا جائے گا علم اور ظاہر ہوجائے گا جہل، (۹) عام ہوجائے گا زنا اور پی جائے گی شراب، (۱۰) عورتیں کثیر ہوجائیں گی اور مرد کم ہوجائیں گے حتیٰ کہ ہوگا پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد۔

فائدہ: یکثر النساء:

عورتوں کی کثرت کی وجہ کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں بعض فرماتے ہیں کہ عورتوں کی کثرت اس وجہ سے ہوگی کہ فتنے بہت ہوں گے قتال ہوگا مرد قتال میں مرجائیں گے عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں وہ باقی رہ جائیں گی۔

ابوعبدالملک فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے کثرت فتوح کی طرف کہ مسلمانوں کو خوب فتوحات ہوں گی عورتیں قید کرکے لائی جائیں گی ایک ایک آدمی کے پاس کثیر موطوأت جمع ہوں گی۔

مگر حافظ نے اس قول کو رد فرمادیا کہ مراد یہ کہ آخر زمانہ میں مردوں کی پیدائش کم ہوگی عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔

نوٹ: دوسری حدیث مبارکہ میں جن امور کو ذکر کیا گیا ہے اُن اُمور کو آپ ﷺ نے علامات قیامت میں سے شمار کیا ہے کیونکہ اصلاح معاش و معاد میں ان اُمور سے خلل پڑتا ہے چنانچہ رفع علم و ظہور جہل سے دین تباہ ہوگا، اور شرب خمر سے عقل اور زناء سے نسب اور کثرت فتن جو عورتوں کی کثرت کا نتیجہ ہے اس میں نفس و مال کی تباہی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ عالَم کی تباہی میں ان امورِ مذکورہ کو زیادہ تر دخل ہے ظاہر ہے کہ جب یہ اُمور پائے جائیں گے تو عالَم میں فساد ہوگا، پھر تو قیامت آہی جائے گی۔

السؤال الرابع عن عرباض بن سارية قال رسول الله ﷺ عليكم بسنتي

و سنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضوا عليها بالنواجذ و اياكم و محدثات الأمور فان كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة

(الف) ترجمہ وتشریح کریں

جواب

ترجمہ: ''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر میری اور ہدایت یافتہ اور ہدایت کا مرکز خلفاء کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ تم اسے پکڑ لینا اور اسے مضبوطی سے تھام لینا اور تم نئے پیدا ہونے والے معاملات سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر چیز نئی پیدا ہونے والی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کام حضور ﷺ کے زمانہ یا صحابہ کے زمانہ میں ہوئے اُن کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے خلفائے راشدین کے کاموں کو اپنی سنت کہا ہے اور اس کو پکڑنے کی تاکید فرمائی ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے سوا سب جہنمی ہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ ایک کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی جنت کا راستہ ہے اور ان کا فرمان سنت نبوی ہے اور اسی طرح مشکوۃ باب مناقب الصحابہ میں ہے:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

''میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے ہولو ہدایت پالو گے''۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی پیروی باعث نجات ہے لہٰذا اُن کے ایجاد کردہ کام بدعت نہیں کیونکہ بدعت تو گمراہ کن ہے اور خلفائے راشدین کے اقوال وافعال کو لغوی

معنی سے سنت فرمایا گیا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها و من سن فی الاسلام سنة سيئة

اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء اس کو کہتے ہیں جو اصل میں سنت رسول اللہ ہو مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفاء ہوں۔

(ب) بدعت کا لغوی واصطلاحی معنی واقسام لکھیں

جواب: بدعت کا لغوی معنی:

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز، نیا کام، نئی ایجاد، نئی بات وغیرہ، قرآن کریم فرماتا ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف)

''فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں''۔

نیز فرماتا ہے: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (بقرة:117)

''آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے'' نیز فرماتا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (حدید:۲۷)

ان آیات میں لفظ بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔

بدعت کا اصطلاحی معنی: ہر وہ کام جو حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں: (ا) بدعت حسنہ، (۲) بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ کی تعریف: ہر وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہ ہو بعد میں ایجاد ہوا ہو۔ اور وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو جیسے نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا، قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے بہت سے دوسرے علوم وفنون پڑھنا اور سیکھنا، دینی مدارس قائم

کرنا، قرآن مجید کے اعراب کا لگایا جانا، کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کو دین کی ترویج کیلئے دیکھنا۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں امام شافعی کے حوالے سے ہے:

وما احدث من الخير ولم يخالف شيئا من ذالک فهو البدعة المحمودة

''اور وہ بدعت جو کتاب اللہ، سنت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف نہ ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے''۔ نیل الاوطار میں ہے:

والتحقيق انها ان كانت مما يندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة

''اور تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے''۔

بدعت سیئہ کی تعریف: ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ ہو بلکہ بعد میں ایجاد ہوا ہو اور وہ شریعت کے مخالف ہو جیسے عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنا۔

نیل الاوطار میں ہے اگر بدعت ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ ''بدعت سیئہ'' ہے۔ کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ بدعت جو کتاب، سنت، اجماع یا اثر صحابہ کے خلاف ہو تو یہ بدعت ضالہ (سیئہ) ہے۔

معلوم ہوا کہ ''بدعت'' جو گمراہی کا سبب بنتی ہے اور جسے بدعت ضالہ یا بدعت ضلالۃ کہا گیا ہے وہ اس نئی ایجاد یعنی بدعت پر صادق آتی ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع یا اثرِ صحابہ کے خلاف ہو۔

نوٹ: وہ بدعت جس کی مذمت کی جاتی ہے اور جس پر عمل کرنا مکروہ اور ناجائز ہے وہ ''بدعت سیئہ'' ہے اور حدیث رسول میں جو آیا ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے'' اس سے مراد بھی ہر بدعت سیئہ ہی ہے۔ ''ہر نیا کام بدعت ہے'' اس سے مراد وہ نیا کام جو شریعت کے مخالف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس اهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1436هجرى، 2015ء

الورقة الخامسة: لسنن نسائی وابن ماجه الوقت المحدود ثلاث ساعات مجموع الارقام :100

الملاحظة: السؤال الأول اجبارى ولك الخيار فى البواقى ان تجيبى عن اثنين فقط

القسم الاول: سنن النسائی

السؤال الاول: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَلَا یَبِعُ الرَّجُلُ عَلٰی بَیْعِ اَخِیْهِ، وَلَا یَخْطُبْ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ، وَلَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِیءَ مَا فِیْ اِنَائِهَا

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگائیں اور ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خریدار کو دھوکہ دینے کے لئے چیزوں کی قیمت میں اضافہ نہ کیا کرو اور مقیم شخص مسافر کو مال فروخت نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے مول پر مول نہ لگائے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے پیام پر پیام نہ کرے اور کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کو طلاق نہ دلوائے تاکہ وہ اس کے برتن میں جو کچھ موجود ہے اسے اوندھا کردے۔

تشریح:

ولا تناجشوا کی وضاحت:

اور نجش نہ کرو، نجش کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ کرنا، اور اصطلاح میں

اس کا معنی ہے کسی چیز کی مصنوعی تعریف کر کے کسی شخص کو اس کے خریدنے پر راغب کرنا اور اس چیز کی زیادہ قیمت لگانا خواہ اس کا اپنا ارادہ اس کو خریدنے کا نہ ہو اور وہ یہ اس لئے کرے کہ دوسرا آدمی پھنس جائے اور اس چیز کو خرید لے۔

ولا یبیع حاضر لباد کی وضاحت:

کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی ناواقف اور ناتجربہ کار شخص شہر کے نرخ پر اپنا سامان بیچنے کیلئے دیہات سے شہر کی طرف آئے تو کوئی شہری اس سے کہے کہ یہ سامان میرے پاس چھوڑ دو میں اس سامان کو تدریجاً زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں گا۔ یہ فعل حرام ہے لیکن یہ بیع صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں ممانعت اس چیز کی طرف راجع ہے جو نفس عقد سے خارج ہے ایک قول یہ ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے حلال نہ بنے اس صورت میں یہ ممانعت خریدنے اور فروخت کرنے دونوں کو شامل ہے۔

ولا یبیع الرجل علی بیع اخیہ کی وضاحت:

کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے خریدار سے یہ کہا: تم اس سے بیع کو فسخ کر دو، میں تم کو اس سے کم قیمت پر فروخت کرتا ہوں یا ایک شخص نے بائع سے یہ کہا کہ تم اس سے بیع فسخ کر دو میں تم سے یہ چیز اس سے زیادہ قیمت سے خریدوں گا یہ اس وقت جائز نہیں جب خریدار اور بائع ایک قیمت پر متفق ہو چکے ہوں اسی طرح جب کسی شخص نے کسی چیز کی قیمت لگا دی تو دوسرا شخص اس سے زیادہ قیمت نہ لگائے یہ اس وقت جائز نہیں ہے جب کہ خریدار اس چیز کو خریدنے میں دلچسپی رکھتا ہو۔

ولا یخطب علی خطبة اخیہ کی وضاحت:

ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور وہ عورت اس پیغام کو قبول کر لے اور اس شخص

سے نکاح کرنے پر راغب ہو جائے تب کسی دوسرے شخص کیلئے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، لیکن جب اس عورت کی کسی سے نکاح پر رضامندی اور اسے قبول کرنے کا علم نہ ہو تو پھر کسی اور شخص کے اس عورت کو نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ولا تسأل المرأة طلاق اختها لتکفی ما فی انائها کی وضاحت:

کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا اس لئے سوال نہ کرے تاکہ اپنے برتن میں اس کا حصہ ڈالے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کی پہلے بھی ایک بیوی ہو تو جس کو اس نے نکاح کا پیغام دیا ہے وہ یہ شرط لگائے کہ تم پہلی بیوی کو طلاق دو تاکہ وہ اس شخص کی تمام خیر کو حاصل کر لے اور اس کی پہلی بیوی کو محروم کر دے۔ اس حدیث میں جو مذکور ہے، کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے اس میں بہن سے مراد عام ہے خواہ وہ اس کی نسبی بہن ہو یا دینی بہن ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔

(ب) حدیث پاک کی روشنی میں بانجھ عورت سے شادی کرنے کا حکم بیان کریں۔

جواب: بانجھ عورت سے نکاح کرنا مکروہ ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایک شریف اور مرتبہ والی عورت ملی ہے لیکن اس کی اولاد نہیں، کیا میں اس کے ساتھ نکاح کر لوں؟ آپ نے منع فرمایا، بعد ازاں وہ پھر آیا، پھر منع کیا، پھر تیسری مرتبہ آیا آپ نے منع فرمایا اور آپ نے فرمایا: کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جس سے اولاد ہو اور وہ بہت محبت کرنے والی ہو کیونکہ میں تمہاری وجہ سے اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔

السؤال الثانی عن خنساء بنت خذام ان اباها زوجها وهي ثيب

فکرھت ذالک فاتت رسول اللہ فرد نکاحہ

(الف) ترجمہ کریں

جواب:

ترجمہ: "حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان کے والد حضرت خذام نے ان کا نکاح کیا درآں حالیکہ وہ کنواری نہ تھیں تو انہیں بُرا معلوم ہوا لہٰذا یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اس کا نکاح توڑ ڈالا"۔

(ب) خیارِ بلوغ سے کیا مراد ہے؟ کب اور کسے حاصل ہوتا ہے اور کسے نہیں؟

جواب: خیارِ بلوغ سے مراد:

بالغ ہونے کے بعد لڑکی یا لڑکے کو جو اختیار حاصل ہوتا ہے اس کو خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔

مثال: اگر کسی صغیر یا صغیرہ کا نکاح کر دیا، اب ان کے بالغ ہونے پر اس صغیر یا صغیرہ کو نکاح کے باقی رکھنے یا باقی نہ رکھنے کا حق حاصل ہوتا ہے اس کو خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔

خیارِ بلوغ کب حاصل ہوتا ہے اور کسے حاصل ہوتا ہے؟

باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا رشتہ دار صغیر یا صغیرہ کی شادی کروا دیتا ہے تو لڑکی ہو یا لڑکا، بالغ ہونے کے بعد اسے یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو اس نکاح کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو فسخ کر دیں۔ کسے حاصل ہوتا ہے؟ لڑکے اور لڑکی دونوں کو حاصل ہوتا ہے، کب حاصل ہوتا ہے؟ جب لڑکی اور لڑکا چھوٹے ہوں تو ان کو خیارِ بلوغ، بالغ ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

خیارِ بلوغ کسے حاصل نہیں ہوتا:

اگر نابالغ لڑکے یا نابالغ لڑکی کی شادی اس کا باپ یا دادا کم سن میں کرتے ہیں تو بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

نوٹ: بالغ ہونے پر حاصل ہونے والے اختیار کی وجہ سے ہونے والی علیحدگی شمار نہیں ہوگی۔

(ج) ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل لکھیں۔

جواب: امام محمد کے نزدیک:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر ولی برقرار رکھے گا تو نکاح درست شمار ہوگا اور اگر ولی اس سے انکار کر دے تو نکاح کالعدم قرار دیا جائے گا۔

دلیل: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: یہ خلل، ولی کی اجازت دینے سے ختم ہو سکتا ہے تو اس لئے ہم اسے موقوف قرار دیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ عورتوں کے انعقاد کے ذریعے یہ اپنی اصل کے اعتبار سے منعقد نہیں ہوتا۔

دلیل: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نکاح کا مقصد مخصوص مقاصد کی تکمیل ہے اگر آپ اس کو عورتوں کے سپرد کر دیں گے تو اس کے نتیجے میں اس کے مقاصد میں خلل آ جائے گا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آزاد عاقل اور بالغ عورت کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ ولی نے اس کا انعقاد نہ کروایا ہو، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور "ظاہر روایت" کے مطابق یہ حکم امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت بھی منقول ہے کہ ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی یہ دلیل پیش کی ہے کہ عورت نے اپنے حق کے بارے میں تصرف کیا ہے اور وہ بہت صرف کرنے کی اہل بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عاقل اور بالغ ہے، معاملات میں تمیز کر سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عاقل اور بالغ ہونے کی وجہ سے وہ عورت مال میں بھی تصرف کر سکتی ہے تو اسے شادی کرنے کا بھی اختیار ہونا چاہیے۔

السوال الثالث عن البراء قال ما رأيت احدا احسن فی حلة حمراء من رسول الله ﷺ و جمته تضرب منكبيه

(الف) بالوں کو سرخ، کالا یا زرد رنگ کرنے کا شرعی حکم دلیل کے ساتھ لکھیں۔

جواب؟ الخضابُ بالصّفرة:

"زرد رنگ کا خضاب لگانا" حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی خوشبو سے رنگتے تھے۔ میں نے پوچھا: اے ابو عبدالرحمٰن! آپ اپنی ڈاڑھی خوشبو سے زرد کرتے ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی ڈاڑھی اسی کے ساتھ زرد کرتے۔ آپ ﷺ اپنے کپڑے حتیٰ کہ اپنی پگڑی بھی اس خوشبو سے رنگتے۔

الخضاب بالخناء والکتم یعنی سرخ رنگ مہدی اور وسمہ کا خضاب:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمام اشیاء سے افضل چیز

جن سے تم بڑھاپے کا رنگ بدلتے ہو، مہدی اور وسمہ ہے۔

نوٹ: اگر ان دونوں (مہدی اور وسمہ) کو ملا کر رنگ سیاہ ہو جائے تو وہ ممنوع ہے لہٰذا انہیں الگ الگ استعمال کرنا چاہیے۔

سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے مہدی سے بالوں کو رنگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛ یہ کتنا اچھا ہے، پھر ایک شخص مہدی اور کتم (ایک جڑی بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) سے بالوں کو رنگے ہوئے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے، پھر ایک شخص زرد رنگ سے بالوں کو رنگے ہوئے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے۔

النهی عن الخضاب بالسواد سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آخری دور میں ایک قوم ہوگی جو سیاہ خضاب لگائیں گے، کبوتروں کے پوٹوں کی طرح اور وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کریت ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگے گی، اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے دن لوگ حضرت ابوقحافہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے، اُن کے سر اور ڈاڑھی مبارک کے بال ثغامہ (ایک سفید گھاس کے پھلوں اور پھولوں) کی طرح دکھائی دے رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس رنگ کو

کسی دوسرے رنگ سے تبدیل کرو تاہم سیاہی سے پرہیز کرو۔

سرخ، کالا، زرد رنگ کا خضاب لگانے کا حکم:

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کیلئے زرد اور سرخ رنگ سے سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ رنگ سے رنگنا حرام ہے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: سیاہ رنگ سے اجتناب کرو، یہی ہمارا مذہب ہے۔

نوٹ:

عن عبداللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الصفرة خضاب المؤمن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ زرد رنگ مومن کا خضاب ہے، سرخ رنگ مسلم کا خضاب ہے اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔

(ب) حضور ﷺ کے مبارک بالوں وغیرہ سے حصولِ برکت پر ایک مضمون لکھیں

جواب: حضور ﷺ کے موئے مبارک سے برکت کے واقعات:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (مزدلفہ سے) منیٰ تشریف لائے اور جمرۃ العقبۃ پر کنکریاں ماریں پھر قربانی کر کے اپنے مکان میں تشریف لائے پھر آپ ﷺ نے حجام کو بلایا اور اپنے سر مبارک کے داہنی طرف کے بال مبارک منڈوائے اور ابوطلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر آپ نے اپنے بائیں طرف کے بال منڈوائے اور وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کئے اور فرمایا کہ ان تمام بالوں کو لوگوں میں تقسیم کردو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حجام

آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے مبارک بالوں کو اس غرض سے حاصل کیا کرتے تھے کہ بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں اور ان سے برکت حاصل کریں گے اور حضور ﷺ بھی ان کو اس سے روکتے نہیں تھے بلکہ خود اپنے بال مبارک ان میں تقسیم کرواتے تاکہ یہ لوگ میرے بالوں سے برکت و رحمت حاصل کریں۔

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری بیوی نے مجھے ایک پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین ام سلمہ کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کرتی، کیونکہ ان کے پاس حضور ﷺ کا موئے مبارک تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس بال مبارک کو نکالتیں جس کو انہوں نے چاندی کی نلکی میں رکھا ہوا تھا اور پانی میں ڈال کر ہلا دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا (جس سے اس کو شفا ہو جاتی)۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام موئے مبارک تبرکاً اپنے پاس رکھتے اور عموماً لوگ اس کی برکت حاصل کرتے اور امراض سے شفا پاتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوش قسمتی سے حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کے بال میرے پاس تھے میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا ان بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک

دنیا ومافیہا سے محبوب تر ہے۔

ان احادیث میں غور وفکر کے ساتھ ساتھ اندازہ کیجئے کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر وشان تھی اور پھر وہ جلیل القدر صحابی حضرت خالد جن کی شان میں خود حضور ﷺ نے فرمایا "سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ" کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے"۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ خود فرمارہے ہیں کہ میری ساری فتوحات کا باعث یہی ٹوپی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن مبارک منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اہل ایمان پر صحابہ کرام کے فضائل وکمالات مخفی نہیں ہیں باوجود اس کے ان کا یہ خیال کہ تبرکات کو قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں، تبرکات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اس قسم کی باتوں کو جو لوگ بت پرستی وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یہ ان کی زیادتی ہے، اصل میں یہ لوگ اسرار محبت سے ناآشنا ہیں۔

ایک تاجر بلخ کا رہنے والا تھا اور بہت دولت مند تھا علاوہ دولت کے اس کے پاس حضور ﷺ کے تین موئے مبارک بھی تھے اس کے دو لڑکے تھے جب تاجر کا انتقال ہوگیا تو کل مال دونوں لڑکوں میں تقسیم کیا گیا جب ایک ایک بال مبارک دونوں نے لے لیا تو بڑا لڑکا بولا کہ تیسرے بال کے دو ٹکڑے کرکے وہ بھی تقسیم کیا جائے اس پر چھوٹے لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز گوارہ نہ کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ بڑا لڑکا بولا اگر تم کو موئے مبارک سے ایسی ہی محبت اور عقیدت ہے تو ایسا کرو سب مال ودولت جو تمہارے حصے میں آیا ہے مجھے دے دو اور تینوں موئے مبارک لے لو۔ چھوٹا لڑکا اس ڈیل پر بخوشی راضی ہوگیا اور اپنا سب مال دے کر حضور ﷺ کے نورانی موئے مبارک لے لئے اس کا

یہ کام ہوگیا کہ حضور ﷺ کے مبارک بالوں کی زیارت کرتا اور کثرت سے درود شریف پڑھتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ بڑے لڑکے کا مال روز بروز گھٹنا شروع ہوگیا اور چھوٹے لڑکے کے مال میں از برکتِ موئے مبارک، روز افزوں ترقی ہوتی گئی کچھ عرصے کے بعد وہ چھوٹا لڑکا مرگیا اس زمانے کے ایک بزرگ حضور ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جس کو کوئی حاجت حق تعالیٰ سے ہو تو وہ اس تاجر کے لڑکے کی قبر پر جائے اور اپنے حصول مقصد کے لئے جا کر دعا کرے تو اس کا مقصد پورا ہوگا۔

اس واقعے کے بعد لوگوں میں اس لڑکے کے مزار کی بڑی عظمت ہوگئی اور لوگ وہاں جانے لگے یہاں تک کہ اس مزار کی عزت ہوئی کہ بڑے بڑے لوگ بھی وہاں سے سوار ہوکر نہیں گزرتے تھے بلکہ بوجہ غایت ادب پیدل چلتے تھے۔ اس تاجر کے چھوٹے بیٹے کی اتنی عزت کہ اس کو مرنے کے بعد بھی کتنی عزت دی گئی یہ سب کچھ جو اسے ملا ہمارے حضور ﷺ کے موئے مبارک کی برکت سے ملا۔

القسم الثانی: سنن ابن ماجہ

السؤال الرابع معاوية بن ابی سفيان يحدث عن رسول الله ﷺ قال الخير عادة والشر لجاجة ومن يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين

(سنن ابن ماجہ، صفحہ نمبر ۲۰، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

(الف) ترجمہ کریں اور بتائیں کہ الخیر عادة الشر لجاجة سے کیا مراد ہے؟

جواب

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
بھلائی ایک عادت ہے یعنی فطرت میں داخل ہوتی ہے اور برائی نفس کی جانب سے آتی ہے اور جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔

الخیر عادۃ الشر لجاجۃ سے مراد:

الخیر عادۃ والشر لجاجۃ الخ المراد منہ واللہ اعلم ان الانسان مجبول علی الخیر قال اللہ تعالیٰ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون وقال علیہ ﷺ مامن مولود الا وقد یولد علی الفطرۃ فابواہ یھوّدانہ او ینصّرانہ و یمجّسانہ الحدیث والشر لجاجۃ واللجاجۃ بالفتح الخصومۃ ویقال للنفس اللجوج لانہ منصوب بعداوۃ الانسان کما جاء فی الخبر اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک فالمراد منہ ان النفس تتلج وتضطر الی الشرادۃ فالواجب علی کل انسان ان یزیل تلک الشرارۃ عن نفسہ بما جاء من موعظۃ اللہ و رسول فان الانبیاء قد بعثوا لتزکیۃ النفوس قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا

(ج) قرآن وحدیث کی روشنی میں فضیلت علم پر نوٹ لکھیں۔

جواب: علم کے فضائل قرآن پاک کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں علم کے فضائل پر یہ ارشادات باری مذکور ہیں:
شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران:۱۸)
"اللہ اس پر گواہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، فرشتوں اور علم والوں نے بھی اس بات کی گواہی دی اور یہ کہ اللہ ہی انصاف قائم کرنے والا ہے"۔

شرف اور فضیلت، بزرگی اور کمال کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے اس (خاص) بات پر اپنی گواہی پیش کی ہے کہ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں، اور اپنے ساتھ ساتھ فرشتوں کی گواہی بھی پیش کی ہے اور علم والوں کی گواہی بھی۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلہ:۱۱)
"تم میں سے جو ایمان لائے اور علم رکھتے ہیں اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے گا"۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:۹)
"آپ فرما دیجیے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں"۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر:۲۸)
"بے شک اللہ کے بندوں میں سے علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں"۔
"آپ فرما دیجیے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور جو علم والے ہیں"۔
"اور جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اسے (ملکہ بلقیس کے تخت کو) تیرے پاس لاؤں گا"۔
"اور جنہیں علم تھا وہ کہنے لگے تمہارے لئے خرابی ہو اللہ کا دیا ہوا ثواب ان کیلئے بہتر ہے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے"۔
اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ آخرت کی قدر و منزلت علم کی بدولت ہی معلوم ہو سکتی ہے۔
"اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس میں ہم نے اپنے علم سے کھول کر بیان کر دیا"۔
"پھر ہم ان پر ضرور بیان کریں گے اپنے علم کے ساتھ"۔
"بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں جو ان لوگوں کے سینے میں ہیں جنہیں علم دیا گیا"۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ

''انسان کو پیدا فرمایا (اللہ تعالیٰ نے، اور) اسے بیان سکھایا''۔

علم کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

علم کے فضائل میں حضور ﷺ کے یہ ارشادات مذکور ہیں:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے''۔

العلماء ورثۃ الانبیاء ''باعمل علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں''۔

یستغفر للعالم ما فی السمٰوٰت والارض

''عالم (باعمل) کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز بخشش و مغفرت طلب کرتی ہے''۔

یہ کتنی بزرگی اور کمال کی بات ہے کہ جو شخص محض اپنی ذات کے لئے مغفرت و بخشش کا امیدوار ہے اہل علم ہوتے کے ناطے آسمان اور زمین کے فرشتے اس کے لئے مغفرت و بخشش چاہنے میں مشغول ہیں۔ یہ اعزاز، یہ منصب، عالم باعمل کے لئے ہے اور جس کی مغفرت و بخشش آسمانوں اور زمین کے فرشتے چاہیں، اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا!

''بے شک حکمت (علم) عزت والوں کا وقار اور بلند کرتی ہے اور غلام کو وہ عروج عطا کرتی ہے کہ اسے بادشاہوں کے مقام پر پہنچا دیتی ہے''۔

''لوگوں میں وہ عالم بہترین انسان اور مومن ہے کہ جب کوئی حاجت منداس کے پاس جائے تو اس کی حاجت روائی کرے اور جب لوگ اس سے بے پروائی کریں تو وہ بھی بے پروائی کرے''۔

''میری امت میں سے جو شخص چالیس حدیثیں یاد کرلے، قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے ایک فقیہہ اور عالم کی صورت میں ملے گا''۔

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی مشکلوں میں اس کی کفایت کرے گا اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں کا اسے گمان بھی نہ ہوگا''۔

''عالم زمین پر اللہ کی امانت رکھنے والا ہے''۔

رسول اکرم ﷺ نے علم کو عبادت اور شہادت پر فضیلت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی مجھے اپنی فضیلت اصحابی پر حاصل ہے''۔

غور کا مقام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علم کو کس طرح سے مقام نبوت کے برابر قرار دیا ہے اور عمل سے خالی علم کا مقام کسی طرح سے گرا دیا ہے حالاں کہ عابد جس عبادت پر ہمیشگی کرتا ہے اس کے بارے میں علم تو رکھتا ہی ہے اگر اسے علم نہ ہو تو وہ عبادت کیسے کر سکتا ہے۔

السؤال الخامس

قال رسول اللہ ﷺ الا انبئکم باھل الجنۃ کل ضعیف متضعف الا انبئکم باھل النار کل عتل جواظ مستکبر

(الف) ترجمہ کریں۔

جواب:

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں بتاؤں، ہر کمزور اور لاچار آدمی (جنتی ہے) کیا میں تمہیں اہل جہنم کے بارے میں بتاؤں ہر سخت مزاج، بد دماغ اور مغرور شخص (جہنمی) ہے۔

(ب) ضعیف سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں کے ضعفاء کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: ضعف سے مراد:

عاجز، کمزور حالت والا جس کو لوگ کمزور سمجھتے اور اس پر زبردستی کرتے اور دباؤ ڈالتے

ہیں اور بعض نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا نفس جھکنے والا ہے۔

ضعفاء کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قال اللہ تعالٰی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اپنے آپ کو روک کر رکھیں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی ہی کی رضا جوئی چاہنے والے ہیں اور مت ہٹائیں اپنی نگاہ ان سے۔ (الکہف)

وقال اللہ تعالٰی: فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر یتیم پر سختی نہ کر اور سائل کو مت ڈانٹ۔ (الضحیٰ:9)

ضعفاء کی فضیلت حدیث کی روشنی میں:

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں جنت والوں کی اطلاع نہ دوں؟ پھر فرمایا: ہر کمزور، کمزور قرار دیا جانے والا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے یعنی اگر وہ کوئی قسم اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید میں اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی مراد دے دیتا ہے۔

"حضرت ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ ﷺ نے اپنے پاس بیٹھنے والے سے فرمایا: اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا یہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ کہیں پیغام نکاح دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے پس رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے پھر ایک اور شخص گزرا۔ رسول

اللہ ﷺ نے اس شخص کو فرمایا: اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کم مال والے مسلمانوں میں سے ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر یہ پیغامِ نکاح دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ فقیر بہت بہتر ہے اس جیسے دنیا بھر کے لوگوں سے"۔

یعنی اس حدیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گمنام اور فقراء سے توہین سے پیش نہیں آنا چاہیے کیونکہ بہت سے پراگندہ، غبار آلود لوگ مالداروں اور ظاہر پرستوں سے دنیا بھر جائے تو تب بھی بہتر ہیں انسان کے تقویٰ پر دارومدار ہے قوی نسب وشرف پر اعتبار نہیں۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت سے پراگندہ، غبار آلود، دروازوں سے دھکیل دیئے جانے والے اگر وہ اللہ کی قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دیتے ہیں"۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مہاجرین فقراء جنت میں مالداروں سے آدھے دن یعنی پانچ سو برس پہلے داخل کئے جائیں گے"۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ جنت کے بادشاہ کون لوگ ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں آپ نے فرمایا: وہ کمزور ناتواں جنہیں لوگ کچھ نہ سمجھتے ہوں پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہوں لیکن اگر اللہ کے بھروسے پر وہ کسی شے کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پوری فرما دے گا"۔

(ج) تکبر کی مذمت پر جامع نوٹ لکھیں۔

جواب

تکبر کی مذمت:

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دل میں رائی کے برابر بھی غرور، تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا"۔

یعنی تکبر حرام ہے اور متکبر جنت میں داخل نہ ہوگا اگر اس کا تکبر ایمان کے انکار اور ایمان کو مسترد کر دینے کے ساتھ ہو یا جنت میں ابتدائی طور پر داخلہ سے محروم رہے گا۔ اگر تکبر اس سے کم درجہ کا ہو، اچھے کپڑے پہننا جائز ہے بشرطیکہ دل میں بڑائی پیدا نہ ہو۔

"حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے تکبر میری چادر ہے، عظمت میرا تہبند ہے جو شخص ان میں سے میری ایک شئے بھی چھینے گا میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا"۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ایک درجہ تواضع اختیار کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ ایک درجہ بلند کرے گا اور جو ایک درجہ تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ گرائے گا حتیٰ کہ اسے اسفل السافلین میں پہنچا دے گا"۔

تکبر سے گریزاں رہنا چاہیے اور تواضع کو اپنانا چاہیے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ عنقریب جنت لوگوں میں اعمال صالحہ والوں کو منتخب کرے لگی جو جنت کو بھر دیں گے اور آگ لوگوں میں برے اعمال والوں کو، جو اس کو بھر دیں گے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو کھینچا"۔

تکبر کی وجہ سے کپڑے کو لمبا کرنا حرام ہے اور اگر تکبر کی وجہ نہ ہو تو پھر بھی کراہت سے خالی نہیں، مستحب یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ازار ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے ایک جوڑے میں چل رہا تھا اور اس کو اپنا آپ اچھا معلوم ہو رہا تھا اور اس کے سر پر کنگھی کی ہوئی تھی اپنی چال میں وہ اترا رہا تھا اسی وقت اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا پس وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا"۔

تکبر خود پسندی حرام ہے اور اس آدمی یعنی جو شخص تکبر کرے گا اسے بدانجامی کا سامنا ہوگا جو ان صفات کو اختیار کرنے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک فرمائے گا نہ ہی انہیں رحمت سے دیکھے گا ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا، (۱) بوڑھا زانی، (۲) جھوٹا متکبر، (۳) متکبر فقیر۔

یعنی زنا حرام ہے جھوٹ حرام ہے تو تکبر کے حرام میں کیا شبہ ہو سکتا ہے مگر فقیر کا تکبر بہت زیادہ برا ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر وہ تکبر کرے پس یقیناً اس کے تکبر کی بنیاد دین کی تحقیر پر ہے ان میں تین قسم کے لوگ یعنی جو حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک نے ایسی معصیت اور گناہ کو لازم کر لیا ہے جس سے وہ دور ہے اور کوئی ضرورت ان کے کرنے کی نہیں بلکہ گناہوں کے مواقع اس کے حق میں بہت ضعیف و کمزور ہیں اگرچہ گناہوں کے سلسلہ میں کوئی معذور نہیں مگر جب ان کے گناہوں کے لئے کوئی مجبوری نہیں اور نہ ہی ان گناہوں کے اسباب اس کو مجبور کرنے والے ہیں تو پھر اس کا ان پر اقدام ضد، ہٹ دھرمی، اللہ تعالیٰ کے حق کی تحقیر اور جان بوجھ کر معصیت کا ارتکاب کرنے کے مترادف ہے نہ مجبوراً

السؤال السادس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال ویل للمکثرین الا من قال بالمال ھکذا ھکذا اربع عن یمنیہ وعن شمالہ ومن قدامہ و من ورائہ

(الف) ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مالداروں کے لئے بربادی ہے مگر ہاں وہ شخص جو مال کو دائیں بائیں آگے پیچھے خرچ کرے“۔

تشریح:

نبی ﷺ نے کثرت دنیا کی ہوس کے نتائج سے خبردار کیا ہے کیونکہ عام طور پر دولت انسان کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیتی ہے اور بالآخر اس کی دنیا اور آخرت تباہ کر دیتی ہے۔

نبی ﷺ صاحب نظر تھے، انہیں فتنہ دولت کی سنگینی کا صحیح اندازہ تھا اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا تاکہ مسلمان ہوسِ دولت کی دوڑ میں شریک ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کریں۔ دولت کی ہوس انسان کو تباہی کے کنارے پر پہنچا کر ہی دم لیتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس کے نتیجہ کو بھی مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا کہ پہلی قومیں اس مرض کی وجہ سے بُرے انجام سے دوچار ہوئیں اگر تم نے بھی یہی راستہ اختیار کیا تو تمہارا انجام بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قانون (جزاء وسزا) سب کے لئے ایک ہی ہے اس میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی قید نہیں آج مسلمانوں کے زوال کی وجہ بھی حصول مال کی جنگ ہے جس میں مسلمان مبتلا ہو چکے ہیں مالی بے ضابطگیوں نے ہمیں دنیا میں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے ہم پر پہلی قوموں جیسا عذاب تو نہیں آیا لیکن وسائل ہوتے

کے باوجود مسلمان ممالک کی اقتصادی تباہی اور دنیا میں مسلمانوں کی معاشی بے وقاری عذاب خداوندی سے کم نہیں اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا:

ان لکل امۃ فتنۃ و فتنۃ امتی المال

”بے شک ہر امت کے لئے آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے“۔

کثرت دنیا اور قرآن مجید:

قرآن مجید نے کثرت دنیا کی طلب سے خبردار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو آزمائش قرار دیا ہے:

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

”بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے“۔

لیکن اگر ہم اسی مال کو اچھے طریقے سے شریعت کے اصول کے مطابق خرچ کریں گے تو یہ مال ہمارے لئے آزمائش نہیں بلکہ اس کی بدولت ہم آخرت کو خرید سکتے ہیں جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس مال تھا تو انہوں نے اُس مال کو اس طرح خرچ کیا کہ اس مال کے بدلے آخرت کو خرید لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مال تھا انہوں نے اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو انہوں نے آخرت کو خرید لیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس مال تھا تو انہوں نے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا تو یہ مال یعنی کثرت مال ان کے لئے آزمائش نہیں بلکہ اسی مال سے انہوں نے آخرت کو خرید لیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مالداروں کے لئے بربادی ہے مگر ہاں وہ شخص جو مال کو دائیں بائیں آگے پیچھے خرچ کرے یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں (طریقوں) کے مطابق۔

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرض عبادات کی بجا آوری کے بعد حلال طریقہ سے روزی حاصل کرنا سب سے اہم فرض ہے اور فرمایا کہ حرام مال کی کمائی میں سے نہ صدقہ قبول کیا جاتا ہے نہ اس کے خرچ میں برکت دی جاتی ہے جو شخص حرام مال چھوڑ کر مرتا ہے وہ مال اس کے لئے جہنم کا زادِ راہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعہ مٹاتا ہے کیونکہ خبیث، خبیث کو نہیں مٹا سکتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے کو

حلال روزی کی تلاش میں محنت کرتا اور تکلیف اٹھاتا دیکھے۔

(ج) کسبِ حلال پر خوبصورت اور جاندار مضمون زینتِ قرطاس کریں۔

جواب: کسبِ حلال:

دولت بذاتِ خود جوانی کی طرح ہے جو بہت نشہ آور ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے اگر محاسبۂ دولت کا خیال نگہبانِ زندگی رہے تو بہتر ہے اسے اپنے ذرائع آمدن کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ زندگی کیا اعمالِ صالحہ کی قبولیت کی شرائط میں صرف حلال کا ہونا بنیادی شرط ہے اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا: جو جسم رشوت یا کسی اور حرام طریقے سے پلا وہ جنت میں نہیں جائے گا اس کے لئے آگ ہی بہتر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اندر ڈالتا ہے اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی کسبِ حلال کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی نے کبھی اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا مگر جو اس کے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بے شک اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کرتے تھے اور کھاتے تھے۔ اس لئے چوری، رشوت، جوئے، سمگلنگ، ملاوٹ، وزن میں کمی بیشی، جھوٹ اور دھوکے کی کمائی آخرت میں گلے پڑ جائے گی اور دنیا میں اقتصادی تباہی کا باعث بنے گی آج ہمارے زوال کی وجہ حرام کمائی اور اس کے اثرات بد ہیں۔

اب ہم کسبِ حلال پر چند حدیثیں بیان کرتے ہیں:

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ فرض عبادت کی بجا آوری کے بعد حلال طریقہ سے رزق حاصل کرنا سب سے اہم فرض ہے“۔

”حضور ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کی حرام مال کی کمائی میں سے نہ صدقہ قبول کیا جاتا ہے نہ اس کے خرچ میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص حرام مال چھوڑ کر مرتا ہے وہ مال اس کے جہنم کا زادِ راہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی کے ذریعے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو بھلائی کے ذریعے مٹاتا ہے کیونکہ خبیث، خبیث کو نہیں مٹا سکتا ہے“۔

”حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مال (کسبِ حلال) خوش مزہ چیز ہے جو شخص اس کو حق کے

ساتھ (یعنی شرع کے موافق) حاصل کرے اور حق میں (یعنی جائز موقع میں) خرچ کرے تو وہ اچھی مدد دینے والی چیز ہے“۔

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندے کو حلال روزی کی تلاش میں محنت کرتا اور تکلیف اٹھاتا دیکھے۔

کونسا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے:

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ کون سا ذریعہ معاش سب سے افضل ہے؟ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل زراعت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت و حرفت ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے افضل تجارت ہے اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے افضل ہاتھ کی کمائی اور صنعت و حرفت ہے، حدیث میں ہے: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا کسب سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع (خرید و فروخت)۔

تحقیق یہ ہے کہ اگر لوگوں کی خوراک اور غذا کی زیادہ ضرورت ہو تو زراعت سب سے افضل ہے تاکہ لوگ وسعت سے غذا حاصل کر سکیں، اور جب لوگوں کو تجارتی ساز و سامان کی زیادہ ضرورت ہو تو تجارت افضل ہے اور جب لوگوں کو صنعت و حرفت کی زیادہ ضرورت ہو مثلاً لوہے، لکڑی اور پلاسٹک کی چیزیں بنوانا، کپڑے سلوانا، اور کپڑے دھلوانا تو صنعت و حرفت کی زیادہ فضیلت ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد 12، صفحہ 220، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ)

الاختیار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس اهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية (السنة الثانية للبنات)

الموافق سنة 1436هجری، 2015ء

الورقة السادسة: لشرح معانی الآثار الوقت المحدود ثلاث ساعات مجموع الارقم :100

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولک الخیار فی البواقی ان تجیبی عن ثلاثة فقط

السؤال الاول

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام محدثین کرام اور فقہاء عظام کے نزدیک کیا ہے؟ اور شرح معانی الآثار کا مرتبہ امہات ستہ میں کیا ہے؟ تحریر کریں۔

جواب: محدثین کرام وفقہاء عظام کے نزدیک امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام:

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی کے عظیم محدث اور بے بدل فقیہ تھے۔ محدثین اور فقہاء کے طبقات میں ان کا یکساں شمار کیا جاتا تھا۔ سلف صالحین میں ایسے جامع حضرات کی مثالین بہت کم ملتی ہیں جو حدیث اور فقہ دونوں شعبوں میں سند کی حیثیت رکھتے ہوں۔

محدثین کرام ان کو حافظ اور امام کہتے ہیں۔ فقہاء عظام ان کو مجتہد منتسب قرار دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر نے کہا کہ وہ ثقہ، نبیل اور حدیث کا مسکن تھے۔ سمعانی نے کہا: وہ امام عاقل اور ثقہ شخصیت کے مالک تھے اوران کی وفات کے بعد دنیا آج تک ان کی نظیر نہیں پیش کر سکی۔ امام سیوطی نے کہا: وہ حدیث اور فقہ میں امام، علوم دینیہ کے ماویٰ اور احادیث نبویہ کے ملجاء تھے۔ حافظ ابوشیرازی نے کہا اما ابوجعفر طحاوی اصحاب ابوحنیفہ کی علمی ریاست کی منتہیٰ ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا: کہ وہ کوفیوں کی روایات اور مسائل فقہیہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے اور تمام مذاہب فقہاء کے عالم تھے۔ اتقانی نے کہا: کہ مذہب حنفیہ تو الگ رہا ابوجعفر طحاوی کی نظیر کسی مذہب میں نہیں ملتی۔

شرح معانی الآثار کا مرتبہ:

''شرح معانی الآثار'' فن حدیث میں ایک عظیم تصنیف اور احناف کا سرمایہ افتخار ہے۔ اس کتاب میں حدیث، فقہ اور رجال کے متعدد علوم کو حسن اور عمدگی کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ تبھی تو فاضل اتقانی نے فخر سے سر اٹھا کر کہا تھا کہ جو شخص امام طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ ''شرح معانی الآثار'' کا مطالعہ کرے۔ مسلک حنفی تو الگ رہا کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔

اس کتاب سے امام طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد احناف کی تائید اور یہ ثابت کرنا تھا کہ مسائل شرعیہ میں امام اعظم کا موقف کسی جگہ بھی احادیث کے خلاف نہیں ہے اور جو روایات بظاہر امام اعظم کے مسلک کے خلاف ہیں وہ یا مؤول ہیں یا منسوخ۔

اس تصنیف میں امام طحاوی متعدد جگہ پر احادیث پر فنی حیثیت سے کلام کرتے ہیں اور مخالفین کی پیش کردہ روایات پر فن رجال کے لحاظ سے جرح کرتے ہیں اس کے علاوہ عقلی لحاظ سے بھی مخالفین کے نقطہ نظر کی تضعیف کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب روایت اور درایت کی جامع ہے اور جن خوبیوں اور محاسن پر یہ کتاب مشتمل ہے صحاح ستہ کی تمام کتب ان سے خالی ہیں۔

السؤال الثانی عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ اِفْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ

(الف) خط کشیدہ صیغے بتائیں۔

جواب

خط کشیدہ صیغے اِفۡتَتَحَ: صیغہ واحد مذکر غائب، فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی باہمزہ وصل صحیح از باب افتعال۔

خَفِیۡفَتَیۡنِ: یہ خَفِیۡفَۃ کا تثنیہ ہے۔

صَلّٰی: صیغہ واحد مذکر غائب، فعل ماضی معروف، ثلاثی مزید فیہ، بے ہمزہ وصل، ناقص واوی از باب تفعیل۔

(ب) وتروں کی تعداد میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب

وتر کی رکعتوں کی تعداد: وتر کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وتر ایک سلام کے ساتھ ہے یا دو سلاموں کے ساتھ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 620ھ فرماتے ہیں:

ان احمد قال انا نذهب فی الوتر الی رکعة وان اوتر بثلاث او اکثر فلا باس

ترجمہ: ''امام احمد بن حنبل نے فرمایا وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(المغنی ج ۱، ص ۴۴۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

دلیل نمبر 1:

مسلم شریف میں ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

الوتر رکعة من اٰخر اللیل

''یعنی وتر کی ایک رکعت ہے رات کے آخری حصے میں''

یہ حدیث صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر کی ایک رکعت ہے۔

دلیل نمبر 2:

نیز حضور ﷺ سے روایت ہے:

قال من احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل

ترجمہ: ''یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے وتر کی پانچ رکعات کو پسند کیا تو اس کو کرے اور جس نے ایک رکعت کو پسند کیا تو وہ اس کو کرے''۔

نوٹ: وتر کی سات، نو اور گیارہ رکعت کی تعداد بھی مروی ہے۔ (عنایہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

قول نمبر 1: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم وتر ایک رکعت ہے۔

قول نمبر 2: یہ ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں مگر دو سلاموں کے ساتھ ادا کرے۔

نوٹ: یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الوتر سنة عندنا بلا خلاف واقله رکعة بلا خلاف و ادنی کماله ثلاث رکعات و اکمل منه خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدی عشرة وهی اکثره علی المشهور فی المذهب

(شرح المہذب مع الشروح، جلد نمبر ۴، ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: ''ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں پھر اس سے کامل پانچ، پھر سات، پھر نو، پھر گیارہ رکعت ہیں اور بنا بر شہرت یہ وتر کی سب سے زیادہ رکعات ہیں۔

نوٹ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف والے دلائل ہی ان کے دلائل ہیں۔

قول نمبر 2 پر دلیل نمبر 1:

سالم بن عبداللہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنی جفت نماز اور طاق نماز میں سلام کے ذریعے فصل کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

دلیل نمبر 2:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعات ادا کی پھر فرمایا: اے لڑکے ہماری سواری تیار کردو پھر وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک رکعت وتر ادا کی۔

دلیل نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک اور دو رکعت کے درمیان وتر کی نماز میں سلام پھیرا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کسی کام کی ہدایت بھی کر دیتے تھے۔

نوٹ: ان آثار میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وتر کی نماز میں تین رکعات ادا کیا کرتے تھے البتہ ایک اور دو رکعت کے درمیان فصل کیا کرتے تھے اور وتر کی نماز کے بارے میں ان سے اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ تین رکعات ہوتی ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل بھی کیا جائے۔

نوٹ: امام مالک کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعت پر مشتمل ہے جب بھی کسی دوگانہ کے بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو

جائیں گے۔

نوٹ: ان کے دلائل بھی مذکورہ ہیں جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مؤقف کے دلائل میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

علماء احناف کا مؤقف:

علماء احناف کے نزدیک وتر کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ واجب ہیں یعنی درمیان میں ایک اور سلام لا کر ان کے درمیان فصل نہ کرے۔

علماء احناف کے دلائل:

دلیل نمبر 1: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات

ترجمہ: کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی نماز میں تین رکعتیں ادا فرماتے تھے"۔

دلیل نمبر 2:

عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ لا یسلم فی الرکعتین الاولین من الوتر

"یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

دلیل نمبر 3:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **وتر اللیل ثلاث کوتر النهار** "یعنی رات کا وتر تین رکعتیں ہیں جیسا کہ دن کا وتر تین رکعتیں ہیں"۔

نوٹ: دن کے وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے۔ (فتح القدیر)

دلیل نمبر 4:

عن عائشة رضی الله عنها ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث یقرأ فی اول رکعة سبح اسم ربک وفی الثانیة قل یا ایها الکافرون وفی الثالثه قل هو الله والمعوذتین

یعنی حضور ﷺ تین رکعتیں وتر کی پڑھتے تھے پہلی میں سبح اسم ربک اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر 5:

نھی رسول الله ﷺ عن البتیراء

"یعنی حضور ﷺ نے صلوۃ بتیرا یعنی ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے"۔

دلیل نمبر 6:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے چنانچہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اٰخرھن

"یعنی کہا کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں صرف ان کے آخر میں سلام پھیرے"۔

دلیل نمبر 7:

ابو خالد نے بیان کیا کہ میں نے جلیل القدر تابعی ابو العالیہ سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا ہم کو اصحاب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ وتر مغرب کی نماز کے مانند ہے یہ رات کا وتر ہے اور مغرب کی نماز دن کا وتر ہے۔

نوٹ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز کی طرح وتر کی بھی تین رکعتیں ہیں بغیر

درمیان کے سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی کیونکہ مغرب کی نماز میں آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

دلیل نمبر 8:

جو حضرات وتر کی ایک رکعت کے قائل ہیں ان کی طرف سے پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کا جواب بقول امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے قول (فصل رکعة) کے معنی یہ ہیں کہ صل رکعة مع ثنتین قبلھا یعنی حضور ﷺ نے فرمایا: اس سے پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر ایک رکعت اور پڑھ لے پس اب تین رکعتیں ہوئیں نہ کہ ایک۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک رکعت یا پانچ رکعتیں یا سات، نو، گیارہ کی روایت استقرار وتر سے پہلے کی ہیں لیکن جب تین رکعتوں پر استقرار ہو گیا اور ٹھہراؤ ہو گیا تو باقی روایتیں منسوخ ہو گئیں۔

السؤال الثالث عن ابن عباس رضی الله عنهما لما خیرت بریرة رأینا زوجها یتبعها فی سکک المدینة ودموعة تسیل علی لحیته فکلم له العباس النبی ﷺ ان یطلب الیها فقال لها رسول الله ﷺ زوجک وابو ولدک فقالت اتأمرنی به یا رسول الله؟ فقال انما انا شافع قالت ان کنت شفعا فلا حاجة لی فیه واختارت نفسها

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب بریرہ کو اختیار دیا گیا تو ہم نے اس کے شوہر کو دیکھا وہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں اس کے پیچھے جا رہا تھا اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات کی اور بولے آپ بریرہ کو بلائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے کہا: یہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارے بچوں کا باپ ہے۔ بریرہ نے عرض کیا: کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ یا

رسول اللہ! ﷺ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں سفارش کر رہا ہوں اس نے عرض کی اگر آپ سفارش کر رہے ہیں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اور بریرہ نے اپنے آپ کو اختیار کیا"۔

(ب) مذکورہ خیارِ عتق میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: جس کنیز کو آزاد کر دیا جائے تو اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام، تو کیا اس کنیز کو شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک:

امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اگر لونڈی کو آزاد کیا جائے اور اس وقت اس کا شوہر غلام ہو تو لونڈی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح میں رہے یا اس نکاح کو فسخ کر دے اور اگر اس وقت اس کا شوہر آزاد تھا تو پھر اس کو اختیار نہیں ہے کیونکہ غلام کے نکاح میں آزاد کا رہنا باعث عار ہے اور آزاد کے نکاح میں رہنے میں کوئی عار نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی و جمہور فقہاء کی دلیل:

جمہور فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں حضرت بریرہ کے شوہر کو غلام بتایا گیا ہے۔
دلیل نمبر 1: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بریرہ کا شوہر ایک غلام شخص تھا اگر وہ آزاد ہوتا تو نبی اکرم ﷺ اسے اختیار نہ دیتے۔
دلیل نمبر 2: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب بریرہ کو آزاد کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اختیار دیا تھا اس کا شوہر غلام تھا۔
نوٹ: جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ یہ بات محض اپنے قیاس سے نہیں کہہ سکتیں کیونکہ یہ ایک تشریعی معاملہ ہے علاوہ ازیں اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ جب حضرت بریرہ کو اختیار دیا تو ان کے شوہر غلام تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب لونڈی کو آزاد کیا جائے تو اس کو ہر حال میں اختیار ملے گا خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام کیونکہ لونڈی پر شوہر کی ملکیت کم ہوتی ہے اور وہ صرف دو طلاقوں سے مغلظہ ہو کر شوہر کے نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے اور آزاد پر شوہر کی ملکیت زیادہ

ہوتی ہے وہ تین طلاقوں سے مغلظہ ہوتی ہے اس لئے جب وہ آزاد ہوئی تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس زائد ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔

نوٹ: جس وقت لونڈی کو آزاد کیا جائے اس وقت اگر اس کا شوہر غلام ہو تو تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ باندی کو اختیار دیا جائے گا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر اس کا خاوند اس وقت آزاد ہو پھر بھی اس کو اختیار دیا جائے گا اس اختلاف کا سبب دراصل اس بات میں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت ان کے شوہر مغیث غلام تھے یا آزاد، ائمہ ثلاثہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اس وقت غلام تھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اس وقت آزاد تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جسے امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایات کیا ہے: "اسود کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے بریرہ کو خریدا اس کے مالکوں نے اس کی ولاء کی شرط لگائی، میں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو آزاد کر دو، ولاء اس کا حق ہے جو پیسے ادا کرے، میں نے اس کو آزاد کر دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر اس کے شوہر میں اس کو اختیار دیا، بریرہ نے کہا کہ اگر وہ مجھے اتنے اتنے پیسے دے پھر بھی میں اس کے پاس نہیں رہوں گی اس نے (شوہر کے مقابلہ میں) خود کو اختیار کر لیا اور اس کا شوہر آزاد تھا"۔

(سنن نسائی، ج ۲، ص ۸۷، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال الحکم و کان زوجها حراً قال ابوعبداللہ وقول الحکم مرسل

ترجمہ: "حکم کہتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند آزاد شخص تھا امام بخاری نے کہا یہ حدیث مرسل ہے"۔ (بخاری جلد نمبر 2، ص 999، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود عن عائشة فی قصة بریرة قال الاسود و کان زوجها حرا

ترجمہ: "اسود نے حضرت عائشہ سے بریرہ کا جو قصہ روایت کیا ہے اس میں اسود نے

بیان کیا کہ ان کا خاوند آزاد شخص تھا'۔ (ترمذی، ص ۱۸۶، مطبوعہ کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الزهری ان النبی ﷺ قال لامة عتقت ولها زوج انی ذاکر لک امرا فلا علیک ان لا تفعلیه ولکنی اتحرج ان اکتملیه ان لک الخیار علی زوجک

(المصنف، ج ۷، ص ۲۵۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ: ''زہری بیان کرتے ہیں کہ جب ایک شادی شدہ لونڈی آزاد کی گئی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں تم سے ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں اس مسئلہ کو چھپانا پسند نہیں کرتا، تمہیں تمہارے خاوند کے بارے میں اختیار ہے''۔

نوٹ: یہاں بھی نبی ﷺ نے باندی کے اختیار کو مطلق رکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اگر آزاد شدہ باندی کا شوہر آزاد ہو یا غلام تو لونڈی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح میں رہے یا اس کے نکاح کو فسخ کردے اور یہی مؤقف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

شوہر کے آزاد ہونے کے باوجود خیار عتق پر فقہاء احناف کے دلائل:

اگر آزاد شدہ باندی کا شوہر غلام ہو تو اس کا اختیار اتفاقی امر ہے اور آزاد ہونے کی صورت میں اس کے اختیار پر درج ذیل اقوال تابعین دلیل ہیں:

۱۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جب آزاد شخص کی بیوی آزاد کی دی جائے تو اس کو اختیار ہے۔

۲۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ باندی کو اختیار دیا جائے گا خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے۔

۳۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب کسی آزاد شخص کی بیوی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو اختیار ہے۔

(المصنف، ج ۷، ص ۵۴، ۲۵۵، مکتب اسلامی بیروت)

غلام اور آزاد ہونے والی حدیث میں تطبیق:

ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ جن روایات میں ذکر ہے کہ وہ غلام تھے اس میں ان کے ماضی کے حال کی خبر دی ہے اور جن روایات میں ہے کہ وہ آزاد تھے ان میں اس وقت کے حال کا بیان کیا گیا ہے جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا حضرت ابن عباس کی روایت میں جو ان کے غلام ہونے کا ذکر ہے وہ بھی ماضی کے حال کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ وہ ماضی میں غلام رہے تھے اس لئے ان پر غلام کا اطلاق کر دیا اور یہ اطلاق

عرف اور محاورے میں بکثرت ہوتا ہے۔

حضرت بریرہ کے شوہر کی آزاد ہونے والی روایت کی از روئے درایت ترجیح:

علامہ ابن ہمام نے پہلے تو ان دو حدیثوں میں تطبیق دی پھر فرمایا کہ ان دو روایتوں میں مغیث کے آزاد ہونے والی روایت درایۃً راجح ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں اور ایک حدیث میں کسی وصف زائد کی نفی ہو اور دوسرے میں وصف زائد کا اثبات ہو تو اس حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے کہ جس میں کسی وصف زائد کا اثبات ہو کیونکہ جس میں نفی ہے اس میں حالت اصلیہ کے اعتبار سے روایت کی گئی ہے اور جس میں اثبات ہے اس میں راوی اپنے علم کی بناء پر کسی دلیل سے وصف زائد کی حکایت کر رہا ہے اور چونکہ تمام صحابہ روایت میں عادل ہیں اس لئے اثبات والی روایت کا اعتبار کیا جائے گا پس حضرت ابن عباس نے جو مغیث کے غلام ہونے کی روایت کی ہے وہ ان کی حالت اصلیہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ وہ اصل میں غلام تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو ان کے آزاد ہونے کی روایت کی ہے وہ اس پر محمول ہے کہ انہیں علم تھا کہ حضرت بریرہ کو جب آزاد کیا گیا تھا اس وقت حضرت مغیث رضی اللہ عنہ بھی آزاد ہو چکے تھے اس لئے حضرت ابن عباس کی روایت پر حضرت عائشہ کی روایت کو ترجیح ہے جس میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو آزاد بتایا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک وصف زائدہ کا اثبات ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب:

خیار عتق میں غلام کی قید لگانے پر ائمہ ثلاثہ نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ آزاد عورت کے لئے غلام کے نکاح میں رہنا باعث عار ہے اور آزاد کے نکاح میں رہنا کوئی عار نہیں ہے اس لئے باندی کو جب آزاد کیا جائے اس وقت اگر اس کا خاوند غلام ہو تو اس کا خیار عتق ملے گا ورنہ نہیں۔

علامہ بابرتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں عدم کفاءت کی وجہ سے نکاح کے ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ابتداء عقد میں ہوتا ہے ابقاء عقد میں نہیں ہوتا کیونکہ امارت اور غربت بھی کفو میں معتبر ہیں اگر کوئی شخص امیری میں کسی امیر لڑکی سے نکاح کرے اور بعد میں غریب ہو جائے تو بعد میں کفو نہ رہنے کی بناء پر کسی امام کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے کہ عورت کو فسخ

نکاح کا اختیار دیا جائے۔

السؤال الرابع فَلَمَّا ثَبَتَ فِیْ هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ اَنَّ الْمُکْرَهَ عَلَیْهَا مَحْکُوْمٌ عَلَیْهِ بِحُکْمِ الْفَاعِلِ، کَذٰلِکَ فِی الطَّوَاعِیَةِ فَیُوْجِبُوْنَ عَلَیْهِ فِیْهَا مِنَ الْاَمْوَالِ مَا یَجِبُ عَلَی الْفَاعِلِ لَهَا فِی الطَّوَاعِیَةِ ثَبَتَ اَنَّهٗ کَذٰلِکَ الْمُطَلِّقُ وَالْمُعْتِقُ وَالْمُرَاجِعُ فِی الْاِسْتِکْرَاهِ یُحْکَمُ عَلَیْهِ بِحُکْمُ الْفَاعِلِ فَیَلْزَمُ اَفْعَالَهٗ کُلَّهَا

(الف) مذکورہ عبارت پر اعراب لگائیں۔

اعراب لگا دیا گیا ہے

جواب:

ترجمہ: جب ان تمام صورتوں کے ذریعے یہ بات لازم ہو گئی کہ جس شخص کو مجبور کیا گیا ہو اس پر وہی حکم لازم ہو گا جو اپنی رضامندی کے ساتھ یہ عمل کرنے والے کا حکم ہے تو اب اس صورت میں علماء اس پر وہ چیز لازم قرار دیں گے جس کا تعلق اموال کے ساتھ ہے وہی چیز لازم قرار دیں گے جو اس شخص پر لازم ہوتی جو اپنی مرضی کے ساتھ یہ عمل کرتا تو اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ طلاق دینے والے، آزاد کرنے والے اور رجوع کرنے والے جبکہ وہ مجبوری کے عالَم میں ہوں ان پر وہی حکم لازم ہو گا جو اسے (رضامندی کے ساتھ) کرنے والے کا حکم ہے اور ان کے تمام افعال لازم ہوں گے''۔

(ب) طلاق مکرہ میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: طلاق بالجبر کی حیثیت:

مکرہ بفتح الراء وہ شخص ہے جس کو جان یا عضو کا ضرر پہنچانے کی بادشاہ نے دھمکی دی ہو یا اس شخص نے جس کی طرف سے ایسا کرنا متصور ہو پس مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو اس میں اختلاف ائمہ ہے کہ طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا مسلک:

یہ ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو اس کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہو گی۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل نمبر 1:

یہ ہے کہ اکراہ اور اختیار دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور تصرفات شرعی اختیار ہی کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں پس اختیار نہ ہونے کی وجہ سے مکرہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہو گی بخلاف ہازل (ٹھٹھا کرنے والے کے) کیونکہ اگر کوئی شخص ہنسی مذاق میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ ہازل طلاق کا تکلم کرنے میں مختار ہے۔

دلیل نمبر 2: حضرت امام شافعی حضور علیہ السلام کے ارشاد: رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ سے بھی استدلال کرتے ہیں یعنی میری امت سے خطا اور نسیان اور جس پر مجبور کیا گیا ہے اس کو اٹھا لیا گیا۔

احناف کا مسلک:

یہ ہے کہ اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

احناف کی دلیل نمبر 1:

یہ ہے کہ مکرہ نے اپنی منکوحہ پر طلاق واقع کرنے کا ارادہ کیا ہے درآں حالیکہ اس کو طلاق واقع کرنے کی لیاقت بھی ہے پس یہ قصد طلاق اپنے مقتضی اور حکم سے خالی نہ جائے گا تاکہ تحلف حکم عن العلت لازم نہ آئے اور تاکہ مکرہ کی حاجت دفع ہو جائے۔

مکرہ کی حاجت یہ ہے کہ جس چیز سے اس کو ڈرایا گیا ہے اس سے چھٹکارا پا جائے اور اس مکرہ کو قیاس کیا گیا ہے طالع پر یعنی جس طرح اپنی رضا اور اختیار سے طلاق دینے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح مکرہ کے طلاق دینے پر بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ قصد طلاق اس سے معلوم ہوا کہ مکرہ کے سامنے دو برائیاں تھیں ایک جان کا ضائع ہونا دوسرے بیوی کا ضائع ہونا یعنی اگر طلاق دے تو بیوی گئی اور اگر طلاق نہ دے تو جان گئی۔

اس شخص نے ان دونوں برائیوں میں سے آسان (وقوعِ طلاق) کو اختیار کرلیا اور دو برائیوں کو پہچاننا اور اہون کو اختیار کرنا یہ ہی قصد اور اختیار کی علامت ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ مکرہ نے اپنے اختیار سے طلاق دی ہے نہ کہ بلا اختیار۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مکرہ ایقاع طلاق کے حکم (وقوع طلاق) راضی نہیں تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ ایقاع طلاق کے حکم پر عدم رضا وقوع طلاق میں مخل نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر رضامندی کے بھی طلاق واقع ہو سکتی ہے جیسے ہازل کی طلاق وقوع طلاق پر عدم رضا کے باوجود واقع ہو جاتی ہے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب:

امام شافعی جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں آخرت میں رفع حکم مراد ہے نہ کہ دنیا میں۔ یعنی خطا اور نسیان کی وجہ سے آخرت میں مواخذہ نہیں ہوگا البتہ دنیا میں خطاء و نسیان وغیرہ پر احکام مرتب ہوں گے۔

مثلاً قتل خطاء میں اگرچہ آخرت میں مواخذہ نہیں ہوگا لیکن دنیا میں دیت واجب ہوتی ہے

اسی طرح نماز میں اگر نسیاناً واجب ترک ہو گیا تو گو آخرت میں اس پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن دنیا میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ بہر حال اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا درست نہیں ہے۔

احناف کی دلیل نمبر 2:

الفرج بن فضالہ نے عمرو بن شراحیل سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زبردستی کر کے اس کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو اس کے شوہر نے اس عورت کو طلاق دے دی پھر یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس طلاق کو نافذ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ (المحلی بالآثار، ج ۹ ص ۴۶۳)

السؤال الخامس ان النبی ﷺ لاعن بالحمل

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ نے حمل کی وجہ سے لعان کروا دیا تھا"۔

(الف) حدیث مذکورہ کی ترکیبِ نحوی کریں۔

جواب: حدیث مذکورہ کی نحوی ترکیب:

انَّ حرف مشبہ بالفعل، "النبی" انَّ کا اسم، "لَاعَنَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی بے ہمزہ وصل صحیح از باب مفاعلہ، ہو ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل (با) حرف جار، "الحمل" مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر ظرف لغو متعلق ہوا لاعن فعل کے، لاعن فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی انَّ حرف مشبہ بالفعل کے، انَّ حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(ب) لعان بالحمل کے بارے میں اختلاف ائمہ مع دلائل تحریر کریں۔

جواب: حمل کی نفی سے لعان کا وجوب وعدم وجوب:

مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس سے لعان واجب ہوگا یا نہیں؟ اس کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام زفر اور امام احمد کا مؤقف:

ان کا مؤقف یہ ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس سے نہ لعان واجب ہوگا اور نہ حد۔

نوٹ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مشہور قول ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام زفر اور امام احمد کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ جس وقت حمل کی نفی کی گئی اس وقت حمل کا ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ پیٹ میں ہوا بھری ہو جس کو حمل خیال کیا اس وجہ سے شوہر تہمت لگانے والا شمار نہیں ہو گا اور جب قذف ثابت نہیں ہوا تو لعان واجب نہیں ہوگا۔

امام محمد، امام مالک، امام ابو یوسف کا غیر مشہور قول:

صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر اس عورت نے تہمت لگانے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنا تو حمل کی نفی کر دینے سے لعان واجب ہو جائے گا اور یہ چھ ماہ سے کم کی قید مبسوط

میں بھی مذکور ہے۔

دلیل نمبر ا۔اس حدیث سے استدلال کی ہے جو علقمہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ سے منقول ہے نبی اکرم ﷺ نے حمل کی وجہ سے لعان کروادیا تھا۔

دلیل نمبر ۲۔ان کی یہ دلیل یہ ہے کہ جب قذف کرن کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو ہم کو یقین ہوگیا کہ قذف کے وقت حمل موجود تھا پس جب قذف کے وقت حمل موجود تھا تو تہمت لگانا پایا گیا اور جب تہمت لگایا پایا گیا تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔

امام ابوحنیفہ کی طرف سے صاحبین کی دلیل کا جواب:

امام ابوحنیفہ کی طرف سے صاحبین کی دلیل کا جواب یہ ہوگا کہ شوہر کا قول: لیس حملک منی فی الحال تو قذف نہیں ہوا کیونکہ فی الحال وجود حمل متعین نہیں ہے پس ایسا ہو گیا جیسا کہ شرط پر معلق کیا گیا شوہر نے کہا: ان کان بک حمل فلیس منی یعنی اگر تو حاملہ ہے تو وہ مجھ سے نہیں اور قذف کو شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے اس لئے یہ قذف نہیں ہوگا اور جب قذف نہیں ہوا تو لعان بھی واجب نہیں ہوگا۔

ابوحنیفہ کی طرف سے صاحبین کی دلیل نمبر ایک کا جواب:

صاحبین نے وہ حدیث جو حجت کے طور پر پیش کی وہ مختصر حدیث ہے جسے روایت کرنے والے نے مختصر طور پر روایت کیا ہے اور اس میں غلطی کی ہے اور اس روایت کی اصل یہ ہے: ان رسول اللہ ﷺ لاعن بینھما وھی حامل کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں کے درمیان لعان کروا دیا تھا اور وہ عورت اس وقت حمل کی حالت میں تھی ہمارے نزدیک یہ قذف کی وجہ سے لعان تھا حمل کی نفی کی وجہ سے لعان نہ تھا اسے روایت کرنے والے نے یہ وہم کیا ہے کہ یہ حمل کی وجہ سے لعان ہے اس لئے اس نے حدیث کو مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 1: صحیح البخاری

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

1. باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ وقول اللہ عزوجل اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ......عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات وانما لامریءٍ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها أوالی امرأة ینکحها فهجرته الی ماهاجرالیه

(ا) ترجمہ اور تشریح سپرد قلم کریں۔

جواب: ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ پر ابتداء وحی کی کیفیت، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔اے رسول معظم! بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی،سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف ہو، جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف (شمار) ہوگی جس کی طرف ہجرت کرنے کی اس نے نیت کی تھی۔

تشریح:

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، لہٰذا سیدنا محمد ﷺ پر وحی نازل کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

امام بخاری نے "بدء الوحی" کا لفظ فرمایا ہے "بدء" کے دو معنی ہیں ظہور اور ابتداء

امام بخاری کا اس کتاب میں یہ طریقہ ہے کہ باب کا عنوان ذکر کرنے کے بعد اس عنوان کے مناسب قرآن مجید کی کوئی آیت ذکر کرتے ہیں یا پھر کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں یا کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام کا قول ذکر کرتے ہیں، یہاں باب کے عنوان میں چونکہ وحی کا لفظ تھا، اس لیے امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کیا، جس میں وحی کا ذکر ہے۔

اِس حدیث کا پہلا جملہ ہے اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے، اور دوسرا جملہ ہے، ہر شخص کے عمل کا ثمرہ وہی ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہے پہلے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال پر ثواب اور عذاب کا مدار ان اعمال کی نیت پر ہے، دوسرے جملہ میں اس پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیات سے ہوتا ہے، مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا ایک عمل ہے اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کرلے تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا، مثلاً وہ یہ نیت کرے کہ راستے میں اس کو جو مسلمان ملے گا وہ اس کو سلام کرے گا اگر اس نے پہلے سلام کرلیا تو اس کے سلام کا جواب دے گا اگر کوئی ضرورت مند سائل ملا تو اپنی حیثیت کے مطابق اس کا سوال پورا کرے گا نیکی کا حکم دے گا بُرائی سے روکے گا، مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کرے گا اور یہ دُعا پڑھے گا۔

"اللھم افتح لی ابواب رحمتک"

وغیرھا، تو اگر وہ ایک عمل میں متعدد نیک کاموں کی نیت کرے گا تو اس ایک عمل میں اس کو متعدد نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔

(۲) باب اور حدیث شریف میں مناسبت ہے یا نہیں؟ واضح کریں، نیز اس حدیث شریف کو یہاں ذکر کرنے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب: حدیث کے عنوان کی حدیث کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے "بدء الوحی" یعنی وحی کی ابتداء اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں وحی

کی ابتداء کا ذکر نہیں ہے۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

(۱) "بدء" کا معنی ابتداء بھی ہے اور ظہور اور غلبہ بھی ہے وحی کی ابتداء کا ذکر اس باب کی تیسری حدیث میں ہے اور یہ حدیث آپ نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمائی تھی اور وحی کا ظہور اور غلبہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(۲) اِس حدیث میں فرمایا: اعمال کا مدار نیات پر ہے یعنی ہر کام میں حسن نیت اور اخلاص ہونا چاہیے اور اس حدیث کو وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس "الجامع الصحیح المسند" کو حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ مدون کیا ہے۔

(۳) اِس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے اور نبی ﷺ نے یہ حدیث ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بیان فرمائی۔

(۴) یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں منبر پر خطبہ میں ارشاد فرمائی اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو منبر پر خطبہ میں بیان کیا اور جب یہ حدیث منبر پر خطبہ بن سکتی ہے تو کتاب کے شروع میں بھی خطبہ بن سکتی ہے، سو امام بخاری نے یہ چاہا کہ اپنی کتاب میں اپنے الفاظ پر مشتمل خطبہ لکھنے کی بجائے حدیث صحیح کی اس کتاب میں حدیث صحیح کو ہی بہ طور خطبہ وارد کیا جائے اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں الگ خطبہ نہیں لکھا۔

(۳) وحی کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد وحی کی کوئی چار صورتیں قلمبند کریں۔

جواب: وحی کا لغوی معنی

امام بخاری نے دوسرا لفظ جو ذکر کیا ہے وہ "وحی" ہے علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے وحی کا لغوی معنی اس طرح بیان کیا ہے۔ اشارہ کرنا، لکھنا، لکھا ہوا، پیغام پہنچانا، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف پہنچاؤ یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں منحصر ہوگیا (تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۵، المطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ)

وحی کا شرعی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ لکھتے ہیں۔

اصطلاح میں وحی ان کلمات الٰہیہ کو کہتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے یہ القاء یا تو اس فرشتے کے واسطے سے ہوتا ہے، جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے جیسا کہ حضرت جبریل کا کسی خاص صورت میں اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا یا بغیر مشاہدہ کے اللہ کا کلام سنائی دے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا یا نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دی جائے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ جبریل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی۔ (المفردات ج ۲ ص ۶۶۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں

ھو کلام اللہ المنزل علی نبی من انبیائہ

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

"یہ وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی پر نازل کیا گیا ہو۔

وحی کی صورتیں

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور ہمارے نبی ﷺ کا کلام قدیم سننا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں ہے

فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا

صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آ کر بات کریں، جیسے ایک اعرابی کی شکل میں آئے۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل [illegible] پروں کے ساتھ آئے، جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں، جیسے حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

وحی اسرافیل جیسا کہ "مسند احمد" میں ہے کہ تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۷۹-۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت (۱۴۲۱ھ)

سوال2: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهٖ

(۱) حدیث شریف پر اعراب اوپر لگا دیا گیا

(۲) ہبہ کا لغوی و اصطلاحی معنی تحریر کریں نیز بتائیں کہ کیا ہبہ میں رجوع کرنا حرام ہے؟ اپنا مؤقف تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: ان کا جواب تنظیم گائیڈ صفحہ ۱۰۳ پر ملاحظہ کریں۔

سوال3:

جواب: عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ لی خمسۃ اسماءٍ انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا العاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب.

ترجمہ: محمد بن جبر بن مطعم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کیا جائے اور میں عاقب ہوں۔

تشریح

پانچ ناموں پر اقتصار کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے میرے پانچ نام ہیں اس جگہ یہ سوال ہے کہ آپ نے پانچ

ناموں پر کیوں اقتصار فرمایا ہے حالانکہ آپ کے اسماء پانچ سے زیادہ ہیں امام ابوبکر بن العربی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بھی ایک ہزار اسم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ اس لیے پانچ اسماء کے ذکر کرنے سے زیادہ اسماء کی نفی نہیں ہوتی۔

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں رسول الرحمت ہوں اور میں رسول الملحمۃ ہول میں ہتھیاروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں آرات زراعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور کتاب الشفاء میں ہے کہ میں قیم ہوں یعنی کامل جامع ہوں قرآن مجید، انجیل اور تورات، زبور میں بھی آپ کے بہت سے نام ہیں۔ ابن دحیہ نے کہا۔

"آپ کے اسماءِ صفات تین سو سے زائد ہیں۔"

(۲) نبی کریم ﷺ کے مذکور پانچوں اسماء گرامی کے معانی و مفاہیم سپرد قلم کریں۔

محمد ﷺ کے معانی اور مفہوم

محمد کے معانی جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر کی جاتی اور جس میں نقص اور عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے اسی لیے کفار قریش آپ کو محمد کی بجائے مذمم کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلقاً محمد فرمایا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہیں ہے اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے اور جب آپ مطلقاً محمد ہیں تو آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب نہیں ہے۔

احمد ﷺ کے معانی و مفہوم

احمد کے معانی ہے تمام حمد کرنے والوں سے زیادہ حمد کرنے والے

حاشر و ماحی ﷺ کے معانی و مفہوم

اس حدیث مذکور میں ہے کہ میں ماحی ﷺ ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا، یعنی جزیرہ عرب سے یا اکثر ملکوں سے کفر کو زائل کردے گا اس سے مراد یہ ہے کہ

تمام شہروں میں کفر کو ذلیل اور رسوا کردے گا زائد ہے نیز فرمایا اور میں حاشر ہوں اللہ میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کرے گا یعنی میرے بعد کیونکہ آپ ان سے پہلے میدان حشر میں آئیں گے کیونکہ آپ کے بعد کوئی بھی نہیں ہے۔

عاقب ﷺ کے معانی و مفہوم

آپ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں یعنی میں انبیاء کے بعد آنے والا ہوں اور ان کا خاتم ہوں امام مسلم کی روایت میں ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ امام ترمذی کی روایت میں عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سوال 4: (ا) صحیح بخاری کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے کوئی دو معجزات تحریر کریں۔

نبی ﷺ کا غیب کی خبریں دینا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱. عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ قال لاتقوم الساعة حتی تقاتلوا قومًا نعالھم الشعُور حتی تقاتلوا الترک صغار الاعین حمر الوجوہ ذلف الانوف کان وجوھھم المجان المطرقة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرام ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہ کرلو جو بالوں والے جُوتے پہنے گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کرلو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے ناک چھوٹی اور چپٹی ہوگی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔

نوٹ: اسی حدیث میں نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے جو مستقبل میں ہونا تھا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۲۔ آپ ﷺ کی برکت سے کم پانی کے زیادہ ہونے کا معجزہ

حدثنی محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی عن سعید عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتی النبی ﷺ باناءٍ وھو بالزوراءِ فوضع یدہ فی الاناءِ فجعل الماءُ ینبع من بین اصابعہٖ فتوضا القوم قال قتادة قلت

لانس کم کنتم قال ثلاث مائة اوزهاءَ ثلاث مائةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ "مجھے محمد بن بشار" نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقام زوراء (مدینہ) کے بازار میں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک برتن لائے گا آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پانی ابل کر نکلنے لگا، سو تمام لوگوں نے وضو کرلیا۔ قتادہ نے کہا میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے انہوں نے کہا ہم لوگ تین سو تھے یا تین سو کے لگ بھگ تھے۔

جز نمبر۴ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بخاری شریف میں مذکور احادیث مبارکہ میں سے کوئی دو احادیث تحریر کریں۔

۱. وقال النبی ﷺ من یحفر بئرَ رومة فَلَهُ الجنه فحفرها عثمان وقال من جهز جیش العسرة فلهُ الجنة فجهزه عثمان

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو رومہ کا کنواں کھودے گا تو اس کو جنت ملے گی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو کھودا تھا اور آپ نے فرمایا: جس کے تنگی کے لشکر میں سامان مہیا کیا تو اس کے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا سامان مہیا کیا۔ حدیث صحیح بخاری (۲۷۷۸)

۲. ان انساً رضی اللّٰه تعالیٰ عنه حدثهم قال صعد النبی ﷺ احداً ومعه ابوبکر وعمر وعثمان فرجف وقال اسکن احداظنه ضربه برجلهٖ فلیس علیك الانبی وصدیق وشهیدان

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی نبی ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو وہ پہاڑ لرزنے لگا آپ نے فرمایا: اے احد پر سکون ہو جا! اور میرا گمان ہے آپ نے اس پر اپنا پیر مارا (فرمایا) تجھ پر تو ایک نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر2: صحیح المسلم

نوٹ: سوال نمبر ا لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال1. عن انس بن مالك قال قال رسول اللّٰه ﷺ لا یؤمن احد کم حتی اکون أحب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین

ا۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

2۔ حدیث پاک میں محبت سے مراد محبت طبعی ہے یا اختیاری؟ اپنا موقف بیان کرنے کے بعد وجہ ضرور تحریر کریں؟

جواب: ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح ٹھیک ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ محبت دو قسم کی ہیں۔ ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت اور محبت عقلی اختیاری ہوتی ہے اور محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ دیگر اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ پر قربان کردے جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے اور حضرت ابوحذیفہ نے اپنے باپ کے خلاف مبارزت کی اور حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا رسول اللہ کی خاطر صحابہ کرام اپنے

وطن، اقربا، مکانوں اور مال ودولت کو چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آگئے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر نے سارا مال رسول اللہ کے قدموں میں لاکر رکھ دیا اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

ولو انا کتبنا علیھم ان قتلوا انفسکم (النساء:٦٦)

اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو صدیق اکبر نے کہا حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ کی محبت فرض ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ مطلقاً نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

۳۔ خط کشیدہ سے مراد کمال ایمان کی نفی ہے یا اصل ایمان کی؟ تفصیلاً جواب دیں۔

جواب: یعنی اسلام ظاہری اعمال (مثلاً نماز پڑھنے روزہ رکھنے زکوۃ دینے وغیرہ) کا نام ہے اور ایمان نام ہے اعتقادِ باطن کا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کو دل سے ماننے کا نام ایمان ہے اور اسلام وایمان کے مجموعہ کا نام دین ہے اور وہ جو عقائد کتابوں میں مذکور ہے کہ اسلام وایمان دونوں ایک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی نفی مسلمان سے نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اسلام ایمان کا نتیجہ اور اس کی فرع ہے علمائے کرام کے کلام اس مسئلہ میں بہت ہیں لیکن تحقیق یہی ہے جو بیان کیا گیا۔

یعنی تمام انبیائے کرام پر ایمان لانا واجب ہے (اس طرح پر کہ کسی کے درمیان) اصل نبوت میں تفریق نہ کرے اور تعظیم وتوقیر کرنا نیز نقص کے عیب سے ان خیالات کی بارگاہ عزت کو پاک سمجھنا اور قبل نبوت وبعد نبوت چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے انہیں معصوم جاننا واجب ہے یہی قول مختار ہے اور قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیاں کی نسبت کی گئی اور عتاب فرمایا گیا تو وہ ان کی شان قرب کی بلندی پر مبنی ہے اور

مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولیٰ اور افضل کے ترک پر اگرچہ وہ گناہ کی حد تک نہ پہنچے ہوں ان پر اپنے بندہ کو جو چاہیے کہے اور عتاب فرمائے۔ دوسرے کی مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکے اور اس مقام پر ایک معیار ادب ہے جس کی رعایت ضروری ہے اور یہ کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیا کرام پر جو کہ بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں اور آنحضرت ﷺ تمام کل وکمالات بشری کے جامع اور سب میں راسخ وکامل ہیں۔

یعنی مومن کامل کے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ مومن کے نزدیک رسول خدا تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ومعظم ہوں۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں حضور کو اونچا ماننے اس طرح کہ حضور کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کرے، رسول اللہ کی سنتوں کی پیروی کرے حضور ﷺ کی تعظیم وادب بجالائے اور ہر شخص اور ہر چیز یعنی اپنی ذات اپنی اولاد اپنے ماں باپ اپنے عزیز واقارب اور اپنے مال واسباب پر حضور ﷺ کی رضا وخوشی کو مقدم رکھے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ہر پیاری چیز یہاں تک کہ اپنی جان کے چلے جانے پر بھی راضی رہے لیکن رسول اللہ کے حق کو دبتا ہوا گوارا نہ کرے۔

سوال2: **عن ابن عمر أن رجلا سال رسول اللہ ﷺ مایلبس المحرم من الثیاب فقال رسول اللہ لا تلبسوا القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لا یجد النعلین فیلبس الخفین ولیقطعھا اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسہ الزعفران ولا الورس**

ا۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قمیص نہ پہنو، پگڑیاں نہ باندھو، شلواریں نہ پہنو، ٹوپیاں نہ اوڑھو اور نہ موزے پہنو الا یہ کہ کسی شخص کو جوتی میسر نہ ہو تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور ایسا لباس بالکل نہ پہنو جس میں ورس

یا زعفران کا رنگ یا خوشبو ہو۔"

2۔حج کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد حج کی اقسام مع تعریفات سپرد کریں۔

جواب: حج کا لغوی معنی

حج کا لغوی معنی کسی معظم چیز کا ارادہ کرنا ہے۔

حج کا اصطلاحی معنی

حج کے مہینوں میں مخصوص مقامات یعنی کعبۃ اللہ اور عرفات کے مخصوص افعال یعنی حج کا احرام باندھنا طواف کرنا میدان عرفات میں ٹھہرنا وغیرہ کے ساتھ زیارت کرنا حج ہے۔

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں۔

افراد، قران، تمتع

حج افراد

افراد کا مطلب یہ ہے کہ صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا اس کو حج افراد کہتے ہیں۔

حج قران

اگر حج اور عمرے دونوں کی نیت ایک ساتھ کی جائے تو وہ قران حج ہے۔

حج تمتع

اگر صرف عمرے کی نیت سے احرام باندھے پھر مکہ مکرمہ جا کر عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے اور حج کے ایام میں حج کرے تو وہ تمتع ہے۔

ان سب میں افضل حج قران پھر حج تمتع اور پھر حج افراد ہے۔

سوال3: باب بیان عدد عمر النبی ﷺ وزمانھن

ا۔حج اور عمرہ کی فضیلت میں کوئی دو احادیث مبارکہ تحریر کریں۔

جواب: احادیث مبارکہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لمابینھما والحج المبرور لیس لہ جزاءً الا الجنۃ

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔"

احادیث مبارکہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اتی ھذا البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کماولدتہ امہ

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیت اللہ آئے اور بے ہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے تو وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے وہ اپنی ماں سے ابھی پیدا ہوا ہو۔"

۲۔رسول اللہ ﷺ نے کل کتنے عمرے فرمائے؟ نیز آپ نے وہ عمرے کس کس مہینے اور سال میں کیے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے کل چار مرتبہ عمرہ کے لئے احرام باندھا سب سے پہلے دوشنبہ یکم ذیقعدہ ۶ھ میں لیکن مشرکین مکہ کے روکنے کی وجہ سے آپ یہ عمرہ ادا نہ فرما سکے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ چنانچہ آپ کو ھدی کی نحر کر کے اور حلق کرا کر حلال ہونا پڑا۔

دوسرا ذیقعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے موقعہ پر تیسرا عمرہ آپ نے غزوہ حنین اور طائف کے مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر فرمایا اس کے لیے آپ نے ۱۸ ذیقعدہ ۸ھ کو رات کے وقت جعرانہ سے احرام باندھا۔ چوتھا عمرہ آپ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ کیا۔ چنانچہ بروز شنبہ ۲۵ ذیقعدہ کو آپ احرام باندھ کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور ۴ ذی الحجہ یکم شنبہ کے دن آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر قران کیا۔

سوال4: **عن ابن عمر قال فرق رسول اللّٰہ ﷺ بین اخوی بنی العجلان**

وقال: اللّٰہ یعلم ان احد کما کاذب فھل منکماتائب

ا۔حدیث مبارکہ کا ترجمہ وتشریح سپرد قلم کریں۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عجلان کے آدمی اور اس کی بیوی میں تفریق کردی اور فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک کاذب ہے پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے۔

تشریح

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام مالک امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہوجاتی ہے۔امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہوجاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہوجاتی ہے۔

سحنون بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس العان سے تفریق ہوجاتی ہے اور محرر نظم رعایتین حاوی صغیر فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم ہے اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے خرقی کا یہی مختار ہے۔قاضی ،شریف ابوالخطاب اور ابن البناء وغیرہ ہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ہدایہ، مذہب، مسبوک، الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔

2۔ اگر شوہر لعان اور قاضی کی تفریق کے بعد اپنے آپ کو جھٹلادے تو دوبارہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں اپنا موقف تفصیلاً تحریر کریں۔

جواب: پرچہ سالانہ ۲۰۱۵ ص نمبر ۱۳۰ پر دیکھیں

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر3: جامع الترمذی

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر1: عن ھشام بن زید قال سمعت انسا تقول انفجنا ارنبا بمر الظھران فسعی اصحاب رسول اللہ خلفھا فادرکتھا فاخذتھا فاتیت بھا أباطلحۃ فذبحھا بمروۃ فبعث معی بفخذھا أو بورکھا الی النبی ﷺ فاکلہ فقلت اکلہ قال قبلہ

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

جواب: ہشام بن زید سے روایت ہے کہ سنا ہے انس کو فرماتے ہوئے ہم ایک جگہ سے جارہے تھے ہم نے مرالظہران کے مقام پر ایک خرگوش کا پیچھا کیا لوگ دوڑے اور تھک گئے پھر میں دوڑا حتیٰ کہ میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ کے پاس لایا انھوں نے اس کو ذبح کیا اس کی سرین اور دورانیں رسول کی خدمت میں بھیجیں میں ان کو لے کر رسول کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو قبول کرلیا۔

2۔ خط کشیدہ عبارت کی وضاحت کریں۔

انفجنا من الانفاج بالنون والفاولحیم وھوالتھیج والاثارۃ چنانچہ بولتے ہیں **نفج الازنب اذثاروعدا** اور بعض حضرات نے فرمایا کہ انفاج کے معنی اقشعر اور اس کے معنی کا خلاصہ بھڑکانا اور ڈرا کر بھاگنے پر مجبور کرنا۔مرالظہران مربفتح المیم وتشدید الراء الظہران بفتح المعجمہ بلفظ تثنیہ الظہر یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پرانا راستہ قریب مکہ سے شمالی جانب تقریباً سولہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور ایک انخلستانی علاقہ ہے جہاں بہت تھوڑی آبادی بھی ہے مکہ میں تازہ سبزیاں اور نباتاتی اشیاء یہیں سے پہنچائی جاتی ہیں مکہ کے لوگ یہاں تفریح کے لیے بھی آتے ہیں آج کل اس جگہ کو وادی فاطمہ بھی کہتے ہیں

لیکن یہ نسبت حضرت فاطمہ زہرا کی طرف نہیں ہے مگر بلکہ سوڈیڑھ سو سال پہلے ترکی عہد کی فاطمہ نامی ایک مالدار خاتون کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

3۔ خرگوش کا گوشت کھانے کے بارے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں

امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور تمام علماء کے نزدیک خرگوش حلال ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما اور ابن ابی لیلیٰ اس کو مکروہ کہتے ہیں جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے اور دیگر کتب احادیث میں بھی اس قسم کی احادیث ہیں اور اس کی ممانعت میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

سوال 2: عن ابن عمر قال قال رسول الله كل مسكر خمر وكل مسكر حرام ومن شرب الخمر فی الدنيا فمات وهو يدمنها لم يشربها كافي الأخرة

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

جواب: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے دنیا میں خمر (شراب) پی اور مر گیا وراں حالیکہ وہ شراب کا عادی تھا اور اس نے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب نہیں پیئے گا۔

2۔ مذکورہ مسئلہ میں امام حنیفہ اور باقی ائمہ رحمہم اللہ کا مذہب بیان کریں نیز امام ابوحنیفہ کی دلیل بھی تحریر کریں۔

جواب: امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار قسم کی شراب حرام ہے۔

ا۔خمر ۲۔طلاء باذق ۳۔سکر ۴۔نقیع الزبیب

1۔خمر کی تعریف

انگور کا کچا شیرہ جو سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔

2۔طلاء بازق کی تعریف

انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد دو تہائی سے کم اڑ جائے اور نشہ آور ہو۔

3۔سکر کی تعریف

جس کچے پانی میں تازہ کھجوریں ڈالی ہو، وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔

4۔نقیع الزبیب

جس کچے پانی میں کشمش کو ڈالا گیا ہو، وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔

ان میں خمر حرام قطعی ہے اور باقی تین حرام ظنی ہیں خمر کا ایک قطرہ بھی پینا حرام اور حد کا موجب ہے اور باقی تین شرابیں اگر بقدر نشہ پی جائیں تو حرام اور حد کی موجب ہے اور اس سے کم مقدار میں حرام اور نجس نہیں ہے۔

باقی ائمہ کا مذہب

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہے اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس اور ان کا پینا حلال ہے امام ابوحنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں۔

ابوحنيفة عن ابی عون محمد الثقفی عن عبدالله بن شداد عن ابن عباس عنه قال حرمت الخمر قليلها و كثيرها والسكر من كل شراب. ۱ھ

ترجمہ: امام ابوحنیفہ، ابوعون اور عبداللہ بن شداد کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ خمر کو (مطلقاً) حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا۔

امام ابی شیبہ روایت کرتے ہیں

حدثنا ابوبکر قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا مسعر عن ابی عون ابن شداد قال: قال ابن عباس: حرمت الخمر بعینها قلیلها وکثیرها والسکر من کل شراب.۲ء

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو مطلقاً حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

سوال 3: عن ابی سعید الخدری ان النبی ﷺ نهی عن النفخ فی الشراب فقال رجل القذاة اراها فی الاناء فقال اهرقها فقال فانی لاأروی من نفس واحد قال فابن القدح اذن عن فیك

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب: ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آپ نے مشروب شے میں پھونک مارنے سے منع کیا پس ایک شخص نے پوچھا کہ اگر برتن میں تنکے کو بھی دیکھا ہو تو پھر میں کیا کروں تو آپ نے فرمایا اس برتن کو ٹیڑھا کر کے گرا دوں اس نے پوچھا کہ میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو برتن منہ سے الگ کر کے دوبارہ پی لے۔

تشریح

نبی کریم نے فرمایا ہے کہ پینے والی شے میں پھونک نہیں مارنی چاہیے اگرچہ وہ دودھ ہے یا کوئی اور چیز یعنی ہر پینے والی مشروبات میں پھونک نہیں مارنی چاہیے اور اگر کوئی تنکہ وغیرہ نظر آئے تو اسے ٹیڑھا کر کے گرا دو کسی شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ میں ایک سانس سے سیراب نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ تو منہ سے ہٹا کر تین سانس میں پیا کرو۔

2۔ پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے ممانعت کی وجہ سپرد قلم کریں۔

جواب:

اس باب میں مصنف نے یہ ادب بیان فرمایا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں

پھونک نہ ماری جائے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہیں کیونکہ پھونک مارتے وقت بسا اوقات تھوک وغیرہ مشروب میں گرنے کا اندیشہ ہے جس سے خود کو بھی گھن ہو سکتی ہے اور دوسرے ساتھی کو بھی گھن ہو سکتی ہے نیز اطبا فرماتے ہیں کہ پھونک کے ذریعے خراب بخارات منہ سے نکل کر مشروب میں مضرت پیدا کر سکتے ہیں جس سے امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ جدید اطبا اس کے بارے میں سختی سے ممانعت کرتے ہیں کہ پھونک کے ذریعے زہریلے بخارات نکلتے ہیں وہ ایسے جراثیم پر مشتمل ہوتے ہیں جو انتہائی نقصان دہ ہیں نیز پھونک مارنے سے ٹھنڈے پانی کی برودت بھی ختم ہونے کا احتمال ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اگر کھانا گرم ہو تو صبر کرے اور اگر کوئی کوڑا کرکٹ وغیرہ مشروب شئی میں ہو تو اس کو چمچے وغیرہ سے نکال دے آپ ﷺ نے جو گرا کر نکالنے کا حکم فرمایا وہ تو آخری درجہ ہے جب کہ کوئی شئی اس تنکے کو نکالنے کے لیے نہ ہو۔

سوال4: عن ابی حجیفة قال قالوا یارسول الله نرك قدشبت قال شیبتی هود واخواتها

1۔ حدیث شریف کا ترجمہ لکھیں اور تشریح قلمبند کریں۔

جواب: ترجمہ: ابی جحیفہ سے روایت ہے فرمایا عرض کیا یا رسول اللہ ہم دیکھتے ہیں آپ کو کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں فرمایا مجھے بوڑھا کر دیا سورۃ ہود نے اور اس جیسی دوسری سورتوں نے۔

تشریح

ابی جحیفہ سے روایت ہے ہم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں رسول نے فرمایا ہاں ہم نے عرض کیا آپ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا سورہ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے تو ہم نے عرض کیا کہ سورہ ھود نے آپ کو بوڑھا کیا ہے یا انبیاء کے قصص اور ان کے امتوں کی ہلاکت کی وجہ سے آپ بوڑھے ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ کو کائنات میں سب سے زیادہ اللہ کا خوف تھا۔

2۔تشیب بوڑھا کرنے کی نسبت مذکورہ سورتوں کی طرف کرنے کی وجہ سپرد قلم کریں۔

جواب: حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہوگئے فرمایا: مجھے هود، الواقعه، المرسلات عم تساء لون اور اذاالشمس كورت نے بوڑھا کردیا۔

امام بیہقی نے شعیب الایمان میں حضرت ابوعلی السری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ سے روایت کیا گیا ہے کہ سورہ ھود نے آپ کو بوڑھا کردیا ہے آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض لیا سورہ ھود کی کسی چیز نے آپ کو بوڑھا کردیا؟ کیا انبیاء علیہم السلام کے قصص اوران کی امتوں کی ہلاکت نے؟ آپ نے فرمایا نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فاستقم كماامرت ”سو آپ اسی طرح قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے خوف کی شدت سے انسان بوڑھا ہو جاتا ہے قرآن مجید میں ہے۔

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا

”وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کردے گا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد ﷺ کو کائنات میں سے سب سے زیادہ اللہ کا خوف تھا۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 4: السنن ابی داوٗد

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال 1: حدثني نافع عن عبيدالله يعني ابن عمر عن رسول الله ﷺ قال ماحق امرئی مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين الاووصيته مكتوبة عنده

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں نیز بتائیں کہ خط کشیدہ الفاظ ترکیب میں کیا واقعہ ہو رہے ہیں؟ وضاحت کریں۔

ترجمہ: نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو کہ وہ دو راتیں بھی گزارے مگر اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت ہونی چاہیے۔

تشریح

”مسلم“ امری کی صفت واقع ہو رہا ہے۔

(۲) وصیت واجب ہے یا مستحب؟ اس بارے میں اگر فقہاء کا اختلاف ہو تو تحریر کریں۔

بعض موقع پر وصیت واجب ہے جبکہ اس کے ذمہ قرض ہو یا امانات ہوں یا کوئی حق واجب ہو خواہ وہ حق اللہ (اللہ کا حق) یا حق العبد (بندے کا حق) ہو خواہ حق وارث ہو یا حق غیر وارث ہو اور اگر کوئی واجب نہ ہو تو وصیت واجب نہیں جمہور علماء سفیان ثوری ائمہ اربعہ شعبی نخعی بھی اس کے قائل ہیں داوٗد ظاہری فرماتے ہیں وہ اقرباء جو اس کی میراث کے حقدار

نہ ہوں ان کے لیے ہرصورت وصیت واجب ہے ابن جریر، مسروق، قتادہؒ طاوس بھی اسی کے قائل ہیں داوٗد ظاہری وغیرہ نے آیت شریفہ کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت ان ترك خیرالوصیة الآیة. سے استدلال کیا ہے نیز انھوں نے آپ ﷺ کافرمان ماحق امرءٍ مسلم یبیت لیلتین وله شئ یوصی منه الاوصیته مکتوبة عنده سے استدلال کیا ہے۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت حکماً منسوخ ہے میراث کا حکم نازل ہونے سے پہلے وصیت واجب تھی منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں وصیت للوالدین کا ذکر ہے اور اب وصیت للوالدین بالاجماع منسوخ ہے نیز آپ ﷺ نے فرمایا لا وصیة لوارث حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ یہی روایت مسلم میں ہے جس کے الفاظ ماحق امرءٍ مسلم له شئ یریدان یوصی منه وارد ہے اس کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو وصیت کا ارادہ کرے اگر وصیت واجب ہوتی تو ارادہ کے ساتھ مقید نہ ہوتی غیر وارث کے لئے وصیت مستحب ہے تاکہ اس کا ثواب اس کو مل جائے نیز وصیت ناجائز اور مکروہ بھی ہوتی ہے مثلاً

کوئی وصیت کرے ایسے امور کی جو شرعاً ناجائز ہوں۔

مطلق وصیت کے وجوب وعدم وجوب کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ واجبات کے حق میں وصیت واجب اور غیرواجبات کے بارے میں غیر واجب ومستحب ہے مذکورہ روایت کا تعلق یا تو واجبات سے ہے یہ کہا جائے روایت کے الفاظ استحباب پر دال ہے کیونکہ روایت میں للمسلم فرمایا جو صیغہ ندب ہے علی المسلم نہیں فرمایا ہے جو صیغہ وجوب ہے چنانچہ امام شافعی نے فرمایا روایت کے معنی یہ کہ حزم واحتیاط مسلمان کے حق میں یہ ہے کہ وصیت مکتوب ہونی چاہیے اور اس بارے میں اس کو جلدی کرنی

چاہیے۔

سوال2: عن ابی هريره قال قالٰ رسول اللّٰه من حلف وقال فی حلفه واللات فليقل لا اِله الا للّٰه ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فليتصدق بشیء

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی لات کی قسم کھائے اسے چاہیے کہ کہے لا اله الا اللّٰه (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور جو شخص اپنے ساتھی کو کہے کہ آؤ جوا کھیلیں اسے چاہیے کہ وہ کچھ صدقہ کرے۔

(۲) حدیث پاک میں امر (فلیقل اور فلیتصدق) وجوب کیلئے ہیں یا استحباب کیلئے؟ وضاحت کریں۔

جواب: حدیث پاک میں فلیقل اور فلیتصدق امر استحباب کیلئے ہے وقال فی حلفه واللات فليقل لااله الا اللّٰه يحتمل ان يكون معناه ○ان يكون معناه ⊙ انه سبق علی لسانه فلیتدارکه بکلمته التوحید له صورة الکفر والافان کان علی قصد التعظیم فوکفروارتداد یجب العود عنه بالدخول فی الاسلام

سوال3: باب فی النهی عن القتال فی الفتنة عن الأحنف بن قيس قال خرجت وأنا اريدیعنی فی القتال فلقيني ابوبكرة فقال ارجع فانی سمعت رسول اللّٰه يقول اذاتواجد المسلمان بسيفيهما فالقاتلُ والمقتولُ فی النارقال يارسول اللّٰه هذاالقاتل فمابال المقتول قال انه اراد قتل صاحبه.

(۱) حدیثِ مبارکہ کا ترجمہ کریں۔

جواب: فساد کے وقت لڑنے کی ممانعت

احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں لڑائی میں شامل ہونے کی غرض سے نکلا تو مجھے حضرت ابوبکرۃ مل گئے انھوں نے فرمایا کہ لوٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائے گے عرض کیا یارسول اللہ وہ تو قاتل ہے لیکن مقتول کیوں؟ فرمایا کہ اس نے اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

2۔ فتنہ کا لغوی و اصطلاحی معنی تحریر کریں، نیز بتائیں کہ باغیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کے حوالے سے یہ حدیث جمہور کے مذہب کے خلاف ہے یا نہیں؟

جواب: جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں ٹکرا رہے ہوں یا ایک دوسرے کے خلاف انتقامی کاروائیوں کی تیاری میں مشغول ہو تو ایسے وقت کسی کی حمایت یا مخالفت میں زبان کھولنا یا اس کی حمایت یا مخالفت میں تلوار چلانا زیادہ اہمیت رکھتا ہے فساد کے مواقع پر حتیٰ الامکان زبان کو قابو میں رکھنا اور بیان بازی میں اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ایسے وقت کے چند الفاظ حالات کو خراب سے خراب تر اور سنگین کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

جز ۲ فتنہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں

جواب: فتنہ کا لغوی معنی: آزمائش، گمراہی، کفر (المنجد)

اصطلاحی معنی: وہ چیز جس کے ذریعے انسان کا اچھا اور بُرا حال معلوم ہو جائے۔

سوال4: عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال المراء فی القرآن کفر حدیث مبارکہ کا ترجمہ و تشریح کریں۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

تشریح: سنت کے مخالفین کی یہ نشانی بیان ہوئی جو اصطلاح شرع میں بدعت ہے کہ بدعتی اور گمراہ گر قرآن مجید کی متشابہ آیات کو من مانے مفہوم اور مطالب کے قالب میں ڈھال کر بے خبر لوگوں کو دھوکا دیتے اور اپنی علامگی کا سکہ جمایا کرتے ہیں یہ بیماری آج خوب زوروں پر ہے بلکہ اِن سے تجاوز کر کے محکمات کے مفہوم میں اہل حق سے اختلاف کر کے فروع سے لے کر اصول تک میں زور شور سے دھاندلی کر رہے ہیں عقیدہ توحید و رسالت کے خانہ ساز مفہوم گھڑ کر ایک مدت سے اہل سنت و جماعت کو بے دھڑک مشرک ٹھہرایا جا رہا ہے اور اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے اور اسی طرح قرآن کی اُن آیتوں کو جو کفار کے متعلق نازل ہوئی تھیں انھیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے انہیں کافر اور مشرک کہا جاتا ہے۔

جز نمبر۲: خط کشیدہ کی تاویل کے بارے میں کم از کم دو اقوال تحریر کریں۔

جواب: قولہ المراء فی القرآن کفر کی تاویل میں دو اقوال

۱. قال الخطابی اختلف فی تاویلہ فقیل معنی المراء الشک فیہ وقیل بل ہو الجدال المشکک فیہ

۲. وتاولہ بعضہم علی المراء فی قراتہ دون تاویلہ ومعانیہ یقرأہا وتوعدیم بالکفر علیہا لینتہوا عن المراء فیہ والتکذیب بہ اذکان القرآن منزلا علیٰ سبعۃ احرف وکلہا قرآن منزل، یجوز قراتہ ویجب الایمان بہ

۳. وقال بعضہم

انما جاء ہذا فی الجدال بالقرآن من الای التی فیہا ذکر القدر ونحوہ علیٰ مذہب اہل الکلام والجدال وعلی معنی مایجری [illegible] الخوض بینہم

فيها دون ما كان منها في الاحكام وابواب التحليل والتحريم فان الصحابة قدتنازعوا فيما بينهم وتحاجوابها عنداختلافهم في الاحكام ولم يتحرجوا من التناظر بهاوفيها

وقد قال تعالىٰ فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر 5: سنن نسائی وابن ماجہ

نوٹ: دونوں قسموں سے کوئی دو، دوسوال حل کریں۔

القسم الاوّل......سنن نسائی

سوال1: عن سهل بن سعد قال انافي القوم اذقالت امراة قدوهبت نفسي بك يارسول الله ﷺ فرأ فيّ رأيك فقال رجل فقال زوجنيها فقال اذهب فاطلب ولوخاتمامن حديد فذهب فلم يجدشيئا ولاخاتما من حديد فقال رسول الله ﷺ امعك من سور القرآن شيء قال نعم قال فزوجه بمامعه من سور القرآن.

(ا) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

جواب:

”حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یارسول اللہ ﷺ میں اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرتی ہوں رسول اللہ نے اس کی طرف دیکھا آپ نے نظر اُٹھا کر دیکھا بعدازاں آپ نے سر نیچے کرلیا جب عورت نے دیکھا کہ آپ نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی اسی دوران آپ کے صحابہ کرام میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ اگر آپ اِس عورت کو نہیں چاہتے تو آپ اِس کا نکاح مجھ سے کرادیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے اس نے عرض کیا اللہ کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے

آپ نے فرمایا: دیکھو اگر تمہیں لوہے کی انگوٹھی بھی ملے تو وہ بھی لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آ کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، تاہم میرا یہ تہبند حاضر ہے اور میں اسے آدھا دے دوں گا اور آپ نے پوچھا یہ تمہاری چادر کا کیا کرے گی اگر تو پہنے تو اس کے لیے کچھ نہیں اگر وہ پہنے گی تو ننگا رہے گا وہ آدمی دیر تک بیٹھا رہا بعد ازاں اُٹھ کر چلا اور رسول اللہ نے اُس کی طرف دیکھا۔ آپ نے حکم فرمایا وہ بلایا گیا جب وہ آیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ سورتیں زبانی سنا سکتے ہو اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس عورت کو تمہاری مِلک میں اس قرآن مجید کے بدلے کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔"

(۲) خط کشیدہ چیزیں نکاح میں مہر بن سکتی ہیں یا نہیں؟ احناف کا مذہب مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب: امام شافعی کے نزدیک

امام شافعی رحمۃ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن اور اسلام کو مہر بنا سکتے ہیں جبکہ امام اعظم کا موقف یہ ہے کہ مہر کے لیے مال متقوم ہونا شرط ہے دلیل میں فرمانِ الٰہی عزوجل پیش کرتے ہیں۔

"اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" (النساء:۲۴)

کہ یہ تم اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو۔

اِس آیت میں مال کو مہر کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے۔ بالا جماع اسلام، تعلیم قرآن سبب نکاح تو بن سکتے ہیں مہر نکاح نہیں بن سکتے کیونکہ یہ مال نہیں ہیں ایسی عورت جس کا مہر تعلیم قرآن مقرر ہو تو اس کو مہر مثلی دینا پڑے گا

سوال 2: عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا حَرَّمَتْهُ الْوِلَادَةُ حَرَّمَهُ الرَّضَاعُ

(۱) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

جواب: ترجمہ: "حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ پیدائش کے وقت جتنے رشتے

حرام ہو جاتے ہیں اتنے ہی رشتے دودھ پینے کے باعث حرام ہو جاتے ہیں (مطلب یہ کہ رضاعت اور ولادت کا حکم نکاح کے حرام ہونے میں ایک ہی ہے)۔"

(۲) رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بارے میں اختلاف ائمہ تحریر کریں۔

جواب: پرچہ نمبر ۲۰۱۵ء ص ۱۲۷ پر ملاحظہ کریں۔

سوال 3: عن البراء قال مارأيت احدااحسن فی حلة حمرآء من رسول الله ﷺ وجمته تضرب منبكيه

(۱) حدیث پاک کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: "حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ خصوصاً جب آپ سرخ لباس زیب تن فرماتے اور آپ کے بال کندھوں تک ہوتے۔"

(۲) جُمَّتُهٗ، لِمَّةٌ اور ذوائب کی تشریح و توضیح قلمبند کریں۔

جواب: جُمَّتُهٗ

جُمَّتُهٗ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو کندھوں کے نزدیک ہوں جیسے حضور ﷺ کے بال مبارک کندھوں تک تھے۔

لِمَّةٌ

لِمَّةٌ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو کندھوں کے نزدیک ہوتے ہیں جیسے

قال حَدَّثَنِي الْبَرَاء قَالَ مَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ وَرَاَيْتُ لَهٗ لِمَّةٌ تَضْرِبُ قَرِيْبًا مِّنْ مَنْكِبَيْهِ

"حضرت براء کا بیان ہے کہ میں نے کسی شخص کو نئے لباس میں رسول اللہ سے بڑھ کر حسین جمیل نہیں دیکھا، آپ کے بال مبارک کندھوں کے نزدیک تھے۔

ذَوَابَتَيْنِ

ذوابتین وہ بال ہیں جن سے سر پر دو چوٹی ہوتی ہیں۔

وَاِنَّ زَیْدًا لَصَاحِبُ ذُوَابَتَیْنِ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ

"حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے سر پر دو چوٹیاں تھیں اور وہ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے"

القسم الثانی...... سنن ابن ماجہ

سوال4: حدثنا ازهر بن مروان ثنا الحارث بن نبهان ثنا عاصم بن بهدلة عن مصعب بن سعد عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ خياركم من تعلم القرآن وعلمه قال وأخذ بيدی فاقعدنی مقعدی هذا أقرئ.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کرکے خط کشیدہ "قال" اور "اخذ" کے فاعل کی نشاندہی کریں۔

جواب: ترجمہ

"ازہر بن مروان حارث بن نبہان، عاصم بن بہدلہ مصعب بن سعد سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں عاصم کہتے ہیں مصعب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس مقام پر بٹھایا اور فرمایا یہ سب سے بڑے قاری ہیں۔

قال کے فاعل کی نشاندہی

قال کا فاعل حضرت عاصم رضی اللہ عنہ ہیں۔

اخذ کے فاعل کی نشاندہی

اخذ کا فاعل حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ ہے۔

(۲) حدیث کی تشریح وتوضیح اس انداز سے کریں کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کے افضل ہونے کی وجہ معلوم ہوجائے۔

جواب:

قرآن سیکھنے سکھانے میں بہت وسعت ہے۔ بچوں کو قرآن کے ہجے روزانہ سکھانا،

قاریوں کا تجوید سیکھنا سکھانا علماء کا قرآنی احکام بذریعہ حدیث وفقہ سیکھنا سکھانا، صوفیائے کرام کا اسرار ورموز قرآن بسلسلہ طریقت سیکھنا سکھانا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس فرمان کے خلاف نہیں کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے افضل ہے کیونکہ یہ کلام اللہ ہے اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور ﷺ کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار واحکام کا نزول حضور انور ﷺ کے دل پر ہوا۔ تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۹۷،۲)

تو اس جبریل نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے قرآن اتارا۔ (کنز الایمان)

عمل بالقرآن علم قرآن کے بعد ہے لہٰذا علم عامل سے افضل ہے آدم علیہ والصلوٰۃ السلام عالم تھے فرشتے عامل مگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل ومجود رہے۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "قرآن سیکھو اور اسے پڑھو اور راتوں کو اس کے ذریعہ جاگتے رہو کیوں کہ قرآن کی مثال اور اس شخص کی مثال جو قرآن حاصل کرکے اس کے ساتھ قیام کرے اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھری ہو جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور اس شخص کی مثال جو قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہو لیکن رات بھر پڑ کر سوتا رہتا ہو اس مشک کی طرح ہے جس میں مشک بھر کر اس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوذر صبح کے وقت کتاب اللہ کی ایک آیت کا سیکھنا تمہارے سو رکعت نماز (نفل) پڑھنے سے بہتر ہے صبح کے وقت علم کا کوئی باب سیکھا کر پھر خود اس پر عمل نہ کر سکو یا کر سکو تو وہ تمہارے لیے ایک ہزار رکعت نماز (نفلی) پڑھنے سے بہتر ہے نافع بن عبدالحارث کا بیان ہے کہ وہ عسفان میں حضرت عمر

سوال6: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح سپرد قلم کریں۔

جواب: ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا مومن کے لیے (بمنزلہ) قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔"

(۲) دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت کیوں ہے؟ اس کی وجوہات تحریر کریں۔

جواب: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت کی (وجوہات)

"قید خانہ" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص قید خانہ میں بند ہو تو وہاں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور طرح طرح کی مشقتیں جھیلتا ہے اسی طرح مومن کے لئے یہ دنیا بھی گویا ایک قید خانہ ہے جہاں اس کو محنت ومشقت اور مصائب وشدائد کا سامنا کرنا پڑتا ہے منکرات اور منہیات (ممنوع اور خلاف شرع امور) سے اپنے آپ کو بچانا پڑتا ہے نفس کی آزادی اور بے راہ راوی کو ختم کرنا پڑتا ہے اور طاعات وعبادات کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں یا یہ کہ مومن اس دنیا کو ایک ایسی جگہ محسوس کرتا ہے جہاں تنگی و گھٹن ہوتی ہے اور جہاں بود وباش اختیار کرنے کو وہ پسند نہیں کرتا چنانچہ وہ ہر وقت یہی خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس تنگ وتاریک جہاں سے نکل جائے اور عالم ملکوت کی وسعتوں کو اپنی جولا نگاہ بنائے۔

دنیا کافر کے لیے جنت

اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر چونکہ اپنا مقصد زندگی کا حصول سمجھتا ہے اس لیے وہ اپنی تمام تر سعی وکوشش اور اپنی تمام تر جد وجہد دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں کو حاصل کرنے میں

صرف کرتا ہے اور پھر وہ دنیا کی لذت وشہوات میں اس طرح مشغول ومنہمک ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے یہ دنیا ایک عشرت کدہ بن جاتی ہے۔ جہاں سے نکلنا اس کو گوارا نہیں ہوتا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو اجر وثواب ملے گا اور اس کو وہاں کی جن نعمتوں اور راحتوں سے نوازا جائے گا ان کی بہ نسبت یہ دنیا اس کے حق میں گویا قید خانہ ہے اور کافر کو آخرت میں جس دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اس کے مقابلہ میں یہ دنیا اس کے حق میں گویا جنت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کو آخرت میں جو نعمتیں ملنے والی ہوں گی وہ اس دنیا کی نعمتوں اور راحتوں وآسائشوں سے کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ اعلیٰ ہوں گی اسی طرح کافر اس دنیا میں خواہ کتنی ہی مصیبتیں اور آفتیں جھیلے اور کتنے ہی شدائد کا سامنا کرے مگر آخرت میں اس کا حال اس دنیا کے حال سے بھی بدتر ہوگا۔

سالانہ پرچہ عالمیہ سال دوم 2016ء

پرچہ نمبر6: شرح معانی الآثار

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال1: عن سالم عن ابیه قال رسول الله ﷺ اذاافتتح الصلوٰة یرفع یدیه حتی یحاذی منکبیه واذا اراد أن یرکع وبعدما یرفع بین السجدتین.

جز1: حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغوں کی وضاحت کریں۔

جواب: ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو میں نے دیکھا آپ نماز شروع کرتے وقت ہاتھوں کو کاندھوں کے برابر اُٹھاتے رکوع کرتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت بھی ہاتھ اُٹھاتے دو سجدوں کے درمیان ہاتھ نہ اُٹھاتے۔

خط کشیدہ صیغوں کی وضاحت

حتی یحاذی

صیغہ واحد مذکر غائب فعل مثبت معروف ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق برباعی بے ہمزہ وصل ناقص یائی باب مفاعلہ۔

أن یرکع

صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مثبت معروف ان ناصبہ ثلاثی مجرد باب فتح یفتح۔

جز۲۔ رکوع میں جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رفع یدین کے بارے میں اختلاف ائمہ مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب: اختلاف ائمہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں اختلاف ہے۔ امام شافعی امام محمد اور جمہور فقہاء صحابہ نے یہ کہا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔ امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے۔ اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے ابوبکر بن منذر ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے البتہ دواؤد ظاہری سے روایت ہے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور

رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے تکبیرۃ الافتتاح تکبیرۃ القنوت تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں۔ تکبیرہ عرفات تکبیرۃ اکبر تین تکبیرۃ الصفا والمروہ اور تکبیرۃ الاستلام اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے اسی طرح حضرت ابن الزبیرہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ مکہ میں اکٹھے ہوئے اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے۔ امام حنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے۔ زہری نے سالم سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ افتتاح نماز کے وقت رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ اور اسود سے انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد سالم سے زیادہ فقیہ ہیں۔

رفع یدین کو نبی کریم ﷺ نے پہلے کیا اور پھر ترک فرمادیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور کبھی آپ نے اس کو ترک فرمادیا عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہما میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ

کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

سوال 2: عن نافع أن ابن عمر کان یسلم بین الرکعة والرکعتین فی الوتر حتی یامر ببعض حاجته.

جز1: حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں۔

اعراب:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوَتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ

ترجمہ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وتروں میں ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرا کرتے تھے حتی کہ بعض کاموں کا حکم بھی دیتے تھے۔

جز2۔ وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام ہے یا نہیں۔ اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔

جواب: صفحہ نمبر ۱۷۸ پرچہ نمبر ۲۰۱۵ء میں دیکھیں۔

سوال3: قَالَ ابو جعفر اختلف الناس فی الاقراء التی تجب علی المرأة اذا طلقت فقال قوم هی الحیض فقال آخرون هی الاطهار

عبارت کا ترجمہ کریں نیز تشریح کرتے ہوئے اختلاف ائمہ سپرد قلم کریں۔

ترجمہ: لوگوں نے اختلاف کیا ہے قروء کے بارے میں جب بندہ اپنی عورت کو قروء میں طلاق دیتا ہے بعض کہتے ہیں حیض ہے بعض کہتے ہیں طہر ہے۔

اختلاف آئمہ:

جواب: سالانہ 2014ء صفحہ نمبر 92 پر دیکھیں۔

مذکورہ مسئلہ میں نظر طحاوی تحریر کریں۔

جواب: امام طحاوی کے نزدیک عدت حیض نہیں طہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی

عدت کا ایک معنیٰ (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنیٰ طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور "والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء" میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

سوال 4: اگر ایک آدمی اپنی بیوی سے انت طالق لیلۃ القدر کہے تو طلاق کب واقع ہو گی اس بارے میں فقہاء کے اقوال نقل کریں۔

جواب: پرچہ ۲۰۱۴ء، صفحہ ۹۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جز 2 مکرہ کے تعریف کرتے ہوئے اس کی طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں احناف کا مذہب تحریر کریں۔

جواب: پرچہ سالانہ ۲۰۱۵ء، صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

الاختبار السنوي النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1438ھ/2017ء

﴿ثلث ساعات، الورقة الأولى: لصحيح البخاری﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبرا لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبرا: باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقول الله عزوجل انا اوحینا الیك كما اوحینا الی نوح والنبیین من م بعده...... سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انما الأعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرأة ینکحها فهجرته الی ماهاجر الیه ۔

(الف) مذکورہ عبارت کا اردو ترجمہ کریں اور تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟ نیز نیت اور ہجرت کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں؟ (۵+۵+۵+۵=۲۰)

(ب) امام بخاری نے اپنی کتاب کو حدیث: کل امر ذی بال حدیث' کے مطابق حمد سے شروع کیوں نہیں کیا؟ کوئی دو وجوہات لکھیں۔ (۱۰+۱۰=۲۰)

سوال نمبر۲: عن ابن عباس قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی هبته کالکلب یرجع فی قیئه ۔

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) ہبہ میں رجوع کا حکم دلائل کی روشنی میں سپرد قلم کریں؟ نیز خط کشیدہ عبارت میں وجہ تشبیہ بیان کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

سوال نمبر۳: باب خاتم النبیین...... عن جابر بن عبدالله قال قال رسول النبی صلی الله علیه وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی دارا فاکملها واحسنها الاموضع لبنة فجعل الناس یدخلونها ویتعجبون ویقولون لولا موضع اللبنة ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟ نیز حدیث کا باب کے ساتھ تعلق بیان کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) البنة کا معنی بیان کریں نیز: لولا موضع اللبنة کے معنی میں کتنے اور کون کون سے

احتمالات ہیں؟ ہر احتمال کے مطابق عبارت واضح کریں؟ (۵+۱۵=۲۰)

سوال نمبر ۴: انشقاق قمر کا واقعہ تفصیلاً سپرد قلم کریں؟ (۱۰)

(ب) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بخاری شریف میں مذکور کوئی دو دو احادیث مبارکہ لکھیں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

﴿پہلا پرچہ: صحیح بخاری﴾

سوال نمبر ۱: باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقول اللہ عزوجل اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ...... سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امرأة ینکحها فهجرته الی ماهاجر الیه ۔

(الف) مذکورہ عبارت کا اردو ترجمہ کریں اور تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟ نیز نیت اور ہجرت کا لغوی واصطلاحی معنیٰ تحریر کریں؟

(ب) امام بخاری نے اپنی کتاب کو حدیث: کل امر ذی بال الحدیث کے مطابق حمد سے شروع کیوں نہیں کیا؟ کوئی دو وجوہات لکھیں۔

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آغاز وحی اور ارشاد ربانی: "بے شک ہم نے آپ کی طرف ایسے ہی پیغام بھیجا ہے جس طرح ہم نے نوح اور ان کے بعد والے انبیاء کی طرف بھیجا تھا۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لیے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس شخص نے حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت کا صلہ وہی ہوگا جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

(الف) تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تربیت وبھلائی کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور ان پر اپنا کلام نازل کیا تاکہ وہ احکام الٰہی کو لوگوں تک پہنچا کر ان کی تربیت واصلاح کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنے کی ترغیب دیں۔ انبیاء پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا رہا جو ان کی اقوام کی اصلاح وتربیت کا باعث بنتا رہا۔

انسان اچھے اعمال کرتا ہے اور برے بھی، اچھے اعمال کی جزا کا مستحق ہوگا اور اعمال بد کی سزا بھگتے گا۔
اچھے اور برے اعمال کے اجر وثواب اور عذاب وعقاب کا تعلق ان کی نیتوں پر ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عمل صالح کرنے کی نیت کرتا ہے پھر اسے کر لیتا ہے تو اس کا اجر وثواب زیادہ ہے۔ اگر نیت کے بعد وہ عمل خیر کر نہیں پاتا تب بھی اسے محروم نہیں کیا جائے گا بلکہ اجر ملے گا۔ اس حدیث کو مثال کے ساتھ بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً ہجرت ایک عمل خیر ہے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے یہ عمل اختیار کرتا ہے تو وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔ اگر مہاجر کا مقصد دنیاوی منافع ہو یا لذات دنیا کا حصول ہو تو وہ عمل ہجرت کے اجر وثواب سے محروم رہے گا۔

نیت کے لغوی واصطلاحی معنی: قاموس میں ہے کہ نیت کا معنی ہے ارادہ کرنا یا کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے۔

علامہ ابن نجیم المصری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مذکورہ حدیث میں اعمال سے پہلے "حکم" مضاف مقدر مانیں گے اور معنی یہ ہوگا کہ عمل کی قبولیت یا مردودیت کا حکم نیت کے ساتھ ہے یعنی اگر نیت اچھی ہے تو نیک عمل مقبول باعث ثواب ہوگا اور اگر نیت بری ہوئی تو عمل مردود باعث عذاب ہوگا۔

عرف اور اعتبار نیت کا بیان: فقہاء اسلام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو حرام زادہ یا حرامی کہتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل یہ کہے کہ حرام سے میری نیت حرمت یا کرامت تھی تو اس کی اس نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ عرف میں یہ لفظ گالی یا حرام اولاد کے لیے متعین ہے۔
اسی طرح اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کرتا ہے جو عرف میں توہین کے لیے معین ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔

نیت کے مشروع ہونے کی وجہ: بعض عبادات کو بعض عبادات پر امتیاز وفوقیت دینا مقصود ہوتا ہے۔ جس طرح مسجد میں بیٹھنا اگر عادت کے طور پر ہو تو صرف آرام حاصل ہوگا اور اگر مسجد میں بیٹھنے والا ثواب کے حصول کا قصد وارادہ کرے تو اسے آرام اور ثواب دونوں چیزیں حاصل ہوں گی۔

ہجرت کے لغوی واصطلاحی معنی: ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔ ہجرت کے اصطلاحی معنی ہیں کہ اللہ کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانا۔

ہجرت میں اخلاص ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ہجرت کا مقصد محض آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینان خاطر بخشتا ہے، نیز اس کے پاس دنیا آتی ہے لیکن اس کی نظر میں اس

دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہوتی یعنی کسی بھی علمی یا عملی کارِ خیر کو اختیار کرنے کے سلسلے میں جس شخص کی ہجرت اور اصل مقصد، محض رضائے مولیٰ اور ثواب آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت پر قانع و صابر بنا کر اور زیادہ طلبی کی محنت و مشقت کے کشت و رنج سے بچا کر قلبی غنا عطا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس بات سے بے نیاز اور مستغنی ہو جاتا ہے کہ ریاکاری کے ذریعہ لوگوں کے مال و جاہ اور عزت و منفعت حاصل کر کے آخرت کا نقصان و خسران مول لے۔ نیز اللہ تعالیٰ حصول معاش اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے سلسلے میں اس کی پریشانیوں، الجھنوں اور ذہنی انتشار و تفکرات کو سمیٹ کر خاطر جمعی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بایں طور کہ اس کو ایسی جگہوں اور ایسے ذرائع سے اسباب معیشت مہیا فرما دیتا ہے جن کے بارے میں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور اس کے معاملات کو اس طرح استوار فرما دیتا ہے کہ اس کا وہم و گمان بھی اس کو نہیں ہوتا۔ پھر ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہے کہ اس شخص کی نظر میں دنیا اور دنیا بھر کی نعمتیں اور لذتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، وہ دنیا سے دامن بچاتا ہے اور دنیا اس کے قدموں میں کھچی چلی آتی ہے، اس کی ضروریات زندگی اور معیشت کے وہ اسباب جو اس کے لیے مقدر ہیں، بغیر کسی محنت و مشقت کے، بغیر کسی سعی و کوشش کے اور بغیر کسی ذلت و خواری کے اس کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ جس شخص کی ہجرت اور اصل مقصد دنیا کی طلب ہو یعنی جس شخص پر دنیا اس حد تک سوار ہو جائے کہ وہ اعمال خیر کو بھی محض دنیا کے حصول کا واسطہ بنانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا فقر و احتیاج، اس کی آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت خواری میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اپنے فقر و افلاس اور محتاج کو نظر آنے والی چیز کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے اور اس کو ہر معاملہ میں پراگندہ خاطر اور ذہنی انتشار و تفکرات کا شکار بنا دیتا ہے۔ نیز دنیا بھی اس کو صرف اسی قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ اس کے لیے مقدر کر دیتا ہے۔

(ب): امام بخاری کا ''صحیح بخاری'' کو الحمد سے شروع نہ کرنے کی وجوہات: دریافت طلب یہ بات ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصنیف لطیف ''صحیح بخاری'' کو ''الحمد'' سے شروع کیوں نہیں کیا؟ اس کے متعدد جوابات و وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- کتاب اللہ اور تصنیف بخاری میں فرق کرنے کے لیے۔

۲- عجز و انکسار کے پیش نظر تحمید سے آغاز نہ کیا۔

۳- اسلاف کے ساتھ مقابلہ سے احتراز کرتے ہوئے تحمید سے اپنی تصنیف کا آغاز نہ کیا ہو۔

۴- حدیث میں آغاز بالحمد مطلق کا درس ہے خواہ وہ تحریراً ہو یا تقریراً۔ ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الحمد'' زبانی پڑھ لی ہوگی۔

سوال نمبر ۲: عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس لنا مثل السوء

الذی یعود فی ہبتہ کالکلب یرجع فی قیئہ۔

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) ہبہ میں رجوع کا حکم دلائل کی روشنی میں سپرد قلم کریں؟ نیز خط کشیدہ عبارت میں وجہ تشبیہ بیان کریں؟

جواب: (الف) **عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی ہبتہ کالکلب یرجع فی قیئہ۔**

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی بری مثال ہمارے لائق نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے ہبہ کو واپس لے وہ اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔

(ب) ہبہ میں رجوع کا حکم دلائل کی روشنی میں: ہبہ کے معنی ومفہوم کا بیان: علامہ علاؤالدین حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ہبہ مفت میں عین چیز کا کسی کو مالک بنانا ہے اور قبضہ دینے پر تام ہو جاتا ہے۔

ہبہ کے لغوی معنی تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ ہبہ کا اصطلاحی معنی ہے کہ کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بلاعوض مالک بنانا ہے۔ ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جا سکتا ہے۔ یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے ہوتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے ہے۔ علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ہبہ کے ارکان دو ہیں: (۱) ایجاب (۲) قبول۔ ہبہ کرنے والا اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جا رہا ہے وہ اسے قبول کر لے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے، بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہو گا۔

ہبہ کی شرائط یہ ہیں: (۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو (۲) ہبہ کرتے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو۔ لہٰذا جو چیز ابھی موجود نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں جیسے کوئی کہے کہ میری بکری کا امسال جو بچہ پیدا ہو گا وہ تیرے لیے ہبہ ہے، یہ درست نہیں۔ (۳) جس چیز کو ہبہ کر رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں قیمتی مال ہو۔ لہٰذا جو شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو اس کا ہبہ درست نہ ہو گا جیسے مردار، خون وغیرہ۔

ہبہ کے شرعی مآخذ یہ ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عروہ سے کہا: اے میرے بھانجے

ایک ایسا بھی وقت تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے، پھر تیسرا چاند دیکھتے اور دو دو مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ سلگتی۔ میں نے پوچھا: اے خالہ! پھر کون سی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ رکھتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دو کالی چیزیں یعنی چھوہارے اور پانی مگر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں چند انصار تھے، ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بھی پلاتے۔

ہبہ عقد مشروع ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپس میں ہدیہ کا لین دین کیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔ ہبہ کے مشروع ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ہبہ ایجاب وقبول اور قبضہ سے درست ہوتا ہے۔ رہا ایجاب وقبول تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہبہ ایک عقد ہے جو ایجاب اور قبول سے عقد منعقد ہو جاتا ہے۔ ہبہ کے لیے قبضہ لازم ہے' کیونکہ قبضہ کرنے سے ہی موہوب لہ کی ملکیت ثابت ہوگی۔

باہمی تحفہ کے لین دین سے کینہ دور ہونے کا بیان: حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں تحفہ کا لین دین کیا کرو' کیونکہ تحفہ کا لین دین کینوں کو دور کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں تحفہ دیا لیا کرو' کیونکہ تحفہ سینے کی کدورت کو دور کرتا ہے اور یاد رکھو کوئی ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایہ کے واسطے کسی معمولی چیز کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے ہمسایہ کو کمتر اور تھوڑی سی چیز بطور تحفہ بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے بلکہ جو بھیجنا چاہے اسے بھیج دے خواہ وہ کتنا ہی کمتر اور تھوڑا کیوں نہ ہو۔ اس طرح جس ہمسایہ کو تحفہ بھیجا گیا ہو اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے ہمسایہ کے کسی تحفہ کو حقیر سمجھے بلکہ اس کے پاس جو بھی تحفہ آئے اسے رغبت وبشاشت کے ساتھ قبول کر لے اگرچہ وہ کتنی ہی تھوڑی اور کیسی ہی خراب کیوں نہ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں قبول کرنے سے انکار نہ کرنا چاہیے (۱) تکیہ (۲) تیل (۳) دودھ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ نیز کہا جاتا ہے کہ تیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خوشبو تھی۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مہمان کو تواضع کے طور پر تکیہ دے یا تیل دے یا پینے کے لیے دودھ دے تو اس مہمان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دھن یعنی تیل سے مراد خوشبو ہے جیسا کہ ترجمہ میں ذکر کیا گیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ دھن سے مراد تیل ہی ہے' کیونکہ اس زمانہ میں بھی اہل عرب اپنے سروں میں عمومیت کے ساتھ تیل لگایا

کرتے تھے۔

سوال نمبر۳: باب خاتم النبیین...... عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی دارا فاکملھا واحسنھا الاموضع لبنۃ فجعل الناس یدخلونھا ویتعجبون ویقولون لولا موضع اللبنۃ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں نیز حدیث کا باب کے ساتھ تعلق بیان کریں؟

(ب) اللبنۃ کا معنی بیان کریں نیز لولا موضع اللبنۃ کے معنی میں کتنے اور کون کون سے احتمالات ہیں؟ ہر احتمال کے مطابق عبارت واضح کریں۔

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو ایک گھر بنائے، اسے مکمل کرے اور اسے اچھا بنائے مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ لوگ اس گھر میں آئیں اور اس پر حیران ہو کر کہیں کہ اس ایک اینٹ کو کیوں نہیں رکھا گیا۔

حدیث کا باب کے ساتھ تعلق: جس طرح آخری اینٹ سے محل مکمل ہو جاتا ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد کسی نبی، رسول کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی طرح نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک آنے والے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک سے فیض حاصل کرتے رہیں گے۔

(ب): اللبنۃ کا معنی اور لولا موضع اللبنۃ کے معنی میں کئی احتمالات:

لفظ اللبنۃ کا معنی ہے اینٹ۔ لولا موضع اللبنۃ کے مفہوم میں متعدد احتمالات ہیں:

(۱) محل کی خالی جگہ میں اینٹ کیوں نہیں لگائی؟ یہ محل ناقص ہے۔

(۲) اگر اس خالی جگہ میں بھی اینٹ لگا دی جاتی تو محل کامل ہوتا۔

(۳) اگر محل کی خالی جگہ میں بھی اینٹ لگی ہوتی تو لوگوں کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملتا۔

الغرض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس قصر نبوت کی آخری اینٹ ہے۔ آپ کے بعد نئے نبی کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اور تا قیامت کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ نبوت کا دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے آپ آخری نبی قرار پائے۔ اب آپ کے بعد کوئی شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے، وہ کذاب اور جھوٹا ہوگا۔

سوال نمبر۴: انشقاق قمر کا واقعہ تفصیلاً سپرد قلم کریں؟

(ب) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بخاری شریف میں مذکور کوئی دو دو احادیث مبارکہ لکھیں؟

جواب: (الف) انشقاق قمر کا واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے اس

اثناء میں سورج غروب ہونے کے قریب ہوگیا تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مابقی من دنیا کم فیما مضی الامت مابقی من ھذا الیوم مامضی۔ اب وقوع قیامت میں تھوڑی مدت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: بعثت انا والساعۃ ھکذا واشار باصبعیہ السبابۃ والوسطی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں مبارکہ سبابہ اور وسطی سے اشارہ کیا اور فرمایا: میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں۔ اس آیت میں بھی یہ بتا دیا کہ قیامت برپا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے جو وقت متعین کیا ہے وہ اب قریب آنے لگا ہے۔ زیادہ عرصہ گزر چکا، اب تھوڑا وقت باقی ہے۔

تم لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہو، تمہیں بڑا اچنبھا ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ آسمان، پہاڑ، ستارے اتنی بڑی بڑی قوی ہیکل چیزیں کہاں جائیں گی؟ دیکھو چاند کے دو ٹکڑے ہوتے تو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اگر چاند دو ٹکڑے ہو سکتا ہے تو باقی تمام چیزیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بھی ٹوٹ پھوٹ سکتی ہیں۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہو کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر دکھایئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فعلت تؤمنون۔ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور۔ اس رات کو چودھویں تاریخ تھی۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے عرض کیا کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے: یافلان یا فلان اشھدوا۔ اے فلاں اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا۔ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا: ھذا من سحر ابن ابی کبشۃ۔ یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں تک باہر سے قافلے آنے والے ہیں، ہم ان سے پوچھیں گے۔ اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے؟ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نہ ہوئی۔

یہ عظیم معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

عنہم وغیرہ۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے پھر آ کر جڑ جائیں یہ ناممکن ہے لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہو اور وہ اس طرح سے پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت اتنی طاقت ور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی ہے جب خود بخود چاند کے پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند دو ٹکڑے کیا تو اب کسی شک کی مجال نہیں رہتی، کیونکہ جس خالق نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔

(ب): <u>حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب پر احادیث:</u> حضرت ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا: تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

<u>حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب پر احادیث مبارکہ:</u> حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے پر تھے اور آپ یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور یہ کہہ رہے تھے: میرے باپ کی قسم! یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، علی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1438ھ/2017ء

ثلث ساعات، الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الوقت المحدد: ثلث ساعات، مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر ا لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر ا: عن جابر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابراهیم حرم مكة وانی حرمت المدينة مابين لابتيها لايقطع عضاهها ولايصاد صيدها ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں نیز مدینہ شریف کے شکار کے حرام وحلال ہونے کے بارے میں اختلاف آئمہ نقل کریں؟ (۵+۱۵=۲۰)

(ب) مدینہ شریف کی فضیلت پر ایک مدلل اور جامع مضمون زینت قرطاس کریں؟ (۲۰)

سوال نمبر ۲: عن ابی هريرة رضی اللہ عنه ان النبی صلی اللہ عليه وسلم قال لايزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن ولايسرق حين يسرق وهو مؤمن ولايشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن والتوبة معروضة بعد ۔

(الف) حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں؟ (۱۰)

(ب) حدیث شریف سے بظاہر ثابت ہو رہا ہے کہ مذکورہ گناہوں کو کرنے والا مومن نہیں رہتا۔ آپ اس کا کیا جواب دیں گی؟ مدلل تحریر کریں؟ (۲۰)

سوال نمبر ۳: عن أمّ سلمة ان رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم لما تزوج أمّ سلمة اقام عندها ثلثة وقال انه ليس بك على اهلك هو ان ان شئت سبعت لك وان سبعت لك سبعت لنسائی ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) شب زفاف کے بعد مرد (جس کی پہلی بھی بیوی موجود ہو) اپنی نئی دلہن کے ساتھ کتنے دن رہ سکتا ہے؟ باکرہ ثیبہ دلہن کے بارے میں عندالاحناف فرق ہو تو اس کی وضاحت کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

سوال نمبر ۴: عن ابن عمر ان رجلا لاعن امرأته على عهد رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم ففرق رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم بينهما والحق والولدبامه ۔

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) لعان کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں نیز لعان کا طریقہ سپرد قلم کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

﴿دوسرا پرچہ: صحیح مسلم﴾

سوال نمبر۱: عن جابر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابراھیم حرم مکۃ وانی حرمت المدینۃ مابین لابتیھا لایقطع عضاھھا ولایصاد صیدھا ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں، نیز مدینہ شریف کے شکار کے حرام وحلال ہونے کے بارے میں اختلاف آئمہ نقل کریں؟

(ب) مدینہ شریف کی فضیلت پر ایک مدلل اور جامع مضمون زینت قرطاس کریں؟

جواب: (الف) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو "حرم" قرار دیا تھا اور بے شک میں مدینہ کو "حرم" قرار دیتا ہوں، اس کے دونوں کناروں کے درمیان موجود کسی درخت کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس کے کسی جانور کو شکار نہیں کیا جا سکتا۔

حرم مدینہ میں مسئلہ شکار کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ: یہاں دو اشیاء قابل غور ہیں: (۱) مدینہ منورہ کی فضیلت کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد قباء میں دو نوافل ادا کرنے سے عمرہ کا اجر عطا کیا جاتا ہے۔ یہ شہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا پیارا ہے کہ اس میں قدم رنجہ ہونے کے بعد تاحیات اس میں تشریف فرما رہے حتیٰ کہ اسی میں وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہیں محو استراحت ہیں۔ (۲) حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ میں شکار کی حرمت وممانعت ہونا۔ یاد رہے کہ فضیلت میں حرم مدینہ حرم مکہ کی طرح ہے لیکن حرمت وممانعت شکار کا حکم دونوں کا یکساں نہیں ہے، حرم مکہ میں شکار کرنا منع ہے لیکن حرم مدینہ میں منع نہیں ہے۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے۔ بعض آئمہ کرام کے نزدیک دونوں حرم میں ممانعت شکار کا حکم یکساں ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ امام صاحب کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ روایت مدینہ طیبہ کی فضیلت پر محمول ہے۔

(ب): مدینہ شریف کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور اللہ سے معافی مانگیں، رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کریں تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پاتے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونے کے بغیر بخشش ناممکن ہے۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا سے ظاہراً

پردہ فرماتے ہوئے تین دن ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور قبر انور سے چمٹ گیا اور قبر مبارک کی خاک سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے جو خدا سے سنا ہم نے آپ سے سنا اور جو کچھ آپ نے خدا سے لیا ہم نے آپ سے لیا۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ میری شفارش فرمائیں۔ اعرابی جذبہ شوق سے یہ کلمات عرض کرتا ہے اور ادھر قبر انور سے آواز آتی ہے جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی ہے۔

مدینہ منورہ وہ مبارک شہر ہے جس میں زمین کا ایک ٹکڑا جنت کا ٹکڑا ہے۔ مدینہ کی مٹی میں شفا ہے۔ جو شخص مدینہ پاک کی تنگی اور سختی پر صبر کرے گا قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ اسی شہر میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد خضریٰ ہے۔ یہ وہ گنبد خضریٰ ہے جس پر ہر وقت اللہ پاک کی نوری مخلوق ملائکہ کا ہجوم رہتا ہے۔ ستر ہزار فرشتے صبح کو اور ستر ہزار فرشتے شام کو درود پاک کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ جو فرشتہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود پاک پڑھنے کے لیے ایک مرتبہ حاضر ہو جائے پھر قیامت تک اسے دوبارہ حاضری کا موقع نہیں ملتا۔ جس نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور مبارک کی زیارت کی حقیقت میں اس نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جس نے میری زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ منورہ کی تکلیف وشدت پر میری امت میں سے جو کوئی صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی ایسی بستی کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جائے، لوگ اسے یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے لوگوں کو ایسے صاف کردے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ مدینہ منورہ برے لوگوں کو یوں نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کا میل نکال دیتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُحد پہاڑ چمکا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یقیناً ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان کو حرم بناتا ہوں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں مدینہ منورہ کی اتنی محبت تھی کہ شہر مبارک سے باہر نکلنا پسند

نہ کرتے تھے۔ محض اس اندیشہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ میں اس شہر کریم سے باہر جاؤں اور وہاں مجھے موت آ جائے تو مدینہ پاک کے غبار، مٹی پاک اور قبر مبارک کی سعادت سے محروم رہ جاؤں۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ساری عمر میں ایک فرض حج ادا فرمایا اور اپنی تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر کر دی۔ آخر وہاں ہی مدفون ہو کر سعادت ابدی حاصل کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: الٰہی جو برکتیں تو نے مکہ مکرمہ کو دی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ کو دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ کر آئے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹ کر آتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حج بیت اللہ اور بار بار روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرمائے۔ بروز محشر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ وطن عزیز پاکستان کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے، مسلمانوں کو آپس میں اتفاق واتحاد نصیب فرمائے۔ اللہ رب العالمین آقا دو جہاں سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

سوال نمبر۲: عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلى الله عليه وسلم قال لايزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن ولايسرق حين يسرق وهو مؤمن ولايشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن والتوبة معروضة بعد .

(الف) حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں؟

(ب) حدیث شریف سے بظاہر ثابت ہو رہا ہے کہ مذکورہ گناہوں کو کرنے والا مومن نہیں رہتا۔ آپ اس کا کیا جواب دیں گی؟ مدلل تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی بھی زانی، زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا، کوئی چور، چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا، کوئی شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا (تاہم ان کے لیے) توبہ کی گنجائش ہوتی ہے۔

(ب): حدیث کا مفہوم: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ زنا، شراب نوشی اور چوری وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ کبائر کا مرتکب شخص گناہگار تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا۔ زیر بحث حدیث میں مرتکب کے ایمان کی جو نفی کی گئی ہے اس کا ہرگز مطلب نہیں ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے بلکہ اس کا عمل مثل کفر کے ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص ان گناہوں کو جائز سمجھ کر ان کا ارتکاب کرتا ہے وہ یقیناً کافر ہے کیونکہ وہ نص قطعی کا منکر ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت میں نفی ایمان سے مراد نفس ایمان کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال کی نفی ہے۔

سوال نمبر۳: عن امّ سلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما تزوج امّ سلمة اقام عندها ثلثة وقال انه ليس بك على اهلك هو ان ان شئت سبعت لك وان سبعت لك سبعت لنسائی .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) شب زفاف کے بعد مرد (جس کی پہلے بھی بیوی موجود ہو) اپنی نئی دلہن کے ساتھ کتنے دن رہ سکتا ہے؟ باکرہ ثیبہ دلہن کے بارے میں عندالاحناف فرق ہو تو اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ شادی کی تو ان کے ہاں تین دن (لگاتار) قیام کیا اور پھر فرمایا: اپنے شوہر کی نظر میں تمہاری حیثیت کم نہیں ہوئی۔ اگر تم چاہو تو میں سات دن تمہارے ساتھ رہوں لیکن اگر میں سات دن تک تمہارے ساتھ رہا تو اپنی دوسری بیویوں کے ساتھ بھی سات سات دن رہوں گا۔

(ب): شب زفاف کے بعد شوہر جس کے ہاں پہلے بھی بیوی موجود ہو تو نئی بیوی اگر باکرہ (کنواری) ہو تو اس کے ساتھ سات دن جبکہ ثیبہ (شوہر دیدہ) ہو تو اس کے ساتھ تین دن رہ سکتا ہے۔ اس بات میں بھی تعیم ہے کہ خواہ اسے خلوت صحیحہ میسر آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ تاہم بعدازاں تمام بیویوں میں مساوات کا اصول پیش نظر رکھا جائے گا۔ قانون مساوات کی برکت سے گھر میں شوہر اور ازواج میں محبت کی فضاء قائم رہے گی ورنہ کئی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

سوال نمبر۴: عن ابن عمر ان رجلا لاعن امرأته على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ففرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهما والحق الولد بامه.

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) لعان کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں نیز لعان کا طریقہ سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ اِمْرَاَتَهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَالْحَقَ الْوَلَدَ بِاُمِّهٖ .

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی اور بچے (کے نسب) کو اس کی والدہ سے منسوب کر دیا۔

(ب): لعان کا لغوی واصطلاحی معنی: لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے

بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں، نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو۔ پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے۔ قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے کہے۔ چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے گا اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں، عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اس طرح کہے پھر پانچویں دفعہ نزول غضب خداوندی کا کہے۔ عورت بھی مرد کی طرح چار دفعہ کہے اور پانچویں دفعہ زد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا اور ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لیے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لیے ہمیشہ حرام رہے گی۔

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء کا بیان: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سحماء صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا: شریک ابن سحماء نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے فرمایا اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے؟ ہلال نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جگہ کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمائے جا رہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی۔ پھر ہلال نے عرض کیا قسم اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا۔ آخر کار کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل کی گئیں: (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ) پھر اس کے بعد کی آیت اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ) تک تلاوت کی۔ اس کے بعد ہلال دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے۔ اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے لگی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا: اچھی طرح سوچ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کردے گی یا اگر تم جھوٹی ہوگی تو آخرت میں عذاب کو واجب کردے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کرکے اپنی قوم کو ساری عمر کے لیے رسوا نہیں کروں گی۔ یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا۔ اس طرح جب لعان پورا ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرا دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمئی، کولہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سحماء کا ہوگا، کیونکہ شریک اس طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کتاب اللہ کا حکم مذکورہ نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے۔ اس لیے اس کی بدکاری پر اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی۔

<u>لعان کے حکم کا مسئلہ:</u> علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کردے گا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی۔ لہٰذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے، ایلاء و ظہار کرسکتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اس کا ترکہ پائے گا اور اس نے لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ نہ ہونا چاہیں، جب بھی تفریق کردی جائے گی۔ اگر لعان کی ابتداء قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کردی تو ہوگئی۔ لعان ہوجانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے زوجین میں تفریق کرادے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1438ھ/2017ء

ثلث ساعات، الورقة الثالثة: لجامع الترمذی

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبرا لازمی ہے، باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال نمبرا: حدثنا احمد بن منیع ثنا اسماعیل بن ابراهیم ثنا ابن جریج عن عبدالله بن عبید بن عمیر عن ابن ابی عمار قال قلت لجابر الضبع أصیدهی قال نعم قلت آكلها قال نعم قلت أقاله رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم .

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں اور حدثنا اور اخبرنا میں فرق کی وضاحت کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

(ب) بجو کی حلت وحرمت کے بارے اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟ (۲۰)

سوال نمبر۲: عن ابی موسی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال كمل من الرجال كثیر ولم یكمل من النساء الامریم بنت عمران واسیة امرأة فرعون وفضل عائشة علی النساء كفضل الثرید علی سائر الطعام .

(الف) حدیث مذکور کا ترجمہ تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) حدیث شریف میں ثرید کے ساتھ مثال دینے کی سپرد قلم کریں؟ (۲۰)

سوال نمبر۳: عن انس رض الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی ان یشرب الرجل قائما فقیل الأكل قال ذاك اشد .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ (۱۰)

(ب) کیا حدیث مذکور میں نہی تحریم کے لیے ہے؟ آپ اس کا کیا جواب دیں گی تفصیلاً جواب مطلوب ہے۔ (۲۰)

سوال نمبر۴: عن سلمان قال قرأت فی التوراة ان بركة الطعام الوضوء بعده فذكرت ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم واخبرته بما قرأت فی التورة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ (۱۰)

(ب) حدیث مذکور میں لفظ وضوء سے کیا مراد ہے؟ نیز اس کے فوائد سپرد قلم کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

﴿تیسرا پرچہ: جامع ترمذی﴾

سوال نمبر۱: حدثنا احمد بن منیع ثنا اسماعیل بن ابراهیم ثنا ابن جریج عن عبدالله بن عبید بن عمیر عن ابن ابی عمار قال قلت لجابر الضبع أصیدھی قال نعم قلت آکلها قال نعم قلت أقاله رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں اور حدثنا اور اخبرنا میں فرق کی وضاحت کریں؟

(ب) بجو کی حلت وحرمت کے بارے میں اختلاف آئمہ مع الدلائل تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابن ابوعمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کیا بجو شکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ میں نے دریافت کیا: کیا اسے کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ میں نے دریافت کیا: کیا یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

حدثنا اور اخبرنا میں فرق: بعض محدثین ''حدثنا'' اور ''اخبرنا'' کی اصطلاحات میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ان کو ایک دوسرے کی جگہ میں استعمال کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام ابن شہاب زہری، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ دونوں اصطلاحات میں فرق کرتے ہیں۔ ان کا مؤقف یہ ہے کہ اگر استاذ طلباء سے روایت کرے تو اسے ''حدثنا'' اور جب شاگرد حدیث بیان کرے اور استاذ نے اسے ''اخبرنا'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ محدثین ان دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال نہیں کرتے۔

(ب): بجو کی حلت وحرمت کا حکم: حضرت خزیمہ بن جز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا شخص ہے جو بجو کھا سکتا ہو؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''بھیڑیا'' کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص ہے جو بھیڑیا کھا سکتا ہے جس میں بھلائی موجود ہو؟

بجو کی حلت وحرمت میں مذہب آئمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضبع (بجو) حلال ہے۔

دلیل: حضرت ابن ابی عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا بجو شکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا میں اس کو کھا سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بجو حلال ہے۔

امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضبع (بجو) کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل: آیت کریمہ ہے: "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" نیز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھی عن اکل الضب والضبع" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضب اور ضبع کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ دونوں جانور حلال نہیں ہیں۔

سوال نمبر۲: عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الامریم بنت عمران وأسیة امرأة فرعون وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

(الف) حدیث مذکور کا ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) حدیث شریف میں ثرید کے ساتھ مثال دینے کی وجوہات سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ مردوں میں بہت سے کامل لوگ گزرے ہیں، خواتین میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں اور عائشہ کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو تمام کھانوں پر ہے۔

(ب): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ثرید کا ایک پیالہ لایا گیا۔ آپ نے (مجلس میں موجود صحابہ سے) فرمایا: تم اس پیالے کے کناروں سے کھاؤ، اس کے درمیان سے نہیں کھاؤ کیونکہ برکت اس کے درمیان میں نازل ہوتی ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوداؤد کی روایت یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے بیٹھے تو اس کو چاہیے کہ وہ پیالہ کے اوپر سے نہ کھائے۔ البتہ پیالے کے نیچے سے کھائے' کیونکہ برکت اوپر کے حصے میں نازل ہوتی ہے۔

ثرید اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی کے شوربے میں بھگو کر تیار کیا گیا ہو۔ "جمع کا لفظ" جمع کے صیغے کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے برتن کے کنارے سے کھائے، درمیان کے حصے میں برکت نازل ہونا اس سبب سے ہے کہ کسی بھی چیز کا درمیانی حصہ اس کے اور حصوں کی نسبت' افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا کھانے کے برتن کا درمیانی حصہ ہی اس کا مستحق ہے کہ خیر و برکت کا اس پر نزول ہو۔ جب کھانے کا درمیانی حصہ خیر و برکت کے اترنے کی جگہ قرار پایا تو اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ حصہ آخر کھانے تک باقی رہے تاکہ کھانے کی برکت بھی آخر تک برقرار رہے۔ لہٰذا اپنے برتن کے کناروں کو

چھوڑ کر پہلے درمیانی حصہ پر ہاتھ ڈالنا اور اس کو ختم کر دینا مناسب نہیں ہے۔ ''پیالہ کے اوپر'' سے مراد اس کا درمیانی حصہ ہے اور ''اس کے نیچے'' سے مراد اس کے کنارے ہیں۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ کھانا اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔

سوال نمبر۳: عن انس رض اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یشرب الرجل قائما فقیل الأکل قال ذاک اشد ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟

(ب) کیا حدیث مذکور میں نہی تحریم کے لیے ہے؟ آپ اس کا کیا جواب دیں گی تفصیلاً جواب مطلوب ہے۔

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع کیا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کھانے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ زیادہ شدید (برا) ہے۔

(ب): حدیث میں نہی کا جواب: اسلام ایک ضابطہ حیات ہے جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کی ہے۔ دین میں کھانے پینے کے آداب بیان کیے گئے ہیں کہ جانوروں کی طرح کھڑا ہو کر کھانے پینے کی بجائے بیٹھ کر کھانا اور پینا چاہیے۔ یہی طریقہ انسانی فطرت کے قریب تر ہے۔ زیر بحث حدیث میں نہی تحریم پر محمول نہیں ہے بلکہ آداب کے منافی ہونے پر محمول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھنے کی قوت رکھتا ہو اور کوئی عذر وغیرہ بھی نہ ہو تو بیٹھ کر کھانا و پینا مسنون ہے۔ اگر کسی کو عذر لاحق ہو کہ وہ بیٹھ کر نہیں کھا سکتا تو اس کے لیے بلا کراہت کھڑے ہو کر کھانا اور پینا جائز ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا پینا حرام نہیں بلکہ آداب طعام کے خلاف ہے۔

سوال نمبر۴: عن سلمان قال قرأت فی التوراۃ ان برکۃ الطعام الوضوء بعدہ فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واخبرتہ بما قرأت فی التورۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟

(ب) حدیث مذکور میں لفظ وضوء سے کیا مراد ہے؟ نیز اس کے فوائد سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تورات میں یہ بات پڑھی تھی کہ کھانے سے پہلے وضو کرنے سے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور آپ کو بتایا جو کچھ میں نے تورات میں پڑھا تھا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنے (یعنی ہاتھ دھونے) سے کھانے میں برکت

ہوتی ہے۔

(ب): وضو کا مفہوم اور اس کے فوائد: زیر بحث حدیث میں لفظ ''وضو'' استعمال ہوا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں وضو کیا جائے۔ وضو کی دو اقسام ہیں: (۱) وضو کبیر یعنی نماز، طواف اور تلاوت قرآن پاک کے لیے پانی سے طہارت حاصل کرنا۔ (۲) وضو صغیر یعنی ہاتھوں کو دھونا اور کلی کرنا۔ یہاں وضو سے مراد قسم ثانی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے جائیں اور بعد میں بھی۔ ہاتھوں کو دھونے کے کثیر فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- یہ مسنون طریقہ ہے۔
۲- میل وغیرہ کھانے سے مل کر پیٹ میں نہیں جاتا۔
۳- (کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے) چکناہٹ وغیرہ سے کپڑے آلودہ نہیں ہوتے۔
۴- رات کے وقت موذی جانور کے کاٹنے سے انسان محفوظ رہتا ہے۔
۵- اسلامی تہذیب کا جوہر و کمال اور امتیاز ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1438ھ/2017ء

ثلث ساعات، الورقة الرابعة: لسنن أبی داؤد

الوقت المحدد: ثلث ساعات | مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر۴ لازمی ہے، باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر۱: قال علی بن ابی طالب رضی الله عنه حفظت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم لایتم بعد الاحتلام ولاصمات یوم الی اللیل۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) حدیث شریف کی تشریح و توضیح سپرد قلم کریں؟ (۲۰)

سوال نمبر۲: عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یمینك علی مایصدقك علیها صاحبك۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور صاحب کتاب کا نام تحریر کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) حدیث شریف کی تشریح اس انداز سے کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے؟ نیز کفارۂ یمین ذکر کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

سوال نمبر۳: ان ابا هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یتقارب الزمان وینقص العلم وتظهر الفتن ویلقی الشح ویکثر الهرج قیل یارسول الله صلی الله علیه وسلم ایة هو؟ قال القتل القتل۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) حدیث شریف میں مذکورہ صرف خط کشیدہ فتنوں کی وضاحت کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

سوال نمبر۴: عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم افترقت الیهود علی احدی اوثنتین وسبعین فرقة وتفرقت النصاری علی احدی اوثنتین وسبعین فرقة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقة۔

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

(ب) "تفترق امتی" سے فقہ کے فروعات میں اختلاف کرنے والے گروہ مراد ہیں یا کوئی اور؟ اپنا موقف تفصیلاً سپرد قلم کریں؟ (۲۰)

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

﴿چوتھا پرچہ: سنن ابی داؤد﴾

سوال نمبر۱: قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایتم بعد الاحتلام ولاصمات یوم الی اللیل۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟

(ب) حدیث شریف کی تشریح وتوضیح سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) حدیث شریف کا ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات یاد رکھی ہے، بالغ ہو جانے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی اور صبح سے لے کر شام تک چپ کے روزے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

خط کشیدہ صیغہ: لایتم صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مجرد مثال یائی از باب ضَرَبَ یَضرِبُ ہے۔

(ب) حدیث شریف کی تشریح وتوضیح: اس حدیث میں دو مسئلے بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالغ ہونے کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔ یتیم کسے کہتے ہیں؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک یتیم وہ ہے جس کی ماں نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ یتیم وہ ہے جس کا باپ وفات پا چکا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ جس کے ماں باپ دونوں نہ ہوں اس کو یتیم کہتے ہیں۔ یتیمی تا حیات باقی نہیں رہتی بلکہ بالغ ہونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی مدت بارہ سال ہے اور لڑکی کے بالغ ہونے کی مدت نو سال ہے، لہٰذا اس مدت کے بعد بچہ یتیم نہیں رہتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ صبح سے شام تک خاموش رہنے کا نام روزہ نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے رکھنے کا نام روزہ ہے۔

سوال نمبر۲: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمینک علی مایصدقک علیھا صاحبک۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور صاحب کتاب کا نام تحریر کریں؟

(ب) حدیث شریف کی تشریح اس انداز سے کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔ نیز کفارۂ یمین ذکر کریں؟

جواب: (الف) حدیث شریف کا ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قسم سے مراد وہ مفہوم ہوگا جس کا تمہارا ساتھی تصدیق کرے۔

صاحب کتاب کا نام: حضرت سلیمان بن الاشعث بن شداد بن عمرو بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(ب): مفہوم حدیث: زیر بحث حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھاتے وقت ذو معنی الفاظ استعمال کرے تو اس کی قسم پر فوری حکم نافذ نہیں کیا جائے گا بلکہ متکلم سے اس کی وضاحت طلب کی جائے گی۔ اس کی طرف سے وضاحت کرنے سے اس کی قسم کا نتیجہ سامنے آئے گا اور اس پر صدق و کذب کا حکم شرعی نافذ ہوگا۔

کفارہ یمین: شرعی کفارہ یمین یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرنا یا تین دن کے روزے رکھنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

کفارہ یمین کی ادائیگی میں ترتیب حدیث کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا یعنی سب سے قبل غلام آزاد کرنے کی کوشش کی جائے گی، یہ نہ ممکن ہونے کی صورت میں تین دنوں کے روزے رکھے جائیں گے اور اس کی طاقت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔

سوال نمبر۳: ان ابا هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يتقارب الزمان وينقص العلم وتظهر الفتن ويلقى الشح ويكثر الهرج قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم اية هو؟ قال القتل القتل۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) حدیث شریف میں مذکورہ صرف خط کشیدہ فتنوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) حدیث شریف کا ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ سمٹ جائے گا، علم کم ہو جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، بخل پھیل جائے گا، "ہرج" زیادہ ہو جائے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اس سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل، قتل۔

(ب): خط کشیدہ فتنوں کی وضاحت:

۱- يتقارب الزمان: (زمانہ سمٹ جائے گا) قرآن وحدیث میں علامات قیامت بیان کی گئی ہیں جن میں سے کچھ کا ظہور ہو چکا ہے اور کچھ کا ظہور ابھی باقی ہے۔ زیر بحث حدیث میں ایک علامت قیامت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے: يتقارب الزمان یعنی بے برکتی اور سرعت کی وجہ سے زمانہ میں اتنی تیزی آجائے گی کہ صدی سال کی طرح، سال مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹے کی طرح محسوس ہوگا۔ آج کے زمانہ میں یہ علامت محسوس کی جاسکتی ہے۔

۲- ویکثر الھرج: (فتنہ وفساد عام ہوگا) علامت قیامت میں سے ایک فتنہ کا عام ہونا بھی ہے۔ یہ علامت بھی عصر حاضر میں پائی جاتی ہے۔ عالمی سطح پر، ملکی سطح پر، صوبائی سطح پر، ضلع کی سطح پر، محلہ کی سطح پر بلکہ گھریلو سطح پر فتنے پائے جاتے ہیں۔ دنیاوی مفادات کی خاطر چرب زبانی سے کام لینا، دھوکہ دینا، کذب بیانی سے کام لینا، حقوق العباد کو نظر انداز کرنا، حقوق اولاد کو پس پشت ڈالنا اور قتل وغارت کا بازار گرم ہونا اس کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔

سوال نمبر۴: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَرَقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰى اِحْدٰى اَوْثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارٰى عَلٰى اِحْدٰى اَوِثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً۔

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) "تفترق امتی" سے فقہ کے فروعات میں اختلاف کرنے والے گروہ مراد ہیں یا کوئی اور؟ اپنا مؤقف تفصیلاً سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں' حدیث شریف کا ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی ۷۱ یا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور عیسائی ۷۱ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

(ب): "تفترق امتی" سے مراد: زیر بحث حدیث میں تصریح ہے کہ قوم بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹی تھی اور امت محمدیہ تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ وہ سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے اور وہ فرقہ ایسا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر چلتا ہوگا یعنی اہل سنت وجماعت۔

زیر بحث حدیث میں "تفترق امتی" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے فقہ کے فروعات میں آئمہ فقہ کا اختلاف مراد نہیں ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- اس اختلاف کو ایک حدیث میں رحمت قرار دیا گیا ہے۔

۲- زیر بحث میں جو جہنمی ہونے کی وعید سنائی گئی ہے یہ مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

۳- زیر بحث حدیث میں "تفترق امتی" سے گمراہ اور بے دین فرقے مراد ہیں مثلاً معتزلہ، قدریہ اور قادیانیہ وغیرہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1438ھ/2017ء

﴿ثلث ساعات، الورقة الخامسة: لسنن النسائی وسنن ابن ماجه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں حصوں میں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر ۱: عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ثلثة حق على الله عزوجل عونهم المكاتب الذی يريد الاداء والناكح الذی يريد العفاف والمجاهد فی سبيل الله .

(الف) حدیث رسول کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) احادیث طیبہ کی روشنی میں موجودہ بے راہ روی کو روکنے کے لیے نکاح کی اہمیت وضرورت پر مضمون قلمبند کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر ۲: عن عمران بن حصين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاجلب ولاجنب ولاشغار فی الاسلام ومن انتهب نهبة فليس منا .

(الف) حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں نیز جلب کا مفہوم واضح کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) شغار کا لغوی اصطلاحی معنی اور اس کا حکم سپرد قلم کریں؟ (۵+۵+۵=۱۵)

سوال نمبر ۳: عن عبدالله قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الواشمات والمتفلجات والمتنمصات المغيرات خلق الله عزوجل .

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر اس کا ترجمہ کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) حدیث شریف میں مذکور تینوں اقسام کی تشریح وتوضیح اور ان کا حکم تحریر کریں؟ (۵+۵+۵=۱۵)

﴿حصہ دوم...... سنن ابن ماجه﴾

سوال نمبر ۴: عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعلموا القرآن واقرأوه وارقدوا فان مثل القرآن ومن تعلمه فقام به كمثل جراب محشو مسكا يفوح ريحه كل مكان ومثل من تعلمه فرقد وهو فی جوفه كمثل جراب اوكی على مسك .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟ (۱۰)

(ب) ''وارقدوا'' کے شروع میں واؤ کے معنی میں ہے یا جمع کے معنی میں؟ دونوں صورتوں میں مفہوم سپرد قلم کریں؟ (۸+۷=۱۵)

سوال نمبر۵: (الف) دعا کی فضیلت میں کوئی ایک حدیث شریف اور اس کا ترجمہ تحریر کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) ''دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا کیسا ہے؟'' آپ اس کا مدلل جواب قلمبند کریں؟ (۱۵)

سوال نمبر۶: عن عائشة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول مروا بالمعروف وانهوا عن المنکر قبل ان تدعوا فلا یستجاب الکم۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور صاحب کتاب کا نام لکھیں؟ (۱۰)

(ب) ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے عنوان پر ایک مدلل مضمون سپرد قلم کریں؟ (۱۵)

☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

﴿پانچواں پرچہ: سنن النسائی و سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر۱: عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ثلثة حق علی الله عزوجل عونهم المکاتب الذی یرید الاداء والناکح الذی یرید العفاف والمجاهد فی سبیل الله۔

(الف) حدیث رسول کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟

(ب) احادیث طیبہ کی روشنی میں موجودہ بے راہ روی کو روکنے کے لیے نکاح کی اہمیت وضرورت پر مضمون قلمبند کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین طرح کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ ان کی مدد کرے: ایک وہ مکاتب جو اپنی ادائیگی کرنا چاہتا ہو، دوسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہو اور تیسرا وہ مجاہد جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے۔

خط کشیدہ کا صیغہ: المکاتب: صیغہ واحد مذکر اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ از باب مفاعلہ (وہ غلام ہے جس کو آقا نے لکھ دیا ہو کہ تم اتنی رقم مجھے جمع کروا کر آزادی حاصل کر سکتے ہو)

(ب): نکاح کے معنی ومفہوم کا بیان: نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے' کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی ہیں' یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا' بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔

فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد ومعاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد وعورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔ نکاح کا لغوی معنی جمع کرنا اور ملانا ہے۔ جیسے عربی کی ضرب المثل ہے: ''انکحنا القری فسنری'' یعنی ہم نے مذکر نیل گائے اور مؤنث نیل گائے کا ملاپ کرادیا ہے اور اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے ہاں کیا پیدا ہوتا ہے۔ یہ ضرب المثل ان لوگوں کے لیے بیان کی جاتی ہے جو کسی معاملے پر اکٹھے ہوجائیں اور انہیں یہ سمجھ نہ آرہا ہو کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟

لفظ ''نکاح'' وطی کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے' کیونکہ اس میں ''ملانے'' کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ البتہ مجازی طور پر لفظ ''عقد'' کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ نکاح عقد کے معنی میں استعمال ہونے کی مثال قرآن میں یہ ہے: ''فَانْکِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِھِنَّ'' یعنی تم ان خواتین کے گھر والوں کی اجازت سے ان کے ساتھ عقد نکاح کرو۔

تعریف نکاح میں مذاہب اربعہ: علامہ عبدالرحمٰن جزری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں فقہاء احناف میں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایک شخص کو کسی کی ذات سے حصول نفع کا مالک بنادینا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خاص شخص صرف مخصوص عضو سے نفع حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔

بعض فقہاء احناف نے یہ لکھا ہے کہ کسی شخص کو ملکہ متعہ کا مالک بنادینا نکاح ہے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ نکاح صرف عضو خاص نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء سے نفع حاصل کرنے کے لیے ہے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک محض جنسی لذت کے لیے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے گواہوں کی موجودگی میں انجام پاتا ہے اور اس کام کی قیمت واجب الادا نہیں ہوتی۔

قرآن کی روشنی میں نکاح کی اہمیت: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کروگے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو، دو اور تین، تین اور چار، چار۔ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکوگے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔''

ایک اور جگہ فرمایا: ''اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم انہیں مناسب سمجھو تو ان کے مال انہیں سپرد کردو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہوجائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھائے۔ پھر جب تم ان

کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو۔"

احادیث کی روشنی میں نکاح کی اہمیت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے اس کے دین، اس کے مال اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا تم دیندار عورت کو نکاح کے لیے اختیار کرو۔ پھر فرمایا: تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شادی کے لیے عورت کی چار باتیں دیکھی جاتی ہیں: مال، نسب، دین اور خوبصورتی۔ تجھے دیندار کو حاصل کرنا چاہیے (اگر تو نہ مانے) تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

فقہاء کے نزدیک نکاح کی اہمیت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کوئی عبادت ایسی نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک مشروع ہو پھر جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے۔

ملت ابراہیمی میں نکاح کا طریقہ: اسلام سے پہلے اولادِ اسماعیل اور ملت ابراہیمی میں نکاح کی یہ صورت تھی کہ مرد و عورت دونوں کے بڑے جمع ہو کر اپنے اپنے خاندانی فضائل پر روشنی ڈالتے تھے اور اس کے بعد مرد اور عورت کے درمیان ایک ساتھ زندگی گزارنے کا معاملہ طے پا جاتا تھا۔ مہر کی رقم یا کچھ سامان مرد کے ذمہ واجب کر دیا جاتا تھا، جو وہ ادا کر دیا کرتا تھا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی اس قدیم رسم اور قدیم طریقہ کو قائم رکھا' کیونکہ وہ طریقہ فطری طور پر معاملات کے طے ہونے کا مناسب طریقہ تھا۔ البتہ آپ نے خاندانی فضائل بیان کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کی تعریف وثناء کے ساتھ خطبہ دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ موجودہ خطبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اسی تاریخی نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور وکیل آپ کے چچا ابو طالب تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وکیل ان کے چچا عمرو بن اسد تھے اور بیس اونٹ بطور مہر مقرر ہوئے تھے۔

اولادِ اسماعیل پر جب تین سو سالہ جاہلیت کا عہد مسلط ہوا تو اس دور میں معاشرہ کے اندر کچھ خرابیاں پیدا ہو گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرابیوں کی اصلاح کر دی۔ آپ نے ایک طرف نکاح کی اہمیت قائم کی اور دوسری طرف نکاح کو آسان سے آسان تر کر دیا تاکہ غریب سے غریب آدمی بھی بے نکاح نہ رہے۔ نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت کو جو کردار کی حفاظت نسل انسانی کے سلسلہ میں پاکیزگی اور اعتماد پیدا ہوتا ہے' وہ پیدا ہو جائے۔

نکاح کی اہمیت میں اخلاقی فوائد: نکاح یعنی شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخص کی

ضرورت، ایک طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ معاشرہ انسانی وجود وبقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ سے ایک خاص اہمیت وفضیلت کا حامل بھی ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ وقت سے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری ہے جو نکاح سے خالی رہی ہو۔ اسی لیے علماء لکھتے ہیں کہ ایسی کوئی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مشروع ہو اور جنت میں بھی باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے۔ چنانچہ ہر شریعت میں مرد وعورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت مشروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدہ کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت ومذہب نے جائز قرار نہیں دیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط واحکام میں تغیر وتبدیل ہوتا رہا ہے۔

سوال نمبر۲: عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاجلب ولاجنب ولاشغار فی الاسلام ومن انتہب نہبۃ فلیس منا۔

(الف) حدیث شریف کا اردو میں ترجمہ کریں نیز جلب کا مفہوم واضح کریں؟

(ب) شغار کا لغوی اصطلاحی معنی اور اس کا حکم سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں جلب، جنب اور شغار کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جو شخص لوٹ مار کرے گا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جلب کا مفہوم: لفظ جلب ثلاثی مجرد صحیح از باب نَصَرَ یَنْصُرُ کا مصدر ہے۔ (بہن یا بیٹی)۔ اس کا معنی ہے نافرمانی کرنا، گناہ کرنا اور معصیت کا ارتکاب کرنا۔

(ب): شغار کا لغوی واصطلاحی معنی: یہ عربی لفظ ہے جو شرعاً نکاح باطل کی ایک قسم کے لیے مستعمل ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص اپنی متعلقہ عورت (بہن یا بیٹی) کا دوسرے شخص کے ساتھ اس شرط پر نکاح کردے کہ وہ بھی اپنی متعلقہ کا اس سے نکاح کردے۔ خواہ تقرر مہر ہو یا نہ ہو۔

غیر مقلدین کے نزدیک شغار کی لفظی تحقیق: لغت میں اس کے اصل معنی رفع یعنی اٹھانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے: شغر الکلب اذا رفع رجلھا لیبول (کتے نے پیشاب کے لیے ٹانگ اٹھائی) اور جب باب مفاعلہ سے ہو تو رفع میں مشارکت ہوگی۔ شغار باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کی تائید ابی ریحانہ کی حدیث میں بھی ہوتی ہے۔ لفظ یہ ہیں: ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نھی عن المشاغرۃ (اخرجہ ابو الشیخ فی کتاب النکاح)۔ یعنی حدیث میں شغار اور مشاغرہ دونوں لفظ آئے ہیں جو باب مفاعلہ کی مصدر ہیں۔ امام اللغۃ ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ شغار کے معنی میں فرماتے ہیں: کل واحد

منهما يشعر عند الجماع ۔ شغار شرعی اس محاورہ سے ماخوذ ہے: (شغر البلد اذا خلا) ۔ یعنی شہر محافظ سے خالی ہو گیا، سے ماخوذ ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک شغار کی معنوی تحقیق: شغار کی دو صورتیں ہیں۔ شغار بہ تقرر مہر، شغار بلا تقرر مہر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ مسند احمد اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الشغار، والشغار أن يقول الرجل زوجني ابنتك وأزوجك ابنتي أوزوجني اختك وازوجك اختي ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص (دوسرے) سے کہے کہ میں تجھ سے اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دیتا ہوں (اس شرط پر) کہ تو مجھ سے اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح کر دے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نکاح شغار کی جو تفسیر بیان روایت کی ہے اس میں آپ نے تقرر اور عدم تقرر مہر کی کوئی شرط نہیں لگائی۔

تحریم شغار اور اجماع علماء: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تقرر مہر اور بغیر تقرر مہر کا کوئی فرق نہیں کیا لیکن بعض علماء نے شغار کی تفسیر سے واقف نہ ہونے کی بناء پر اس کی تعریف میں اختلاف کیا ہے جبکہ شغار کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس پر سب متفق ہیں کہ نکاح شغار ناجائز ہے۔

نکاح شغار بہ تقرر مہر کا مسئلہ: حضرت عبدالرحمٰن الاعرج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عباس بن عبداللہ بن عباس نے عبدالرحمٰن بن الحکم کو اپنی بیٹی کا نکاح دیا اور عبدالرحمٰن بن الحکم نے عباس بن عبداللہ کو اپنی بیٹی کا' دونوں نے مہر بھی رکھا۔ پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو ان کے درمیان جدائی کرا دینے کا حکم لکھا اور اپنے خط میں لکھا کہ یہ وہی شغار ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح مبادلہ بہ تقرر مہر شغار ہی ہے۔

سوال نمبر۳: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلَقَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر اس کا ترجمہ کریں؟

(ب) حدیث شریف میں مذکور تینوں اقسام کی تشریح و توضیح اور ان کا حکم تحریر کریں؟

جواب: (الف) عن عبدالله قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الواشمات والمتفلجات والمتنمصات المغيرات خلق الله عزوجل ۔

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی

عورتوں، گودوانے والی (چہرے کے) بال اکھیڑنے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والی عورتوں (جو اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت کو) تبدیل کرتی ہیں، پر لعنت کی ہے۔

مذکورہ تینوں اقسام کی تشریح وتوضیح: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے بالوں میں کسی دوسری عورت کے بالوں کا جوڑا لگائے (خواہ خود لگائے اور خواہ کسی دوسرے سے لگوائے)' جو عورت کسی دوسری عورت کے بالوں میں اپنے بالوں کا جوڑا لگائے' جو عورت گودے اور جو عورت گدوائے ان سب پر اللہ کی لعنت کا نزول ہوتا ہے۔

﴿حصہ دوم...... سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر ۴: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا القراٰن واقراٰوہ وارقدوا فان مثل القراٰن ومن تعلمه فقام به کمثل جراب محشو مسکا یفوح ریحه کل مکان ومثل من تعلمه فرقد وھو فی جوفه کمثل جراب او کی علی مسك .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) "وارقدوا" کے شروع میں واؤ 'اوٗ' کے معنی میں ہے یا جمع کے معنی میں؟ دونوں صورتوں میں مفہوم سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قرآن پاک سیکھو اور اس کو پڑھا کرو' کیونکہ جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کرنے کے بعد اس کی قرأت بھی کرے اور قیام کی حالت میں اسے پڑھے بھی، اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو اور اس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو۔ جو شخص قرآن مجید کا علم حاصل کر کے سو جائے اور قرآن مجید اس کے ذہن میں ہو، تو اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی سی ہے جس کے منہ کو باندھ دیا گیا ہو۔

(ب): وارقدوا کی واؤ کی وضاحت: اس واؤ میں دو احتمال ہیں اور ہر احتمال میں اس کا مفہوم الگ ہو گا۔ (۱) واؤ عاطفہ جمع کے لیے ہو یعنی کسی نے قرآن کو سیکھا، پھر اسے دوسروں کو سکھایا تو اس صورت میں اس سے بھی خوشبو کی تھیلی کی طرح مہک کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ (۲) واؤ 'اوْ' کے معنی کے ساتھ ہو یعنی خود تو قرآن سیکھا مگر دوسروں کو اس کی تعلیم نہیں دی تو اس کی مثال اس بند تھیلی کی سی ہے جس سے خوشبو برآمد نہیں ہوتی یعنی انسان نے قرآن کا فیض خود تو حاصل کیا مگر فیض رسانی کا دروازہ بند رکھا۔

سوال نمبر ۵: (الف) دعا کی فضیلت میں کوئی ایک حدیث شریف اور اس کا ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) "دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا کیسا ہے؟" آپ اس کا مدلل جواب قلمبند کریں؟

جواب: (الف) فضیلت دعا پر حدیث: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و آله وسلم من لم يدع الله سبحانه غضب عليه .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

(ب): (۱) دعا میں ہاتھ اٹھانے پر احادیث: حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(۲) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب حیا والا کریم ہے، جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سوال کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ، استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو اور گڑگڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔

(۴) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ بلند کرتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتیٰ کہ ان کو چہرے پر مل لیتے۔

سوال نمبر ۶: **عن عائشة رضى الله عنها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل ان تدعوا فلا يستجاب لكم .**

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور صاحب کتاب کا نام لکھیں؟

(ب) "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کے عنوان پر ایک مدلل مضمون سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) حدیث شریف کا ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: تم نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو، وہ وقت آنے سے قبل کہ تم دعا کرو جبکہ وہ قبول نہ کی جائے۔

مصنف کتاب کا نام: سنن ابن ماجہ کے مصنف کا پورا نام مع کنیت یوں ہے: حافظ ابو عبداللہ محمد بن یزید ربعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(ب): امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مضمون: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کثیر خصوصیات سے نوازا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور آپ کی نیابت کا درجہ امت کے علماء کو حاصل ہے۔ تبلیغ دین کے حوالے سے ایک اہم موضوع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یہ مضمون تعلیم وتربیت کے

حوالے سے اپنی مثال آپ ہے۔ حدیث نبوی کی طرح قرآن کریم میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں (امت محمدیہ) کو کہا گیا ہے کہ تم بہترین امت ہو، کیونکہ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اس مضمون کی اہمیت ایک مثال کے ذریعے بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ لوگ دو منزلہ بحری جہاز میں سوار ہیں، اوپر کی منزل والے لوگ نیچے والی منزل سے بار بار پانی لینے کے لیے آتے ہیں جس وجہ سے نیچے والے لوگوں کو کیچڑ ہونے اور ان کی آمد و رفت تکلیف ہوتی ہے۔ دونوں منزلوں کے لوگوں میں تنازع ہو جاتا ہے اور نیچے والے لوگ اپنے حصہ سے جہاز کو سوراخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اوپر والے انہیں روکنے کی کوشش نہ کریں گے تو جہاز ڈوبنے کی وجہ سے سب لوگ ڈوب جائیں گے۔ ہاں اگر اوپر کی منزل والے نیچے والے لوگوں کی اصلاح و تربیت کرنے کی کوشش کریں کہ وہ سوراخ کرنے سے باز رہیں تو سب لوگ بچ سکتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے سب لوگوں کو فائدہ ہوگا یعنی نیکی کا حکم دینے والوں کو برائی سے بچانے کی نیکی کا اور ماننے والوں کو اپنی تربیت و اصلاح کا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1438ھ/2017ء

﴿ثلث ساعات، الورقة السادسة: لشرح معانی الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر ۱ لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر ۱: قال ابو جعفر فذهب قوم الى هذه الآثار فاوجبوا الرفع عند الركوع وعند الرفع من الركوع وعند النهوض الى القيام من القعود فی الصلوٰة كلها وخالفهم فی ذلك آخرون فقالوا لانری الرفع الا فی التكبيرة الاولى .

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ (۸+۸=۱۶)

(ب) دونوں مذاہب کے دلائل دیں اور مسئلہ مذکورہ میں نظر طحاوی تحریر کریں؟ (۸+۸+۸=۲۴)

سوال نمبر ۲: عن ابی سلمة قال سالت عائشة عن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالت كان يصلى ثلث عشرة ركعة يصلى ثمان ركعات ثم يصلى ركعتين وهو جالس فاذا اراد ان يركع قام فركع قائما ثم يسجد وكان يصلى ركعتين بين الاذان والاقامة من صلوٰة الصبح .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ (۱۰)

(ب) وتروں کے بارے میں امام طحاوی نے کتنے اور کون کون سے مذاہب بیان کیے ہیں؟ نیز مذکورہ حدیث کس مذہب کی دلیل ہے؟ (۲۰)

سوال نمبر ۳: عن ابن عمر انه طلق امرأته وهی حائض فسأل عمر النبی صلى الله عليه وسلم فقال مره فليراجعها ثم ليطلقها وهی طاهر او حامل.

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) حائضہ عورت کو طلاق دینے کے بعد طلاق سنت دینے کا طریقہ کیا ہے؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ لکھیں۔ (۲۰)

سوال نمبر۴: ان ابا الصهباء قال لابن عباس أتعلم ان الثلاث كانت تجعل واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وثلاثا من امارة عمر قال ابن عباس نعم .

(الف) حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟ (۶+۴=۱۰)

(ب) بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق شمار کی جائے گی یا تین؟ اس بارے احناف کا مذہب دلائل سے ثابت کریں نیز حدیث مذکور کا جواب بھی دیں۔ (۱۵+۵=۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2017ء

﴿چھٹا پرچہ: شرح معانی الآثار﴾

سوال نمبر۱: قال ابو جعفر فذهب قوم الى هذه الأثار فاوجبوا الرفع عند الركوع وعند الرفع من الركوع وعند النهوض الى القيام من القعود فى الصلوٰة كلها وخالفهم فى ذلك اٰخرون فقالوا لانرى الرفع الا فى التكبيرة الاولىٰ .

(الف) عبارت پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) دونوں مذاہب کے دلائل دیں اور مسئلہ مذکورہ میں نظر طحاوی تحریر کریں؟

جواب: (الف) اعراب پر عبارت: قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ فَذَهَبَ قَوْمٌ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰثَارِ فَاَوْجَبُوا الرَّفْعَ عِنْدَ الرَّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرَّكُوْعِ وَعِنْدَ النُّهُوْضِ اِلَى الْقِيَامِ مِنَ الْقُعُوْدِ فِى الصَّلٰوةِ كُلِّهَا وَخَالَفَهُمْ فِىْ ذٰلِكَ اٰخَرُوْنَ فَقَالُوْا لَا نَرَى الرَّفْعَ اِلَّا فِى التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى .

ترجمہ عبارت: امام ابوجعفر رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں (اہلِ علم) کی ایک قوم ان آثار کی طرف کی گئی ہے۔ انہوں نے رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے ہوئے اور (پہلے) قعدے کے بعد قیام کی طرف جاتے ہوئے رفع یدین کرنے کو تمام نمازوں میں واجب قرار دیا ہے۔ دیگر حضرات نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا جائے گا۔

(ب): دونوں مذاہب کے دلائل: منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ کے دار الحناطین میں جمع ہوئے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ حضرت امام صاحب نے جواب

دیا: اس لیے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں کچھ صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے! امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے زہری نے حضرت سالم کی یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اولیٰ کے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مجھ سے حماد نے ان سے ابراہیم نے ان سے علقمہ اور اسود نے اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ابتداء نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ یہ روایت سن کر امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے تو زہری سے نقل کیا انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور آپ اس کے مقابلے میں حماد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے علقمہ سے نقل کیا ہے یعنی میری بیان کردہ سند آپ کی بیان کردہ سند سے عالی اور افضل ہے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہی بات ہے تو پھر سنو! حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اسی طرح علقمہ بھی حضرت عبداللہ بن عمر کے مقابلہ میں فقہ میں کم نہیں ہیں یہ اور بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقیت وصحابیت کا شرف حاصل ہے۔ نیز اسود کو بھی بہت فضیلت حاصل ہے اور عبداللہ تو خود عبداللہ ہیں یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف کیا کی جائے کہ علم فقہ میں اپنی عظمت وشان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور صحبت کی سعادت وشرف کی وجہ سے مشہور ہیں۔

گویا امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اسناد کے عالی ہونے کی حیثیت سے حدیث کو ترجیح دی اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے راویان حدیث کے فقیہ ہونے کے اعتبار سے حدیث کو ترجیح دی۔ چنانچہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اصول یہی ہے کہ وہ فقیہ راوی کو غیر راویوں پر ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

سوال نمبر۲: **عن ابی سلمة قال سألت عائشة عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم باللیل فقالت کان یصلی ثلث عشرة رکعة یصلی ثمان رکعات ثم یصلی رکعتین وهو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع قائما ثم یسجد وکان یصلی رکعتین بین الاذان والاقامة من صلوٰة الصبح ۔**

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟

(ب) وتروں کے بارے میں امام طحاوی نے کتنے اور کون کون سے مذاہب بیان کیے ہیں؟ نیز مذکورہ حدیث کس مذہب کی دلیل ہے؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: ابوسلمہ بیان کرتے ہیں میں نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے وقت پڑھی جانے والی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات ادا کرتے تھے پھر دو رکعت بیٹھ کر ادا کرتے۔ جب آپ نے رکوع میں جانا ہوتا تو کھڑے ہو جاتے تھے پھر قیام کی حالت میں رکوع میں جاتے تھے پھر سجدے میں جاتے تھے۔ پھر آپ صبح کی نماز کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

(ب): پہلا قول یہ ہے کہ وتر کی ایک رکعت ہے۔

دلیل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر ایک ایک رکعت ہے رات کے آخر میں۔

دوسرا قول: وتر تین رکعات ہیں لیکن دو کے بعد سلام پھیر دے، پھر ایک رکعت پڑھے۔

پہلے قول والوں نے جو ایک رکعت کا ذکر کیا ہے اس میں بھی ایک احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ دو رکعت کے بعد ایک رکعت علیحدہ پڑھتے تھے۔

دلیل: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دو رکعت ہیں، جب تمہیں صبح (صادق) ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ کر اپنی نماز کو وتر بنالو۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ دو رکعت اور وتر کو سلام سے علیحدہ کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی کرتے تھے۔

تیسرا قول: وتر تین رکعت ہیں اور ان میں ایک ہی سلام ہے۔

دلیل: عقبہ بن مسلم کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر کو جانتے ہو؟ تو میں نے کہا وہ نماز مغرب ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے سچ کہا یا تم نے اچھا جواب دیا: پھر آپ نے فرمایا: ہم مسجد میں تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر یا رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو، دو رکعت ہے، جب تمہیں صبح (صادق) ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت سے نماز کو وتر بنا دو۔

جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رات کے وتر کو دن کے یعنی مغرب کی نماز کی طرح قرار دیا تو واضح ہو گیا کہ وتر تین رکعات ہیں، ان میں سلام نہیں جیسا کہ مغرب کی نماز تین رکعات ہیں ان کے درمیان سلام نہیں۔

سوال نمبر۳: عن ابن عمر انه طلق امرأته وهي حائض فسأل عمر النبي صلى الله عليه وسلم فقال مره فليرا جعها ثم ليطلقها وهي طاهر اوحامل ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں؟

(ب) حائضہ عورت کو طلاق دینے کے بعد طلاق سنت دینے کا طریقہ کیا ہے؟ اس بارے میں اختلاف آئمہ لکھیں۔

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت سالم رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں، انہوں نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، وہ خاتون اس وقت حیض کی حالت میں تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے اور پھر اسے اس وقت طلاق دے جب وہ طہر کی حالت میں ہو یا حاملہ ہو۔

تشریح: شوہر اپنی بیوی کو جب بھی طلاق دے گا، وہ واقع ہو جائے گی خواہ وہ حیض کی حالت میں ہو یا حمل کی صورت میں۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حالت طہر میں طلاق دے پھر ہر مہینہ میں طلاق دیتا رہے حتیٰ کہ تین طلاقیں پوری ہو جائیں۔ زیر بحث حدیث میں بھی یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔

(ب): امام ابوجعفر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی جبکہ وہ طلاق سنت وقت میں دی گئی ہو اور وہ سنت وقت یہ ہے کہ عورت طہر کی حالت میں ہو اور اس کے ساتھ صحبت نہ کی گئی ہو۔ یہ لوگ اس بارے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ایک مخصوص وقت میں طلاق دیں پھر وہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برعکس طلاق دے دیں تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دے اور اس کے لیے معین وقت بھی بیان کردے تو پھر وہ شخص اس کی بجائے کسی دوسرے وقت میں طلاق دے یا وہ بندہ اس دوسرے بندے کو یہ کہے کہ وہ کسی خاص شرط کے ساتھ اس کی بیوی کو طلاق دے اور وہ اس مخصوص شرط کے علاوہ دوسری شرط کے ساتھ طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے اس چیز کی

مخالفت کی ہے جس کی اسے ہدایت کی گئی تھی۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ اسی طرح جس طلاق کو دینے کی بندوں کو ہدایت کی گئی ہے جب وہ حکم کے مطابق طلاق دیں گے تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ جب وہ حکم کے خلاف طلاق دیں گے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

سوال نمبر۴: ان ابا الصهباء قال لابن عباس أتعلم ان الثلاث كانت تجعل واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وثلاثا من امارة عمر قال ابن عباس نعم.

(الف) حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بتائیں؟

(ب) بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق شمار کی جائے گی یا تین؟ اس بارے احناف کا مذہب دلائل سے ثابت کریں نیز حدیث مذکور کا جواب بھی دیں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوصہبا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: آپ جانتے ہیں کہ ایک شخص کی تین طلاقوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)

خط کشیدہ صیغہ: كانت تجعل: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی استمراری ثلاثی مجرد از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ.

(ب): طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اربعہ: ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق کو سنت کے خلاف ہے، طلاق بدعت ہے لیکن اس کے واقع ہو جانے میں آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ علامہ نووی شافعی کہتے ہیں امام مالک امام ابوحنیفہ، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ اور قدیم اور جدید تمام علماء کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں، وہ واقع ہو جائیں گی۔

بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام ہونا: حضرت محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر مجلس نبوی میں موجود صحابہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں؟

اللہ کی کتاب سے قرآن کریم کی یہ آیت: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ '' مراد ہے۔ اس آیت مبارکہ میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دینی چاہئیں بلکہ متفرق طور پر دینی چاہئیں۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا حرام ہے اور اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے اس فعل پر غضب ناک ہوئے تھے جو گناہ ومعصیت کا باعث ہوتا تھا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔

فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک طلاق کے بعد شاید اللہ تعالیٰ خاوند کے دل کو بیوی کی طرف مائل کر دے اور اس کے فیصلہ میں کوئی ایسی خوشگوار تبدیلی آجائے کہ وہ رجوع کر لے اور ان دونوں کے درمیان مستقل جدائی کی نوبت نہ آئے۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1439ھ/2018ء

الورقة الأولى: لصحيح البخاری

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: ان ابا سفيان بن حرب اخبره ان هرقل ارسل اليه فی ركب من قريش وكانوا تجارا بالشام فی المدة التی كان رسول الله صلی الله عليه وسلم ماذ فيها ابن سفيان وكفار قريش فاتوه وهم بايلياء فدعاهم فی مجلسه وحوله عظماء الروم ثم دعاهم ودعا ترجمانه فقال ايكم اقرب نسبا بهذا الرجل الذی يزعم انه نبیّ قال ابو سفيان فقلت انا اقربهم نسبا فقال ادنوه منی وقربوا اصحابه فاجعلوهم عند ظهره .

(الف) حدیث کے مذکورہ حصے کا ترجمہ کریں، اور خط کشیدہ کی وضاحت کریں؟ ۱۵+۵=۲۰

(ب) مذکورہ حدیث کو باب بدء الوحی میں کیوں ذکر کیا گیا؟ نیز ہرقل نے ابوسفیان سے جو سوالات کیے ان میں سے پانچ سوالات تحریر کریں؟ ۵+۱۵(۵×۳=۱۵)=۲۰

سوال نمبر 2: باب القليل من الهبة محمد بن بشار ثنا ابن ابی عدی عن شعبة عن سليمان عن ابی حازم عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لو دعيت الی ذراع او كراع لاجبت ولو اهدی الی ذراع او كراع لقبلت

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور حدیث شریف کی باب کے ساتھ مناسبت تحریر کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) حدیث شریف میں موجود لفظ ذراع اور کراع کی وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 3: عن عائشة انها ارادت ان تشتری بريرة وانهم اشترطوا ولاءها فذكر للنبی صلی الله عليه وسلم فقال النبی صلی الله عليه وسلم اشتريها فاعتقيها فانما الولاء لمن اعتق واهدی لها لحم فقيل للنبی صلی الله عليه وسلم هذا تصدق به علی بريرة فقال النبی صلی الله عليه وسلم هو لها صدقة ولنا هدية وخيرت

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں اور ولاء کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) خط کشیدہ لفظ کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں۔ ۱۰

سوال نمبر 4: عن ابی ذر انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس من رجل ادعی لغیر ابیہ وھو یعلمہ الا کفر باللہ ومن ادعی قوما لیس لہ فیھم نسب فلیتبوأ مقعدہ من النار

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور اس میں موجود لفظ "کفر باللہ" کی وضاحت کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں کوئی ایک حدیث شریف تحریر کریں؟ ۱۰

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

پہلا پرچہ: صحیح بخاری

سوال نمبر 1: ان ابا سفیان بن حرب اخبره ان هرقل ارسل اليه فى ركب من قريش وكانوا تجارا بالشام فى المدة التى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ماذ فيها ابن سفيان وكفار قريش فاتوه وهم بايلياء فدعاهم فى مجلسه وحوله عظماء الروم ثم دعاهم ودعا ترجمانه فقال ايكم اقرب نسبا بهذا الرجل الذى يزعم انه نبى قال ابو سفيان فقلت انا اقربهم نسبا فقال ادنوه منى وقربوا اصحابه فاجعلوهم عند ظهره.

(الف) حدیث کے مذکورہ حصے کا ترجمہ کریں، اور خط کشیدہ کی وضاحت کریں؟

(ب) مذکورہ حدیث کو باب بدء الوحی میں کیوں ذکر کیا گیا؟ نیز ہرقل نے ابوسفیان سے جو سوالات کیے ان میں سے پانچ سوالات تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا جس زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ کیا تھا انہی ایام میں شام کے ایک تجارتی سفر کے دوران ہرقل نے ہمیں اپنے دربار میں بلایا، ہرقل ان دنوں ایلیاء میں قیام پذیر تھا، ہم وہیں اس کے دربار میں حاضر ہوئے، اس وقت ہرقل کے ہمراہ رومی حکومت کے عمائدین بیٹھے ہوئے تھے، ہرقل نے ہمیں دربار میں حاضری کی اجازت دی اور ایک ترجمان بلوالیا اور ہم سے دریافت کیا: جن صاحب نے تم میں سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے نسبی اعتبار سے تم میں سے کون ان کے سب سے زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا: نسبی اعتبار سے میں ان کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ ہرقل نے حکم دیا اس شخص کو میرے قریب کر دیا جائے اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے بٹھا دیا جائے۔

خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت:

کفار مکہ اور مسلمانوں میں مخالفت وعداوت دوقومی نظریہ کی بنیاد پر تھی۔ فریقین میں ۲ھ میں شروع ہونے والی طویل لڑائیوں کے نتیجہ میں کفار کو جانی و مالی نقصان زیادہ اٹھانا پڑا۔ اب فریقین بالخصوص کفار مکہ کے حق میں یہی بات بہتر تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر صلح کرنے کے لیے پیش رفت کرتے۔

جمہور مؤرخین کے مطابق خط کشیدہ عبارت سے مراد صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے، جو ۶ ھ میں پیش آیا۔ مسلمان محض عمرہ کے قصد سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے تھے، مقام حدیبیہ میں پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے، اس بات کا جائزہ لینے کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں روانہ کیا کہ کفار مکہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟

اس موقع پر فریقین میں کشیدگی کی فضا پیدا ہوئی، بالآخر فریقین میں صلح کی صورت میں تبدیل ہو گئی، یہ صلح دس سال تک ہوئی تھی جس کی اہم دفعات و شرائط حسب ذیل تھیں:

۱- مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں گے۔

۲- آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں قیام کر سکیں گے۔

۳- کوئی ہتھیار لے کر نہیں آئیں گے سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام میں ہوگی۔

۴- مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں، ان میں سے کسی کو ساتھ لے کر نہیں جائیں گے جبکہ مسلمانوں میں سے جو کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا اسے نہیں روکا جائے گا۔

۵- کفار مکہ میں سے کوئی شخص مدینہ جانا چاہے وہ واپس کیا جائے گا۔ جو مسلمان مدینہ سے مکہ جانا چاہتا ہو تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

(ب): حدیث کو باب بدء الوحی میں ذکر کرنے کی وجہ:

مذکورہ حدیث کو باب الوحی میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وحی صرف نبی پر نازل ہوتی اور غیر نبی پر نازل نہیں ہو سکتی، اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کی دلیل وحی ہو سکتی ہے۔ چونکہ ہرقل نے جو ابوسفیان سے سوالات کیے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ کیا اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ہرقل نے ابوسفیان سے جو سوالات کیے، کوئی سے پانچ:

سوال نمبر 1: اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے؟

جواب: وہ شریف النسب ہے۔

سوال نمبر 2: اس کے پیروکار امراء ہیں یا کمزور؟

جواب: ابوسفیان نے کہا: کمزور لوگ ہیں۔

سوال نمبر 3: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ ہرقل نے پوچھا۔

جواب: ابوسفیان، نہیں لیکن اب جو ہمارا معاہدہ صلح اس کے ساتھ ہوا ہے دیکھیے اس میں کیا کرتا ہے۔

سوال نمبر 4: کیا تم نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟ ہرقل نے پوچھا۔

جواب: ابوسفیان نے جواب دیا: ہاں۔

سوال نمبر 5: ہرقل نے پوچھا: جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟
جواب: کبھی ہم غالب رہے، کبھی وہ۔

سوال نمبر 2: باب القليل من الهبة محمد بن بشار ثنا ابن ابی عدی عن شعبة عن سليمان عن ابی حازم عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لو دعيت الى ذراع او كراع لاجبت ولو اهدى الى ذراع او كراع لقبلت

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور حدیث شریف کی باب کے ساتھ مناسبت تحریر کریں؟
(ب) حدیث شریف میں موجود لفظ ذراع اور کراع کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابوہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر مجھے ایک دستی یا پائے کی دعوت دی جائے تو میں اُسے قبول کرلوں گا اور اگر میری خدمت میں ایک دستی یا پایا تحفے کے طور پر پیش کیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

حدیث شریف کی باب کے ساتھ مناسبت:

اس باب کا عنوان ہے: "قلیل وکم چیز ہبہ کرنا" چونکہ پورے جانور کی بنسبت اس کا ایک حصہ نہایت قلیل وکم تصور کیا جاتا ہے۔ جانور کی دستی یا پایہ بھی معمولی وحقیر حصہ ہوتا ہے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص مجھے اپنی حیثیت کے مطابق جانور کی دستی یا پایہ (کھر) بھی بطور ہدیہ پیش کرے تو میں اسے بھی بخوشی قبول کرلوں گا۔

یہی فقرات حدیث اور عنوان حدیث کے مابین مطابقت کو ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ دونوں میں قلت و قلیل کی مناسبت موجود ہے۔

(ب): حدیث شریف میں موجود ذراع اور کراع کی وضاحت:

لفظ ذراع: یہ واحد ہے، اس کی جمع ہے: افرع، ذرعان۔ اگر اس کا صلہ: "من الرجل" آئے تو اس کا معنیٰ ہوگا: بازو سے لے کر درمیانی انگلی تک کا حصہ۔ یہ مذکر استعمال ہوتا ہے اور کبھی مؤنث بھی۔ یہ لفظ طاقت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً وضاق بالامر ذراعه یعنی وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ اگر اس کا صلہ کوئی جانور آئے تو اس کا معنیٰ ہوگا: دستی، آگے والا پاؤں مثلاً الذراع من البقر والغنم، من الخيل والابل۔

لفظ کراع: یہ لفظ واحد ہے، اس کی جمع ہے: اکرع و اکارع والکراع۔ اگر اس لفظ کا صلہ "من الرجل" آئے تو اس کا معنیٰ ہوگا: پنڈلی، گھٹنے سے نیچے والا حصہ۔ اگر اس کا صلہ جانور ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا: پایہ مثلاً الکراع من البقر والغنم۔ یعنی گائے اور بکری کا پایہ (کھر) یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

سوال نمبر 3: عن عائشة انها ارادت ان تشتری بریرة وانهم اشترطوا ولآء ها فذکر للنبی صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله علیه وسلم اشتریها فاعتقیها فانما الولاء لمن اعتق واهدی لها لحم فقیل للنبی صلی الله علیه وسلم هذا تصدق به علی بریرة فقال النبی صلی الله علیه وسلم هو لها صدقة ولنا هدیة وخیرت

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں اور ولاء کا لغوی، اصطلاحی معنی تحریر کریں؟

(ب) خط کشیدہ لفظ کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟

جواب (الف) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے بریرہ کو خریدنے کا ارادہ کیا، اس کے مالکوں نے اس کے ولاء کی شرط رکھی۔ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے خرید کر آزاد کر دو، کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ بریرہ کے لیے گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ بریرہ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (بریرہ) کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے جبکہ مجھے اس کا اختیار دیا گیا ہے۔

جواب: (ب): ولاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

لفظ "ولاء" کا لغوی معنی ہے: دوستی، قرابت، محبت۔

اس کا اصطلاحی مفہوم ہے: غلام کا وہ سامان وراثت، جس کا انسان اپنی ملک سے آزاد کرنے کے بعد یا عقد موالات کرنے کے سبب حقدار قرار پاتا ہے۔

خط کشیدہ لفظ کی تشریح: لفظ خُیِّـرْتُ صیغہ واحد متکلم، ماضی مجہول ثلاثی مزید فیہ از باب تفعیل اختیار دیے جانا۔

سوال نمبر 4: عن ابی ذر انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول لیس من رجل ادعی لغیر ابیه وهو یعلمه الا کفر بالله ومن ادعی قوما لیس له فیهم نسب فلیتبوأ مقعده من النار

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ اور اس میں موجود لفظ "کفر بالله" کی وضاحت کریں؟

(ب) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں کوئی ایک حدیث شریف تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: وہ شخص کافر ہے جو جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے نسب کی نسبت کرے اور جو شخص کسی ایسی قوم کی طرف اپنی نسبت کرے جس کے ساتھ اس کا کوئی

واسطہ نہ ہو تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

کفر باللہ کی وضاحت:

غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات یا افعال یا احکام یا صفات کے تقاضوں میں مساوی قرار دینا شرک ہے، یہ ایک ایسا گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں ہوگا اور اس کا مرتکب دائمی جہنمی ہے۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، اس کا کوئی ہمسر و مساوی اور برابر نہیں ہے۔ شرک کے مرتکب کو مشرک کہا جاتا ہے جو قطعی طور پر دوزخی ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے۔ حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اس امت میں کوئی ایسا گناہ ہے جو کفر تک پہنچاتا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، صرف کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، ایسا گناہ ہے جو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا یعنی اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا، کسی کو رب ماننا، اللہ رب العزت کی ذات کا انکار کرنا کفر ہے۔ کسی کو اللہ کا ہم پلہ اور حقیقی مددگار سمجھنا بھی کفر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ایک ہے، یہ کہتا ہے کہ دو ہیں۔ اسی طرح نماز روزہ وغیرہ میں سے کسی ایک کا انکار درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ

ان میں سے بعض ایمان لائے بعض نے انکار کیا۔

علاوہ ازیں بہت سی آیات میں کفر، ایمان کا مقابل ہے جس کے معنی ہیں: بے ایمان ہو جانا، اسلام سے نکل جانا۔ اس کفر میں ایمان کے مقابل تمام چیزیں معتبر ہوں گی، یعنی جن کا ماننا ایمان تھا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

لہٰذا کفر کی دو دو قسمیں ہیں: خدا کا انکار کرنا، اس کی توحید کا انکار کرنا یعنی شرک بھی کفر۔ اسی طرح ملائکہ، دوزخ، جنت، حشر ونشر، نماز، روزہ اور قرآنی آیات غرضیکہ ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔

(ب): حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پر حدیث مبارکہ کی فضیلت:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شیفتگی تھی اس کا اظہار لفظوں میں نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آدمی کسی جماعت سے محبت کرتا ہے لیکن اس جیسے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا؟ آپ نے فرمایا: ابوذر! تم جس شخص کے ساتھ محبت رکھتے ہو، اس کے ساتھ ہو گے۔ عرض کیا: میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: تم یقیناً اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1439ھ/2018ء

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الوقت المحدد: ثلث ساعات   مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: قال حدثنی ابو ایوب ان اعرابیا عرض لرسول الله صلی الله علیه وسلم وهو فی سفر فاخذ بخطام ناقته او بزمامها ثم قال یا رسول الله او یا محمد اخبرنی بما یقربنی من الجنة وما یباعدنی من النار قال فکف النبی صلی الله علیه وسلم ثم نظر فی اصحابه ثم قال لقد وفق او لقد هدی قال کیف قلت قال فاعاد فقال النبی صلی الله علیه وسلم تعبد الله ولاتشرك به شیئا وتقیم الصلاة وتوتی الزكوة وتصل الرحم دع الناقة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ ۲۰

(ب) "تعبد الله" کے بعد "لا تشرك به شیئا" ذکر کرنے کی حکمت سپرد قلم کریں؟ ۱۰

(ج) عبادت کی تعریف کرنے کے بعد خط کشیدہ جملہ بیان کرنے کی وجہ تحریر کریں؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 2: عن انس بن مالك قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) محبت کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ یہاں ان میں سے کون سی محبت مراد ہے؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 3: عن عبدالرحمن بن یزید و ابی بردة بن ابی موسیٰ قال اغمی علی ابی موسیٰ واقبلت امرأته ام عبدالله تصیح برنة قالا ثم افاق فقال الم تعلمی وکان یحدثها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان بریٔ ممن حلق وسلق وخرق

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ پر اعراب لگائیں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) حدیث شریف میں مذکور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 4: ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم وهو بالجعرانة قد اهل بالعمرة

وهو مصفر لحيته وراسه وعليه جبة فقال يا رسول الله! انی احرمت بعمرة وانا كما ترى فقال انزع عنك الجبة واغسل عنك الصفرة وما كنت صانعا فی حجك فاصنعه فی عمرتك

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور مواقیت کا فائدہ سپرد قلم کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) مواقیت حج کتنے اور کون کون سے ہیں؟ تحریر کریں؟ ۱۰

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

دوسرا پرچہ: صحیح مسلم شریف

سوال نمبر 1: قال حدثنی ابو ایوب ان اعرابیا عرض لرسول الله صلی الله علیه وسلم وهو فی سفر فاخذ بخطام ناقته او بزمامها ثم قال یا رسول الله او یا محمد اخبرنی بما یقربنی من الجنة وما یباعدنی من النار قال فکف النبی صلی الله علیه وسلم ثم نظر فی اصحابه ثم قال لقد وفق او لقد هدی قال کیف قلت قال فاعاد فقال النبی صلی الله علیه وسلم تعبد الله ولا تشرك به شیئا وتقیم الصلاة وتوتی الزکوة وتصل الرحم دع الناقة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟

(ب) "تعبد الله" کے بعد "لا تشرك به شیئا" ذکر کرنے کی حکمت سپرد قلم کریں؟

(ج) عبادت کی تعریف کرنے کے بعد خط کشیدہ جملہ بیان کرنے کی وجہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کردے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں رک گئے اور پھر اپنے اصحاب کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: اس شخص کو توفیق ملی ہے یا شاید ہدایت ملی ہے کہ وہ اہم سوال کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے کیا پوچھا تھا؟ اس شخص نے اپنا سوال دہرایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ یہ اعمال تمہیں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کریں گے۔ اب اونٹنی کی لگام چھوڑ دو۔

(ب): "تَعْبُدُ اللهَ" کے بعد "لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا" ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے لیکن اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے تو وہ مومن شمار نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی سب کا مالک وخالق ہے اور سب کا رازق ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ شخص جنت میں داخل ہوگا، اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کسی ایسے عمل کی راہنمائی کریں کہ اگر میں اسے انجام دوں تو وہ مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ ان احکام پر عمل کرے گا تو جنت میں داخل ہوگا۔

(ج): عبادت کا مفہوم:

لفظ "عبادت" مصدر ہے، اس کے اصل حروف: ع، ب، د ہیں۔ یہ فعل ثلاثی مجرد صحیح از باب نَصَرَ يَنْصُرُ ہے۔ اس کا لغوی معنیٰ ہے: پوجنا، ریاضت کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا۔ جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بجالانا عبادت ہے بالکل اسی طرح سود، حرام، کذب بیانی، متشابہات سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے۔ الحاصل آوامر پر عمل کرنا اور نواہی (محرمات) سے اجتناب کرنا عبادت ہے۔

خط کشیدہ جملہ کی وضاحت:

خط کشیدہ یہ فقرہ ہے: دع الفاقة۔

ایک اعرابی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، آپ اس وقت اپنی اونٹنی پر سوار تھے، اس نے اونٹنی کی مہار پکڑ کر سوال کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل کرنے کا حکم فرمائیں جس کو بجالانے سے دخول جنت یقینی ہو سکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ (۲) نماز پڑھو۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرو۔ (۴) اقارب سے صلہ رحمی کرو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو حسب خواہش اور تسلی بخش جواب سے نوازا تو فراغت ہونے پر یہ جملہ "دع الناقة" (تم اونٹنی کو چھوڑ دو) فرمایا تاکہ جس مقصد کے لیے آپ روانہ ہوئے تھے اس کی طرف گامزن ہو سکیں، کیونکہ مزید قیام کی صورت میں وقت ضائع ہونے اور مقصد فوت کا امکان تھا۔

سوال نمبر 2: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ

حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) محبت کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟ یہاں ان میں سے کون سی محبت مراد ہے؟

جواب: (الف): اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں۔

جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2016ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ب): جواب حل شدہ پرچہ بابت 2016ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر 3: عن عبدالرحمن بن یزید و ابی بردة بن ابی موسٰی قال اغمی علی ابی موسٰی واقبلت امرأته ام عبدالله تصیح برنة قالا ثم افاق فقال الم تعلمی و کان یحدثها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انا بریٔ ممن حلق وسلق وخرق

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ پر اعراب لگائیں؟

(ب) حدیث شریف میں مذکور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح وتوضیح قلمبند کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی اہلیہ ام عبداللہ چلا کر رونے لگی، جب وہ ہوش میں آئے تو فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سر منڈوانے والی، نوحہ کرنے والی، گریبان پھاڑنے والی عورتوں سے بیزار ہوں۔

(ب): خط کشیدہ کی تشریح:

جب حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی اہلیہ رضی اللہ عنہ چلانے لگی جو کہ ان کی بیوی عبداللہ کی والدہ تھی یعنی گریبان پھاڑنے لگی، نوحہ کرنے لگی، جب حضرت موسیٰ ہوش میں آئے تو انہوں نے اس بات کی خبر دی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گریبان پھاڑنے اور نوحہ کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ ایسے عمل کی وجہ سے میت کو عذاب پہنچتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ ایک اور جگہ پر فرمایا: نوحہ کرنے والا شخص اور گریبان پھاڑنے والا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

سوال نمبر 4: ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم وهو بالجعرانة قد اهل بالعمرة وهو مصفر لحیته وراسه وعلیه جبة فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انی احرمت بعمرة وانا کما تری فقال انزع عنك الجبة واغسل عنك الصفرة وما کنت صانعا فی حجك فاصنعه فی عمرتك

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور مواقیت کا فائدہ سپرد قلم کریں؟
(ب) مواقیت حج کتنے اور کون کون سے ہیں؟ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: مقام جعرانہ میں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس نے عمرے کا احرام باندھنے کی نیت کی تھی' اس نے اپنی داڑھی اور سر کے بالوں کو زرد رنگ سے رنگا ہوا تھا اور جبہ پہن رکھا تھا' نے عرض کیا: یارسول اللہ! میر ے عمرے کا احرام باندھنا چاہتا ہوں اور میری حالت آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم جبہ اتار دو' خضاب کو دھولو اور جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ عمرے میں کرو۔

مواقیت کا فائدہ:

مواقیت کا فائدہ احرام میں تاخیر سے بچنا ہے اور ان مواقیت سے احرام کو مقدم کرنا جائز ہے۔

(ب): مواقیت حج:

مواقیت حج پانچ ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1- اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ۔
2- اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے۔
3- اہل نجد کے لیے قرن ہے۔
4- اہل شام کے لیے جحفہ ہے۔
5- اہل یمن کے لیے یلملم ہے۔

☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1439ھ/2018ء

الورقة الثالثة: لجامع الترمذی

الوقت المحدد: ثلث ساعات		مجموع الأرقام: ١٠٠

نوٹ: سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: حدثنا محمد بن بشار ثنا مُعاذ بن هشام ثنی ابی عن یونس عن قتادة عن انس قال ما اکل النبی صلی الله علیه وسلم علی خوان ولا سکرجة ولا خبزله مرقق قلت لقتادة فعلی ما کانوا یاکلون قال علی هذه السفر ۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور "قلت" کا قائل متعین کریں؟ ١٠+١٠=٢٠

(ب) حدیث شریف کی تشریح وتوضیح اس طرح کریں کہ خط کشیدہ الفاظ کا مفہوم خوب واضح ہو جائے؟

سوال نمبر 2: عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یاکل احدکم بشماله ولا یشرب بشماله فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ کیا شیطان واقعتاً بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے یا اس سے مراد کچھ اور ہے؟ اپنا مؤقف تفصیلاً تحریر کریں؟ ١٠+١٠=٢٠

(ب) کھانا کھالینے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ اپنے مؤقف پر حدیث شریف پیش کریں۔ ١٠

سوال نمبر 3: (i) عن عمر بن ابی سلمة انه دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعنده طعام قال ادن یا بنی وسم الله وکل بیمینك وکل مما یلیك

(ii) عن انس بن مالك قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یتتبع فی الصحفة یعنی الدباء فلا ازال احبه ۔

(الف) دونوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ کریں؟ ١٠+١٠=٢٠

(ب) اگر دونوں احادیث مبارکہ باہم متعارض ہیں تو ان میں تطبیق بیان کریں؟ ١٠

سوال نمبر 4: عن انس بن مالك ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يتنفس في الاناء ثلاثا ويقول هو امرأ و اروى .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور پانی پینے کے آداب بیان کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) پانی کے برتن میں سانس لینا کیسا ہے؟ اپنا موقف بیان کر کے مذکورہ حدیث کی صحیح وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

تیسرا پرچہ: جامع ترمذی

سوال نمبر 1: حدثنا محمد بن بشار ثنا معاذ بن هشام ثني ابي عن يونس عن قتادة عن انس قال ما اكل النبي صلى الله عليه وسلم على خوان ولا سكرجة ولا خبزله مرقق قلت لقتادة فعلى ما كانوا ياكلون قال على هذه السفر .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور "قلت" کا قائل متعین کریں؟

(ب) حدیث شریف کی تشریح و توضیح اس طرح کریں کہ خط کشیدہ الفاظ کا مفہوم خوب واضح ہو جائے؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی چوکی پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا، نہ ہی چھوٹے پیالے میں کھایا ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتی تیار کی گئی۔

قلت کا قائل

قتادہ تابعی، بصری ہیں، نابینا تھے۔ ان کی ولادت ۶۰ ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱۸ ہجری میں ہوئی۔ حضرت انس اور ابو طفیل سے روایات حاصل کرتے تھے۔

(ب): خوان کے معنی دستر خوان کے ہیں، لیکن خوان سے مراد چوکی یا میز ہے جس پر کھانا کھایا جاتا ہے تاکہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے۔ چنانچہ یہ مال دار، عیش پرست، متکبر اور غیر اسلامی تہذیب کے حامل لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ میز یا چوکی پر کھانا رکھ کر کھاتے ہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اس طریقہ سے کھانا پسند نہیں فرمایا تھا۔

سکرجۃ: بعض حضرات نے سکرجۃ کو فصیح کہا ہے کہ معنی چھوٹی پیالی یا طشتری کے ہیں جس میں دسترخوان پر چٹنی، اچار اور جوارش و مربہ وغیرہ رکھا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ کھانے کے ساتھ اس کو بھی کھایا جائے تاکہ بھوک کسی بڑے کھانے کی طرف زیادہ راغب زیادہ ہو اور جو کچھ کھایا جا رہا ہے وہ ہضم ہو۔ چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کوئی طشتری یا پیالی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ عام طور پر مال دار، عیش پرست اور متکبر لوگوں کے دسترخوان پر ایسی طشتریاں رکھنے کا رواج ہے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چپاتی پکائی گئی اور نہ آپ نے چپاتی کھائی خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پکائی گئی ہو۔ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چپاتی نہیں کھائی۔

سوال نمبر 2: عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایاکل احدکم بشمالہ ولایشرب بشمالہ فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب بشمالہ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ کیا شیطان واقعتاً بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے یا اس سے مراد کچھ اور ہے؟ اپنا مؤقف تفصیلاً تحریر کریں؟

(ب) کھانا کھا لینے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ اپنے مؤقف پر حدیث شریف پیش کریں۔

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پیے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

شیطان کا بائیں ہاتھ سے کھانا:

جی ہاں شیطان واقعتاً بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا: میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس کا دایاں ہاتھ درست تھا، اس نے محض تکبر سے یہ الفاظ کہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کرے تجھے دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نصیب نہ ہو۔ چنانچہ اس کے بعد وہ شخص کبھی بھی اپنا دایاں ہاتھ اپنے منہ کی طرف نہیں اٹھا سکا۔ اسی طرح طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سلبیہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھا تو اس کے لیے بددعا فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرض طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئی۔ شیطان واقعتاً بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اس کی قوی دلیل آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے: بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔

(ب): کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم:

کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں، کیونکہ وہ بھی کھانے کا ایک حصہ ہے۔ جب کھانا کھایا جاتا ہے تو کچھ کھانا انگلیوں کے ساتھ لگا رہتا ہے ایسی انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں۔

حدیث مبارکہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کھانا کھا لے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے، کیونکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے؟

سوال نمبر 3: (i) **عن عمر بن ابی سلمة انه دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعنده طعام قال ادن یا بنی وسم الله و کل بیمینك و کل مما یلیك**

(ii) **عن انس بن مالك قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یتتبع فی الصحفة یعنی الدباء فلا ازال احبه .**

(الف) دونوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ کریں؟

(ب) اگر دونوں احادیث مبارکہ باہم متعارض ہیں تو ان میں تطبیق بیان کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ (i): حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا موجود تھا۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے آگے آجاؤ' اللہ تعالیٰ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ اور اپنے آگے سے کھانا کھاؤ۔

(ii) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ برتن میں تلاش کررہے تھے یعنی کدو تلاش کررہے تھے، تو اسی لیے میں بھی سے پسند کرتا ہوں۔

(ب): آپ عمر بن عبداللہ بن الامہ ہیں، قرشی مخزومی ہیں۔ جناب ام سلمہ کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ ۲ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، آپ کی عمر نو سال تھی، جب آپ نے ام سلمہ سے نکاح کیا تھا، تو آپ کو آپ کی بہن زینب نے اپنی پرورش میں لے لیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا، تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھاتا تھا، جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربا میں بھگو لیا یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ۔ یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں ایک آدمی کرے تو کافی نہیں ہر شخص دائیں ہاتھ سے

کھانا کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔ اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے۔ اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہوں تو جہاں سے چاہے کھائے۔

سوال نمبر 4: عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم كان يتنفس فی الاناء ثلاثا ويقول هو امرأ و اروى۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور پانی پینے کے آداب بیان کریں؟

(ب) پانی کے برتن میں سانس لینا کیسا ہے؟ اپنا موقف بیان کر کے مذکورہ حدیث کی صحیح وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ زیادہ سیراب کرنے والا اور زیادہ خوشگوار ہے۔

پانی پینے کے آداب:

پانی پینے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) پانی بسم اللہ پڑھ کر پینا چاہیے۔

(2) پانی دائیں ہاتھ سے پینا چاہیے۔

(3) پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔

(4) پانی تین سانس میں پینا چاہیے۔

(5) پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے۔

(6) پانی پیتے وقت پہلے دوسروں کو پلایا جائے خود آخر میں پینا چاہیے۔

(7) پینے کے برتن میں پھونک نہیں مارنی چاہیے۔

(8) آب زم زم ہمیشہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔

(9) سانس لیتے وقت برتن کو منہ سے الگ کر لینا چاہیے۔

(10) پہلی سانس لینے پر الحمد للہ کہنا چاہیے۔

(ب): پانی کے برتن میں سانس لینا:

پانی کے برتن میں سانس لینا مکروہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص پانی پیے تو برتن میں سانس نہ لے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ برتن میں سانس لینا جانوروں کا طریقہ ہے، نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے، اس لیے برتن سے الگ منہ کر کے سانس لینا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کے پینے کی طرح ایک سانس میں پانی نہ پیو لیکن دو دو اور تین تین

سانسوں میں پیو۔ مذکورہ حدیث مبارکہ کی وضاحت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی پیتے تو تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح پانی پینا خوشگوار ہوتا ہے یعنی تین سانس میں پانی پینے سے پیٹ میں خرابی نہیں ہوتی، اس طرح پانی پینے سے معدہ تندرست رہتا ہے اور اس طرح پانی پینا زیادہ سیراب کرتا ہے۔

☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحتِ اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1439ھ/2018ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن أبی داؤد﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: عن عبدالله بن عمر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ماحق امرئ مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں اور "لیلتین" کی قید لگانے کا فائدہ تحریر کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) وصیت کرنا واجب ہے یا مستحب؟ اس بارے میں جمہور اور اصحاب ظواہر کے مذاہب مع الدلائل تحریر کریں؟ ۲۰

سوال نمبر 2: عن ابن عباس ان رجلا قال یا رسول الله ان امه توفیت افینفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال فان لی مخرفا وانی اشهدك انی قد تصدقت به عنها

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے کی وجہ سپرد قلم کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) ایصال ثواب کا شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے ثبوت دے کر اپنا مؤقف بیان کریں۔ ۱۰

سوال نمبر 3: عن عمران بن حصین قال قال النبی صلی الله علیه وسلم من حلف علی یمین مصبورة کاذبا فلیتبوأ بوجهه مقعده من النار

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور بتائیں کہ "مصبورة" سے کیا مراد ہے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) غیر اللہ کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 4: عن ابی بردة عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انی والله ان شاء الله لا احلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا کفرت یمینی واتیت الذی هو خیر

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ حانث ہونے سے پہلے کفارہ یمین ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ احناف کا مذہب مع الدلیل لکھیں۔ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کن الفاظ کے ساتھ قسم اٹھاتے تھے احادیث مبارکہ کی روشنی میں کوئی دو الفاظ ذکر کریں؟ ۵+۵=۱۰

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

چوتھا پرچہ: سنن ابی داوٴد

سوال نمبر 1: عن عبدالله بن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں اور "لیلتین" کی قید لگانے کا فائدہ تحریر کریں؟

(۲) وصیت کرنا واجب ہے یا مستحب؟ اس بارے میں جمہور اور اصحاب ظواہر کے مذاہب مع الدلائل تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2016ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

"لیلتین" کی قید لگانے کا فائدہ:

لفظ "لیلتین" کی قید کے چند فوائد ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- دو راتیں گزرنے سے قبل انسان کے پاس وصیت نامہ تحریر شدہ ہو۔

۲- زیادہ دولت ملک میں ہونے کی صورت میں حساب و کتاب کرنا پڑے گا، جس کے لیے دو راتیں صرف ہو سکتی ہیں۔

۳- لیلتین سے مجازی طور پر نہایت قلیل مدت مراد ہو، جس سے وصیت کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے۔

(ب): جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2016ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر 2: عن ابن عباس ان رجلا قال يا رسول الله ان امه توفيت افينفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال فان لي مخرفا واني اشهدك اني قد تصدقت به عنها

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنانے کی وجہ سپرد قلم کریں؟

(۲) ایصال ثواب کا شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے ثبوت دے کر اپنا موٴقف بیان کریں۔

جواب: (۱) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں نفع ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں، اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک باغ ہے، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

گواہ بنانے کی وجہ:

جو شخص مسلمان ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، تو اسے ثواب ضرور پہنچتا ہے لیکن جو مسلمان نہیں یا اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا ہو، تو اس کے اعمال خواہ بظاہر نیک نظر آئیں وہ بھی ضائع ہو جائیں گے۔ آخرت میں ان کا کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ کسی کا ایصالِ ثواب اسے پہنچے گا۔ اس طرح ایمان اور ایصالِ ثواب پر گواہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہی بن سکتا ہے۔

جواب: (۲): ایصالِ ثواب کا شرعی حکم:

وہ عطیہ جس کے ذریعے اللہ سے ثواب کی جستجو کی جاتی ہے۔ ایصالِ ثواب شرعاً مندوب یعنی مستحب اور پسندیدہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میرا باپ وصیت کیے بغیر فوت ہو گیا ہے، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے فائدہ پہنچے گا؟ فرمایا: ہاں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اگر انہیں موقع ملتا تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو فائدہ دے گا؟ فرمایا: ہاں۔ انہوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کون سا صدقہ فائدہ دے گا؟ فرمایا: پانی۔ چنانچہ انہوں نے کنواں کھدوایا اور فرمایا: ھٰذہ لام سعد یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

قرآن سے مؤقف

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کے بارے میں کینہ نہ رکھ، اے ہمارے پروردگار! بیشک تو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

حدیث مبارکہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے مُردوں کی

طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا حج کرتے ہیں تو انہیں یہ پہنچتا ہے؟ فرمایا: بے شک وہ ان کو پہنچتا اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا تم میں سے کسی کے پاس طبق ہدیہ کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

سوال نمبر 3: عن عمران بن حصین قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم من حلف علی یمین مصبورة کاذبا فلیتبوا بوجهه مقعده من النار

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور بتائیں کہ "مصبورة" سے کیا مراد ہے؟

(۲) غیر اللہ کی قسم اٹھانا کیسا ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟

جواب: (۱) ترجمہ حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائے گا وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ میں جانے کے لیے تیار رہے۔

مصبورة سے مراد:

شریعت میں جھوٹی قسم کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا جرم ہے، جھوٹی قسم کھا کر کسی کے مال و دولت پر قابض ہونے والے کے بارے میں فرمایا گیا ہے: وہ اس کی پاداش میں دوزخ میں جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے سے اللہ تعالیٰ اس سے اپنا منہ پھیر لے گا۔ یعنی اس سے ناراض ہوگا۔

عبدالرزاق نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے اگرچہ ایک سبز مسواک پر کیوں نہ ہو۔ ابو عبیدہ و خطابی رحمہما اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی جاتی تھی۔

<u>جھوٹی قسم کھانے والے کے بارے میں وعید:</u>

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز پر مفید ہو کر حاکم کی مجلس میں قسم کھائے اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو کہ اس کا مقصد کسی مسلمان کا مال حاصل کرنا ہو تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔ چنانچہ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے انہوں نے کیا ہے اور

بمقابلہ اپنی قسموں کے، ان لوگوں کو آخرت میں کچھ حصہ نعمت کا نہیں ملے گا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے لطف کا کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے دیکھے گا) اور نہ ہی (ان کے گناہوں کو معاف کر کے) ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۲) غیر اللہ کے نام کی قسم کی شرعی حیثیت:

قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی اٹھائی جا سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی اسماء گرامی میں سے کسی سے بھی کھائی جا سکتی ہے۔ غیر اللہ کے نام کی خواہ قرآن کریم اور بیت اللہ ہی کیوں نہ ہو، کے نام کی قسم نہیں اٹھائی جا سکتی۔

حدیث کی روشنی میں:

حضرت سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ قسم اٹھاتے ہوئے دیکھا: ''کعبہ کی قسم'' تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھائے اس نے شرک کیا۔

سوال نمبر 4: عن ابی بردة عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال انی و الله ان شاء الله لا احلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا کفرت یمینی واتیت الذی هو خیر

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ حانث ہونے سے پہلے کفارہ یمین ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ احناف کا مذہب مع الدلیل لکھیں۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کن الفاظ کے ساتھ قسم اٹھاتے تھے؟ احادیث مبارکہ کی روشنی میں کوئی دو الفاظ ذکر کریں۔

(۱) ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر اللہ نے چاہا تو میں بھی اللہ کی قسم اٹھاؤں گا اور اس کے برعکس معاملے کو اس سے زیادہ بہتر محسوس کروں گا تو اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہے۔

احناف کا مذہب مع الدلیل:

(۱) قسم سے حانث ہونے سے قبل کفارہ یمین ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ائمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس سلسلہ میں احناف کا موقف ہے کہ یہ درست نہیں ہے، کیونکہ کفارہ یمین کی ادائیگی حانث ہونے کے بعد واجب ہوتی ہے۔ اس پر دلیل ہے کہ شرط کے بغیر مشروط اور سبب کے بغیر مسبب نہیں پایا جا سکتا۔ جس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نصاب و حولان حول، نماز کی مرضیت کے لیے وقت

اور روزہ کے لیے ماہ رمضان کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں بھی کفارہ یمین کی ادائیگی کے لئے پیشگی حانث ہونا ضروری ہے۔

(۲): حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم میں تاکید پیدا کرنی ہوتی تو یوں کہا کرتے تھے: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے: دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم۔

☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

المو افق سنة 1439ھ/2018ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائی، و ابن ماجة

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: دونوں حصوں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

حصہ اوّل...... سنن نسائی

سوال نمبر 1: عن علقمة ان عثمان قال لابن مسعود هل لك فی فتاة ازوجکها فدعا عبدالله علقمة فحدث ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من استطاع الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فلیصم فانه له وجاء .

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ لفظ کی وضاحت کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) کیا حدیث میں دونوں جگہ امر وجوب کے لیے ہے؟ اپنا مؤقف تفصیلاً تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 2: عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتناجشوا ولا یبیع حاضر لباد ولا یبیع الرجل علی بیع اخیه ولایخطب علی خطبة اخیه ولاتسال المرأة طلاق اختها لتکتفی ما فی انائها

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور "لتکتفی ما فی انائها" کی تشریح کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) مذکورہ تمام امور سے روکنے میں مشترکہ علت کیا ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں۔ ۱۰

سوال نمبر 3: عن عائشة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عشرة من الفطرة قص الشارب وقص الاظفار وغسل البراجم واعفاء اللحیة والسواك والاستنشاق ونتف الابط وحلق العانة والتقاص الماء قال مصعب بن شیبة ونسب العاشرة الا ان تکون المضمضة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور فطرت کا معنی بیان کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) حدیث میں مذکور دس چیزوں میں سے کسی پانچ کی وضاحت کریں؟ ۵×۲=۱۰

﴿حصہ دوم......سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر 4: عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ۔

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ تحریر کریں؟ ۸+۷=۱۵

(ب) قرآن کی تعلیم وتعلم میں مشغول لوگوں کو افضل و بہتر قرار دینے کی وجہ سپرد قلم کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 5: عن شعیب بن عبداللہ بن عمرو عن ابیہ قال ماریٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل متکنافظ ولا یطأ عقبیہ رجلان

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟ اور "ولا یطأ عقبیہ رجلان" کی حکمت بیان کریں؟ ۸+۷=۱۵

(ب) خط کشیدہ عبارت کی تشریح اس انداز سے کریں کہ مذکورہ حالت میں بیٹھ کرنہ کھانے کی وجہ ظاہر ہو جائے؟ ۱۰

سوال نمبر 6: عن ابن بریدۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یجی القرآن یوم القیامۃ کالرجل الشاحب فیقول ان الذی اسھرت لیلک واظمأت نھارک

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بیان کریں؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) قرآن کو الوجل الشاحب کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ تحریر کریں؟ ۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

پانچواں پرچہ: سنن نسائی و ابن ماجہ

﴿حصہ اوّل......سنن نسائی﴾

سوال نمبر 1: عن علقمۃ ان عثمان قال لابن مسعود ھل لک فی فتاۃ ازوجکھا فدعا عبداللہ علقمۃ فحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من استطاع الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فلیصم فانہ لہ وجاء۔

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ لفظ کی وضاحت کریں؟

(ب) کیا حدیث میں دونوں جگہ امر وجوب کے لیے ہے؟ اپنا موقف تفصیلاً تحریر کریں۔

جواب: (الف) حدیث شریف کا ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کو کسی لڑکی کے ساتھ شادی میں دلچسپی ہے تو میں آپ کی شادی اس کے ساتھ کروا دوں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص شادی کر سکتا ہو تو اسے شادی کر لینی چاہیے' کیونکہ یہ نگاہ کو جھکا کر رکھنے والی ہے، شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو شخص ایسا نہیں کر سکتا اسے روزہ رکھنا چاہیے۔ اس لیے یہ اس کی شہوت کو ختم کر دے گا۔

خط کشیدہ لفظ کی وضاحت:

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے بڑے فوائد بیان فرمائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف سے نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کاری سے محفوظ رہتا ہے۔ جوانی کی حد تک انسان بالغ ہونے کے بعد جوان کہلاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جوانی کی حد تیس برس کی عمر تک ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چالیس برس کی عمر تک جوان کہلانے کا حقدار ہے۔

(ب): شہوت حد اعتدال پر ہو یعنی نہ غلبہ ہو اور نہ ہی نامردی کی صورت ہو جبکہ مہر و نفقہ کی طاقت ہو تو نکاح کرنا سنت ہے، اس لیے نکاح نہ کرنے کی صورت میں انسان مرتکب معصیت بھی ہو سکتا ہے۔ سنت نبوی مقصود ہو تو اجر و ثواب کا بھی حقدار ہوگا، اگر حصول لذت مقصد ہو تو ثواب نہیں ملے گا۔

اگر شہوت کا اس قدر غلبہ ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا کے مرتکب ہونے کا امکان ہو اور وہ مہر و نفقہ کی ادائیگی کی بھی استطاعت رکھتا ہو، تو نکاح کرنا واجب ہے۔

اگر شہوت کا غلبہ ہو اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا کا مرتکب ہونے کا یقین ہو اور مہر کی ادائیگی اور نفقہ کی ضرورت پوری کرنے کی طاقت بھی ہو، تو نکاح کرنا فرض ہے۔ اگر اس بات کا امکان ہو کہ نکاح کی صورت میں مہر یا نفقہ یا ضروری امور انجام نہیں دے سکے گا، تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔ اگر اس بات کا یقین ہو کہ نکاح کی صورت میں مہر' نفقہ اور امور ضروری پورے نہ کر سکے گا، تو نکاح کرنا حرام ہے۔

سوال نمبر 2: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتناجشوا ولا يبيع حاضر لباد ولا يبيع الرجل على بيع اخيه ولايخطب على خطبة اخيه ولاتسال المراة طلاق اختها لتكتفى ما فى انائها

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور "لتكتفى ما فى انائها" کی تشریح کریں؟

(ب) مذکورہ تمام امور سے روکنے میں مشترکہ علت کیا ہے؟ تفصیلاً تحریر کریں؟

جواب: (الف): جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2015ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

"لتکتفی ما فی انائها" کی تشریح:

خط کشیدہ الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خاتون اپنے ذتی و مالی مفادات کی خاطر شادی شدہ ہمشیرہ کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اس لیے کہ بلا عذر شرعی طلاق کا مطالبہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ بعض روایات سے ثابت ہے کہ جائز امور میں سے سب سے برا معاملہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے۔ طلاق دینا بھی برا ہے اور طلاق کا مطالبہ کرنا بھی برا ہے۔

(ب): جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2015ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر3: **عن عائشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عشرة من الفطرة قص الشارب وقص الاظفار وغسل البراجم واعفاء اللحية والسواك والاستنشاق ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء قال مصعب بن شيبة ونسيت العاشرة الا ان تكون المضمضة**

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور فطرت کا معنی بیان کریں؟

(ب) حدیث میں مذکور دس چیزوں میں سے کسی پانچ کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: دس چیزیں فطرت کا حصہ ہیں مونچھیں کتروانا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کو دھونا، داڑھی کو بڑا کرنا، مسواک کرنا، ناک صاف کرنا، بغلوں کے بال صاف کرنا، زیر ناف بالوں کو صاف کرنا، پیشاب کے بعد پانی استعمال کرنا۔ حضرت مصعب بن شیبہ رضی اللہ عنہ نامی راوی بیان کرتے ہیں میں دسویں بات بھول گیا ہوں لیکن وہ کلی کرنا ہو سکتی ہے۔

فطرت کا معنی:

اس حدیث میں جن دس چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ تمام چیزیں پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں سنت تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت یعنی دین اسلام میں بھی سنت ہیں۔ چنانچہ اکثر علماء کرام کے نزدیک فطرت کے یہی معنی ہیں۔

(ب): 1۔ مسواک کرنا:

اس کے متعلق پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ مسواک کرنا بالاتفاق علماء کرام سنت ہے بلکہ امام ابوداؤد رحمہ

اللہ تعالیٰ نے تو اسے واجب کہا ہے۔حضرت شاہ اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی آدمی مسواک کو قصداً چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہوگی۔

2-ناک صاف کرنا:

ناک میں پانی دینا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ وضو کے لیے ناک میں پانی دینا مستحب ہے اور غسل کے لیے ناک میں پانی دینا فرض ہے۔

3-کلی کرنا:

یہی حکم کلی کا بھی ہے کہ وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور غسل میں فرض ہے۔

4-بغلوں کے بال صاف کرنا:

اس سلسلہ میں لفظ نتف استعمال فرمایا گیا ہے، نتف بال اکھاڑنے کو کہتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ بغلوں کے بالوں کو منڈوانا سنت نہیں ہے بلکہ ان کو ہاتھ سے اکھاڑنا سنت ہے۔بعض علماء نے کہا ہے کہ بغلوں کے بالوں کو ہاتھ سے اکھاڑنا افضل ہے جو اس کی تکلیف کو برداشت کر سکتا ہو۔ویسے بغلوں کے بالوں کو منڈوانا یا نورے سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔

5-براجم یعنی جوڑوں کا دھونا:

براجم انگلیوں کی گانٹھوں، جوڑوں اور ان کے اوپر کی کھال جو چنٹ دار ہوتی ہے۔اس میں اکثر میل جمع ہوتا ہے، خصوصاً جو لوگ ہاتھ سے کام کاج زیادہ کرتے ہیں ان کی انگلیاں سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں میل جم جاتا ہے۔لہٰذا ان کو دھونے کی تاکید فرمائی جارہی ہے۔اس طرح بدن کے وہ اعضاء جن میں میل جانے کا گمان ہو جیسے کان، بغل اور ناک کو بھی دھونے کا یہی حکم ہے۔

﴿حصہ دوم......سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر 4: عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) قرآن کی تعلیم وتعلم میں مشغول لوگوں کو افضل و بہتر قرار دینے کی وجہ سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) نوٹ: اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں افضل وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

(ب): ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ وہ مسلمان جو قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے اس کی مثال کھجور کی سی ہے۔ اس میں ایمان کی چاشنی ہوتی ہے اور خوشبو بھی کیونکہ نہ صرف لوگ اس سے قرأت وتلاوت سن کر ثواب پاتے ہیں بلکہ اس سے قرآن سیکھتے بھی ہیں۔

حضرت ابومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا فرض کفایہ ہے، نیز مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں فرض قرأت کے لیے سورتوں یا آیتوں کا سیکھنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے۔ بعض متاخرین علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ حفظ قرآن میں مشغول ہونا ان علوم میں مشغول ہونے سے افضل ہے جو فرض کفایہ ہیں۔ جن علوم کو حاصل کرنا فرض عین ہے، حفظ قرآن میں مشغول ہونا ان کی مشغولیت سے افضل نہیں ہے۔

سوال نمبر 5: عن شعیب بن عبداللہ بن عمرو عن ابیہ قال مارئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل متکئاقط ولا یطأ عقبیہ رجلان

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں؟ اور "ولا یطا عقبیہ رجلان" کی حکمت بیان کریں؟

(ب) خط کشیدہ عبارت کی تشریح اس انداز سے کریں کہ مذکورہ حالت میں بیٹھ کر نہ کھانے کی وجہ ظاہر ہو جائے؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت شعیب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی ایسی حالت میں دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دو آدمی چل رہے ہوں۔

ولا یطا عقبیہ رجلان کی حکمت:

ایک مرتبہ شدید گرمی کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد کے پاس سے گزرے تو کچھ لوگ آپ کے پیچھے چلنے لگے، جب آپ نے ان کے جوتوں کی آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ برا محسوس ہوا تو آپ وہیں بیٹھ گئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ سے آگے گزر گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اس لیے کیا تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں تکبر سے متعلق کوئی خیال نہ آئے۔ آپ جب چلتے تھے تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے والے حصے کو فرشتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے، جب آپ کسی جنگ میں تشریف لے جاتے تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتے جبکہ آپ کے پیچھے فرشتے ہوتے تھے۔

(ب): خط کشیدہ عبارت کی تشریح:

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں

کھاتا۔ کھانا کھاتے وقت ٹیک لگانے کی تین صورتیں ہیں: (۱) تو یہ کہ پہلو زمین پر رکھا جائے۔ (۲) یہ کہ چارزانو بیٹھا جائے۔ (۳) یہ کہ ایک ہاتھ ٹیک کر بیٹھا جائے اور دوسرے ہاتھ سے کھانا کھایا جائے۔ یہ تینوں صورتیں مذموم ہیں۔ بعض حضرات نے چوتھی صورت یہ بیان کی ہے تکیہ یا دیوار یا اس طرح کی کسی اور چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھا جائے۔ مسنون یہ ہے کہ کھاتے وقت کھانے کی طرف جھک کر اور متوجہ ہو کر بیٹھا جائے۔ اکثر حضرات نے ٹیک لگانے کی وضاحت یہ کی ہے کہ دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف جھک کر اور اس پر سہارا لے کر بیٹھا جائے۔ کھانا کھاتے وقت بیٹھنے کی یہ صورت اس لیے غیر مسنون ہے کہ ایسی حالت میں کھانا ضرر پہنچاتا ہے۔ بایں طور کہ وہ بدن میں اپنی جگہ پر ٹھیک طرح سے نہیں پہنچتا جو طبیعت پر گراں اور سوءِ ہضم کا باعث بنتا ہے۔

سوال نمبر 6: عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يجى القرأن يوم القيامة كالرجل الشاحب فيقول ان الذى اسهرت ليلك واظمأت نهارك

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغہ بیان کریں؟

(ب) قرآن کو الرجل الشاحب کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن ایک خوشگوار شخص کی شکل میں آئے گا اور یہ کہے گا: میں نے تمہیں رات کے وقت جگائے رکھا اور دن کے وقت تمہیں پیاسا رکھا۔

خط کشیدہ صیغہ، الفاظ کی صرفی تحقیق:

اسهرت: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افعال بیدار رکھنا۔

(ب): قرآن کو الرجل الشاحب کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ:

روزہ کی طرح قرآن بھی بہترین شکل میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، عرض کرے گا: یا الٰہ العٰلمین! میں نے تیرے فلاں بندے کو رات کے وقت بیدار رکھا اور دن کے وقت (روزہ کی شکل میں) پیاسا رکھا، تو میری اس کے حق میں سفارش قبول کر لے اور اسے جنت میں داخل کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول کرے گا۔ اس سفارش کا حقدار وہ شخص ہوگا جو قرآن پڑھے گا اور اس کے احکام پر عمل کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة 1439ھ/2018ء

﴿الورقة السادسة: لشرح معاني الآثار﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (الف) عن سالم بن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حذو منکبیه واذا کبر للرکوع واذا رفع من الرکوع رفعهما کذلك وقال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد وکان لا یفعل ذلك بین السجدتین

(ب) عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیه حتی یکون ابهاماہ قریبا من شحمتی اذنیه ثم لا یعود

(الف) دونوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) مذکورہ مسئلہ میں احناف کا مذہب لکھیں اور ان کی طرف سے شوافع کی دلیل کا جواب شرح معانی الآثار کی روشنی میں دیں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 2: عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی من اللیل احدی عشرة رکعة و یوتر منها بواحدۃ فاذا فرغ منها اضطجع علی شقه الایمن حتی یاتیه المؤذن فیصلی رکعتین خفیفتین

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟ ۱۰

(ب) وتر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اس بارے میں مذہب احناف کو نظر طحاوی سے ثابت کریں؟ ۲۰

سوال نمبر 3: عن عبدالرحمٰن التیمی قال قلت لایغلبنی اللیلة علی المقام احد فقمت اصلی فوجدت حس رجل من خلفی فی ظهری فنظرت فاذا عثمان بن عفان فتنحیت له فتقدم فاستفتح القرآن حتی ختم ثم رکع وسجد فقلت اوهم الشیخ فلما صلی قلت یا امیر المؤمنین انما صلیت رکعة فقال اجل هی وتری۔

(الف) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احناف کی جانب سے اس حدیث کا کیا جواب دیا ہے؟ ۱۰

(ب) مذکورہ مسئلہ میں مذہب احناف کی مؤید کوئی دو احادیث مبارکہ سپرد قلم کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 4: عن الشعبی قال دخلت علی فاطمة بنت قیس بالمدینة فسألتها عن قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیها قالت طلقنی زوجی البتة فخاصمته الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السکنی والنفقة فلم یجعل لی سکنی ولا نفقة وامرنی ان اعتد فی بیت ابن ام مکتوم

(الف) حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟ ۱۰

(ب) کیا مطلقہ بائنہ کے لیے دورانِ عدت نفقہ وسکنی اس کے شوہر پر لازم ہے؟ اس حوالے سے احناف کا مذہب اور ان کی طرف سے مذکورہ حدیث کا جواب تحریر کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت 2018ء

چھٹا پرچہ: شرح معانی الآثار

سوال نمبر 1: (الف) عن سالم بن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا کبر للرکوع واذا رفع من الرکوع رفعهما کذلک وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد وکان لایفعل ذلک بین السجدتین

(ب) عن البراء بن عازب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰة رفع یدیہ حتی یکون ابهاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ ثم لایعود

(الف) دونوں احادیث مبارکہ کا ترجمہ کریں؟

(ب) مذکورہ مسئلہ میں احناف کا مذہب کیا ہے اور ان کی طرف سے شوافع کی دلیل کا جواب شرح معانی الآثار کی روشنی میں دیں؟

جواب: (الف) ترجمہ: (۱) سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آغاز میں دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے، جب آپ رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے اس وقت اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ پڑھتے تھے۔ تاہم آپ دو سجدوں کے درمیان ایسا نہیں کرتے تھے۔

(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آغاز میں جب تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے قریب تک

لے آتے تھے۔ پھر آپ دوبارہ ایسا نہیں کرتے تھے۔

(ب): مسئلہ رفع یدین میں احناف کا مذہب

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز میں ہر اونچ نیچ پر اللہ اکبر کہے، جب سجدہ کرے اور دوسرے سجدے کے لیے جھکے تو تکبیر کہے۔ پس نماز میں رفع یدین کا مسئلہ تو یہ ہے کہ نمازی نماز کے شروع میں صرف ایک بار کانوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھاتا ہے، اس کے بعد نماز میں کسی مقام پر بھی رفع یدین نہیں کرے گا۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے اور اس بارے میں کثیر آثار ہیں۔

اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین ہے اور سجدوں کے درمیان تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں ہے اور انہوں نے جھکنے کے لیے اور رکوع والی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ پس ایک قوم نے کہا کہ ان دونوں کا حکم افتتاح والی تکبیر کے حکم کی طرح ہے جس طرح وہاں رفع یدین ہے تو ان دونوں مقامات پر بھی رفع یدین ہوگا۔ جبکہ دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ان دونوں تکبیروں کا حکم سجدوں کے درمیان والی تکبیر کے حکم کی طرح ہے جس طرح سجدوں کے وقت رفع یدین نہیں ہے ایسے ہی رکوع کے وقت بھی رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔ یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ تینوں کا ہے کہ رفع یدین صرف نماز کے شروع میں کیا جائے گا مگر رکوع اور سجدوں کے وقت نہیں۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز میں رفع یدین افضل ہے۔ انہوں نے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترک رفع یدین افضل ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا: میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں۔ پھر انہوں نے نماز پڑھ کر دکھائی، جس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے، ہاں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔

شوافع کی دلیل:

شوافع کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین سنت ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الام میں یہی تصریح موجود ہے۔

سوال نمبر 2: عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی من اللیل احدی عشرة رکعة و یوتر منها بواحدة فاذا فرغ منها اضطجع علی شقه الایمن حتّٰی یاتیه المؤذن فیصلی رکعتین خفیفتین

(الف) مذکورہ عبارت کا ترجمہ کریں؟

(ب) وتر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ اس بارے میں مذہب احناف کو نظر طحاوی سے ثابت کریں۔

جواب: (الف) ترجمہ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعات ادا کیا کرتے تھے، آپ ان میں سے ایک رکعت کے ذریعے وتر بناتے تھے۔ جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو بائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس آتا تو آپ دو مختصر رکعات ادا کرتے تھے۔

جواب: (ب): جواب حل شدہ پرچہ جات بابت 2017ء میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر 3: عن عبدالرحمٰن التیمی قال قلت لایغلبنی اللیلة علی المقام احد فقمت اصلی فوجدت حس رجل من خلفی فی ظهری فنظرت فاذا عثمان بن عفان فتنحیت له فتقدم فاستفتح القراٰن حتّٰی ختم ثم رکع وسجد فقلت اوهم الشیخ فلما صلی قلت یا امیر المؤمنین انما صلیت رکعة فقال اجل هی وتری۔

(الف) امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احناف کی جانب سے اس حدیث کا کیا جواب دیا ہے؟

(ب) مذکورہ مسئلہ میں مذہب احناف کی مؤید کوئی دو احادیث مبارکہ سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف): حضرت عبدالرحمٰن تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے سوچا کہ آج رات میں نوافل ضرور ادا کروں گا۔ میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا تو مجھے اپنی کمر کے پیچھے کسی شخص کی موجودگی محسوس ہوئی، جب میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں پیچھے ہٹ گیا وہ آگے آ گئے، انہوں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ قرأت ختم کی تو رکوع میں چلے گئے، سجدہ کیا اور سلام پھیر دیا۔ میں نے سوچا شاید شیخ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ جب انہوں نے سلام پھیر لیا تو میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ نے ایک رکعت ادا کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے یہ میری وتر کی نماز تھی۔

(ب): حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو مسجد کے ایک کنارے میں الگ ہو گئے، وہاں ایک رکعت ادا کی۔ میں ان کے پیچھے گیا، میں نے ان کا ہاتھ تھام لیا، میں نے ان سے کہا: اے ابو اسحاق! یہ ایک رکعت کس چیز کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ وتر ہے میں اسے پڑھ کر سونا چاہتا تھا۔

حدیث مبارکہ:

عامر بیان کرتے ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی آل اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا کرتے تھے، یہ وتر میں ایسا کرتے تھے۔ یہ لوگ وتر میں ایک رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

سوال نمبر 4: عن الشعبی قال دخلت علی فاطمة بنت قیس بالمدینة فسألتها عن قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علیها قالت طلقنی زوجی البتة فخاصمته الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی السکنی والنفقة فلم یجعل لی سکنی ولا نفقة وامرنی ان اعتد فی بیت ابن ام مکتوم

(الف) حدیث کا ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) کیا مطلقہ بائنہ کے لیے دورانِ عدت نفقہ وسکنی اس کے شوہر پر لازم ہے؟ اس حوالے سے احناف کا مذہب اور ان کی طرف سے مذکورہ حدیث کا جواب تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ: شعبی بیان کرتے ہیں میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے بارے میں فیصلے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: میرے شوہر نے مجھے طلاق بتہ دے دی تھی، میں یہ مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جو رہائش اور خرچ کے بارے میں تھا، آپ نے رہائش کا حق نہیں دیا تھا اور خرچ کا بھی نہیں دیا۔ آپ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ابن ام مکتوم کے ہاں عدت بسر کروں۔

(ب): چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور بعض علماء کے نزدیک شوہر پر اس عورت کا نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے، سکنیٰ تو اس آیت سے ثابت ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق: 6) ''تم ان مطلقہ کو اپنی وسعت کے موافق اپنا مکان دو جہاں تم رہتے ہو۔'' نفقہ کے اعتبار سے واجب ہے کہ وہ عورت اسی شوہر کی وجہ سے تمام پابندیوں کے ساتھ موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور نفقہ بھی واجب ہے کہ وہ عورت اسی شوہر کی وجہ سے تمام پابندیوں کے ساتھ عدت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی کے قائل تھے بلکہ وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم ایک عورت فاطمہ بنت قیس کے کہنے سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارا نفقہ اور سکنیٰ تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے، کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے جس سے نفقہ اور سکنیٰ کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فاطمہ کو اشتباہ ہوا یا انہیں آپ کا اصل ارشاد نہ رہا ہو۔ چنانچہ میں نے

خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس عورت کا نفقہ اور سکنیٰ شوہر کے ذمہ ہے لیکن حضرت ابن مالک کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحابہ کے سامنے پیش ہوا تھا، ان صحابہ میں سے کسی نے فاطمہ کے قول کی تردید نہیں کی ہے، اس لیے یہ بمنزلہ اجماع کے ہوا۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس عورت کے لیے نہ تو نفقہ واجب ہے اور نہ سکنیٰ اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق:6) کے موجب اس عورت کے لیے سکنیٰ واجب ہے، نفقہ واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر اسے حمل کی حالت میں طلاق دی گئی ہو تو اس حدیث کے مطابق اس کے لیے نفقہ واجب ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس جس مقام میں رہتی تھی وہ ایک ویران جگہ تھی اور وہاں اس کے بارے میں اندیشہ رہتا تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عدت کے دنوں میں اپنے مکان سے ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل ہونے کی آسانی عطا فرما دی تھی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فاطمہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ سے نہیں ڈرتی؟ اس سے آپ کی مراد فاطمہ کے اس قول: نہ نفقہ واجب ہے اور نہ سکنیٰ، کی تردید کرنا ہے۔

حدیث کا جواب:

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا کرتی تھیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اس کے لیے نہ تو نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اس بات کی تردید کی اور فرمایا: فاطمہ کے اس قول میں نہ نفقہ ہے اور نہ سکنیٰ ہے۔ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہیں فرمایا، بلکہ فاطمہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ گویا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی وہی مسلک ہے جو حضرت عمر کا ہے۔ یہ حدیث حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کی مؤید ہے کہ طلاق بائن والی عورت کے لیے سکنیٰ بھی ہے اور نفقہ بھی ہے۔

☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة الاولى: لصحيح البخارى

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ:-سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: ان عبدالله بن عباس اخبره ان ابا سفيان بن حرب اخبره ان هرقل ارسل اليه فى ركب من قريش وكانوا تجارا بالشام فى المدة التى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ماد ابا سفيان و كفار قريش فاتوه وهم بايليا فدعاهم فى مجلسه وحوله عظماء الروم ثم دعاهم ودعا بترجمانه فقال ايكم اقرب نسبا بهذا الرجل الذى زعم انه نبى فقال ابو سفيان فقلت انا اقربهم نسبا

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز بتائیں کہ ابوسفیان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ تھا؟ ۱۵+۵=۲۰

(ب) ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان کیا کیا گفتگو ہوئی مفصلاً لکھیں، نیز پہلی وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیفیت تھی؟ آپ اس کے بعد کس نصرانی عالم کے پاس گئے تھے اور کیوں گئے تھے؟ وضاحت کریں۔ ۱۰+۵+۵=۲۰

سوال نمبر 2: عن ام عطية قالت دخل النبى صلى الله عليه وسلم على عائشة فقال عندكم شىء قالت لا الا شىء بعثت به ام عطية من الشاة التى بعث اليها من الصدقة قال انها قد بلغت محلها

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کی وضاحت اس طرح کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود واضح ہو جائے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت عائشہ کی باری والے دن ہدایا کیوں بھیجتے اور اس پر ازواج مطہرات نے کیا ردعمل ظاہر کیا؟ ۱۰

سوال نمبر 3: ان ميمونة زوج النبى صلى الله عليه وسلم اعتقت وليدة لها فقال لها ولو وصلت بعض اخوالك كان اعظم لاجرك

(الف) روایت کا ترجمہ کریں وتشریح کریں نیز دلیل کے ساتھ بتائیں کہ میاں و بیوی ایک دوسرے کو ہدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) اولاد میں سے بعض کو ہدیہ دینے اور بعض کو محروم کر دینے کا کیا حکم ہے نیز ہدیہ دے کر واپس لینے کی کیا قباحت بیان کی گئی ہے؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 4: (الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کیا تھی؟ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنی کنیت پر کنیت رکھنے سے کیوں منع فرمایا؟ اور بخاری کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دو معجزات بیان کریں؟ ۵+۵+۱۰=۲۰

(ب) بخاری کی روشنی میں بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسماء کتنے اور کون کون سے ہیں۔ ۱۰

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طالبات) سال دوم 2019ء

پہلا پرچہ: صحیح بخاری

سوال نمبر 1: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا تُجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ أَبَا سُفْيَانَ وَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِإِيلِيَا فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجَمَانِهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي زَعَمَ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز بتائیں کہ ابوسفیان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ تھا؟

(ب) ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان کیا کیا گفتگو ہوئی مفصلاً لکھیں، نیز پہلی وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کیفیت تھی؟ آپ اس کے بعد کس نصرانی عالم کے پاس گئے تھے اور کیوں گئے تھے؟ وضاحت کریں۔

جواب: (الف) اعراب وترجمہ:

نوٹ: اوپر حدیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: بیشک ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: جس زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ کیا

تھا، انہی ایام میں شام کے ایک تجارتی سفر کے دوران ہرقل نے ہمیں اپنے دربار میں طلب کیا، ہرقل ان دنوں ایلیاء نامی شہر میں قیام پذیر تھا، اس وقت ہرقل کے ہمراہ رومی حکومت کے عمائدین بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے اپنے دربار میں ہمیں حاضری کی اجازت دی اور ایک ترجمان بلوایا اور ہم سے دریافت کیا: جن صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے نسبی اعتبار سے تم میں سے ان کے سب سے زیادہ قریب کون ہے؟ ابو سفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا: نسبی اعتبار سے میں ان کے زیادہ قریب ہوں۔

ابوسفیان کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی اور گہرا رشتہ تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر تھے، کیونکہ ان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔

(ب) ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تفصیل:

ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان ہونے والی گفتگو کی تفصیل چند سوالات وجوابات پر مشتمل تھی، جو حسب ذیل ہے:

ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہ کیا: ان (نبوت کا دعویٰ کرنے والے) کا نسب کیسا ہے؟ میں نے جواب میں کہا: وہ ہمارے درمیان عالی نسب شمار کیے جاتے ہیں۔

ہرقل نے دریافت کیا: کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ میں نے جواب دیا: ہرگز نہیں۔ ہرقل نے سوال کیا: ان کے پیروکار مالدار ہیں یا غریب لوگ ہیں؟ میں نے جواب دیا: غریب لوگ ہیں۔ ہرقل نے پھر سوال کیا: کیا ان کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی ہو رہی ہے؟ میں نے جواب دیا: ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہرقل نے سوال کیا: ان کے دین میں داخل ہو جانے کے بعد کبھی کسی شخص نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اس دین کو چھوڑا ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ ہرقل نے دریافت کیا: کیا انہوں نے تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے؟ میں نے جواب دیا: ویسے تو ہمارا ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ چل رہا ہے مگر کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ آگے چل کر وہ وعدہ خلافی کے مرتکب ہوتے ہیں یا نہیں۔

ابوسفیان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا: میں صرف یہی ایک بات کہہ سکا جو خلاف واقع تھی۔ ہرقل نے مجھ سے اگلا سوال کیا: کیا تم نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں، ہماری ان سے کئی جنگیں ہوئیں۔ ہرقل نے دریافت کیا: پھر نتیجہ کیا نکلا؟ میں نے جواب دیا: برابر برابر، کبھی ان کا پلڑا بھاری رہا اور کبھی ہمارا۔ ہرقل نے دریافت کیا: وہ تمہیں کن باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں؟ میں نے

جواب دیا: وہ ہمیں کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اپنے آباؤ اجداد کے کفریہ عقائد چھوڑ دو۔ علاوہ ازیں وہ ہمیں صلہ رحمی کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ان سب سے کہو: میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ ہمارے ہاں عالی نسب شمار کیے جاتے ہیں، رسولوں کو اسی طرح اپنی قوم کے بہترین نسب میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا: تم میں سے کسی اور نے بھی دعویٰ نبوت کیا؟ تم نے جواب دیا: نہیں، تو میں نے سوچا اگر کسی اور نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں یہ سوچ سکتا تھا کہ یہ صاحب ایک ایسے دعویٰ کی نقل کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کیا جا چکا ہے پھر میں نے تم سے سوال کیا: ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے نفی میں جواب دیا، اگر ان میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنے بزرگوں کی سلطنت کے حصول کے خواہشمند ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا: ان کے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم انہیں جھوٹا سمجھتے تھے؟ تو تم نے جواب دیا: ہرگز نہیں، انہوں نے کبھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا، اب ہم یہ بات آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ پھر میں نے تم سے دریافت کیا: ان کے پیروکار صاحب ثروت ہیں یا غریب لوگ؟ تو تم نے جواب دیا: غریب لوگ ہیں، غریب لوگ ہی انبیاء کرام کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ و کمی کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا: ان میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ایمان کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، وہ پورا ہونے تک مسلسل بڑھتا ہے۔ پھر میں نے تم سے پوچھا: کوئی شخص ان کا دین قبول کرنے کے بعد ناراض ہو کر دین ترک کرنے پر مجبور ہوا ہے؟ اس کا جواب بھی نفی میں دیا گیا ہے، ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے، جب ایمان کی تازگی دل میں گھر کر جائے تو پھر دل سے نکلتی نہیں ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا: کیا انہوں نے تمہارے ساتھ کبھی وعدہ خلافی کی ہے؟ تم نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انبیاء کرام وعدہ خلافی ہرگز نہیں کرتے۔ میں نے تم سے سوال کیا: وہ تمہیں کس بات کی تبلیغ کرتے ہیں؟ تو تم نے جواب دیا: وہ ہمیں تبلیغ کرتے ہیں کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں، اپنے آباؤ اجداد کے عقائد چھوڑ دیں، نماز پڑھیں، صلہ رحمی کریں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ یاد رکھیں نماز پڑھنا، شرک سے دامن کو پاک رکھنا، شرک سے بچنا وغیرہ امور کی تبلیغ حقیقت پر مبنی ہے۔

ہرقل نے مزید کہا: اگر تمہارے جوابات درست ہیں تو وہ عنقریب میری سلطنت کے بھی مالک ہوں گے، مجھے اس بات کا علم تھا کہ ان کی بعثت کا زمانہ قریب ہے مگر مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ تم میں مبعوث ہوں گے۔ اگر مجھے ان تک پہنچنے کا یقین ہوتا تو سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے ان کی زیارت کے لیے میں حاضر ہوتا، اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان کے پاؤں دھونے کو سعادت سمجھتا۔

پہلی وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت:

پہلی وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو چکی تھی، آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا: مجھے اوڑھنے کے لیے دو، مجھے اوڑھنے کے لیے دو۔ کچھ دیر کے بعد آپ کی طبیعت پر سکون ہو گئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی و تشفی دی اور صورتحال معلوم کرنے کے لیے آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو نصرانیت کے بہت بڑے عالم تسلیم کیے جاتے تھے بلکہ تمام آسمانی کتب کے ماہر تھے۔

نصرانی عالم اور اس کے پاس جانے کی وجہ:

جس نصرانی عالم کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لیکر گئیں ان کا نام ورقہ بن نوفل تھا، جو نصرانیت کا ممتاز عالم تھا بلکہ تمام آسمانی کتب میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں باتیں سنیں، انہوں نے سب باتیں پہلے تورات میں پڑھی تھیں، انہوں نے کہا: یہ وہی ناموس فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آیا تھا، اے کاش! میں اس وقت زندہ رہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ کو اس شہر (مکہ) سے نکلنے پر مجبور کر دے گی، میں آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی معاونت کرتا۔

سوال نمبر 2: عن ام عطية قالت: دخل النبي صلى الله عليه وسلم على عائشة فقال عندكم شيء قالت لا الا شيء بعثت به ام عطية من الشاة التي بعث اليها من الصدقة قال انها قد بلغت محلها

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کی وضاحت اس طرح کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود واضح ہو جائے؟

(ب) صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت عائشہ کی باری والے دن ہدایا کیوں بھیجتے اور اس پر ازواج مطہرات نے کیا ردعمل ظاہر کیا؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، صرف گوشت ہے جو ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بکری کا گوشت بھیجا ہے جو اس کے پاس بطور صدقہ آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے۔

خط کشیدہ عبارت کی وضاحت:

خط کشیدہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں بطور صدقہ وخیرات اور اجر وثواب دی جاتی ہے، اس کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس انداز اور جس کیفیت میں پیش کی جاتی ہے، وہ درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے، اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔ الغرض صدقہ وخیرات کی نیت سے جو چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی جائے وہ فوراً درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔

(ب) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن صحابہ کرام کی طرف سے ہدایا پیش کرنے کی وجہ:

ہشام اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہتمام کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ہدایا وتحائف بھیجا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری ساتھی خواتین ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور یوں کہا: قسم بخدا! ام سلمہ! لوگ اہتمام کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن تحائف بھیجتے ہیں، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خواہشمند ہیں اسی طرح ہم بھی ان کی خواہشمند ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں کہ وہ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ وہ آپ کی خدمت میں تحائف بھیج دیا کریں خواہ آپ کسی بھی گھر میں موجود ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا، دوبارہ عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھے کوئی تکلیف نہ دو، کیونکہ اللہ کی قسم! جب مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو تم میں سے اس کے علاوہ اور کسی بیوی کے بستر پر نازل نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 3: ان میمونة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتقت ولیدة لھا فقال لھا ولو وصلت بعض اخوالك كان اعظم لاجرك

(الف) روایت کا ترجمہ کریں وتشریح کریں نیز دلیل کے ساتھ بتائیں کہ میاں وبیوی ایک دوسرے کو ہدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(ب) اولاد میں سے بعض کو ہدیہ دینے اور بعض کو محروم کر دینے کا کیا حکم ہے؟ نیز ہدیہ دے کر واپس لینے کی کیا قباحت بیان کی گئی ہے؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز کو آزاد کیا، اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اگر تم یہ کنیز اپنے کسی ماموں کو پیش کر دیتیں تو اس کا ثواب تمہارے لیے زیادہ ہوتا۔

زوجین کا باہم تحفہ پیش کرنے کا جواز:

بلاشبہ زوجین ایک دوسرے کو تحفہ پیش کر سکتے ہیں، اس طرح ان کی محبت ومودت میں اضافہ بھی ہوگا اور استحکام بھی۔ اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے:

"اگر خواتین تمہیں اپنی خوشی سے کچھ دیں تو تم لے لو۔"

(ب) اولاد کو ہدیہ دیتے وقت مساوات سے کام لینا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی اولاد کو عطیہ دیتے وقت تم انصاف سے کام لو۔"

جب کوئی شخص اپنی ایک اولاد کو کوئی چیز ہدیہ کرے جبکہ دوسروں کو محروم کرے یہ درست نہیں ہے، ہاں تمام اولاد میں مساوات کرے۔ تاہم اس پر کسی کو گواہ بنانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد گرامی انہیں لیکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنے اس بیٹے کو غلام بطور عطیہ دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح کا تحفہ دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر تم اپنا غلام اس سے بھی واپس لے لو۔

ہدیہ واپس لینے کی قباحت:

ہدیہ کی ہوئی چیز واپس نہ لینا بہتر ہے، اگر مجبوری لاحق ہو جائے تو وہ واپس لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ معطی لہ کے پاس اصل صورت میں محفوظ ہو۔ چونکہ ہدیہ کا مقصد باہم محبت اور نیکی کرنا ہے، واپسی کی صورت میں یہ مقصد فوت ہو جائے گا۔ واپسی پر قباحت کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ہبہ کردہ چیز کو واپس لینا ایسا ہے جیسا کوئی شخص اپنی قے کو چاٹ لے۔

سوال نمبر 4: (الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کیا تھی؟ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنی کنیت پر کنیت رکھنے سے کیوں منع فرمایا؟ اور بخاری کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دو معجزات بیان کریں؟

(ب) بخاری کی روشنی میں بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسماء کتنے اور کون کون سے

ہیں۔

جواب: (الف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت اور آپ کی کنیت پر کنیت رکھنے کی ممانعت کی وجہ:

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے، اور آپ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے سے اس لیے منع کیا کہ ایک دفعہ آپ بازار میں تشریف فرما تھے، ایک شخص بولا: اے ابوالقاسم! آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اس نے کہا: میں نے آپ کو نہیں بلکہ دوسرے شخص کو بلایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: ''اے لوگو! تم میرے نام پر نام رکھ لو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔'' اس لیے ''ابوالقاسم'' کا معنی ہے: ''قاسم کا باپ'' اور قاسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا نام تھا، اس طرح بے ادبی سے محفوظ رہنے کے لیے آپ نے اپنی کنیت پر کنیت رکھنے سے منع کیا ہے۔

بخاری کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزات:

صحیح بخاری شریف کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزات حسب ذیل ہیں:

۱- انگلیوں سے پانی کا فوارہ جاری ہونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسب حکم ایک برتن پیش کیا گیا، آپ اس وقت ''زوراء'' مقام پر تشریف فرما تھے، آپ نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کا فوارہ جاری ہو گیا، اس پانی کو حاضرین نے نوش کیا اور اس سے وضو بھی کیا۔

۲- کم مقدار کھجوروں سے بھاری قرض ادا ہو جانا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا، جن کے ذمہ قرض لازم تھا، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے والد گرامی پر قرض لازم ہونے کے بارے میں عرض کیا، اپنی مفلسی کا ذکر بھی کیا، میرے پاس ادائیگی کے لیے صرف ان کے کھجور کے باغات کی پیداوار ہے، جتنا ان کا قرض ہے وہ تو کئی سالوں کی پیداوار کے ذریعے بھی ادا نہیں ہو سکتا، آپ میرے ساتھ تشریف لائیں تاکہ قرض خواہ لوگ سختی نہ کریں۔ راوی کا بیان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک ڈھیری کے گرد چکر کاٹا، پھر آپ نے دعا فرمائی، پھر دوسری ڈھیری کے گرد چکر لگایا، پھر وہاں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: انہیں الگ کر لو اور ماپ کر انہیں دیتے جاؤ۔ راوی کا کہنا ہے کہ جتنی کھجوریں آپ نے الگ کی تھیں، ان سے قرض ادا ہو گیا اور اتنی بچ بھی گئی تھیں۔

(ب) بخاری شریف کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اسماء گرامی:

صحیح بخاری شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر اسماء گرامی موجود ہیں مگر آپ کے پانچ مشہور نام حسب ذیل ہیں:

(۱) احمد، (۲) محمد، (۳) ماحی، (۴) حاشر، (۵) عاقب صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ:- سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: عن ابی هريرة ان اعرابيا جآء الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا رسول الله دُلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله لاتشرك به شيئا وتقيم الصلوة المكتوبة وتؤدی الزكاة المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بيده لا ازيد علی هذا شيئا ابدا ولا انقص منه فلما ولی قال النبی صلی الله عليه وسلم من سره أن ينظر الی رجل من اهل الجنة فلينظر الی هذا

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ ۲۰

(ب) خط کشیدہ کی اس طرح وضاحت کریں کہ شرک اور توحید کا مفہوم واضح ہو جائے؟ ۱۰

(ج) آپ اپنی استدلالی قوت کا اظہار کرتے ہوئے مذکورہ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل بیان کر کے وضاحت کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 2: عن انس عن النبی صلی الله عليه وسلم قال ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان من كان الله ورسوله احب اليه مما سواهما وان يحب المرء لايحبه الا لله وان يكره ان يعود فی الكفر بعد ان انقذه الله منه كما يكره ان يقذف فی النار

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے لکھیں؟

۷+۷+۶=۲۰

(ب) مذکورہ حدیث کی تشریح اس طرح کریں کہ اس میں بیان کردہ تینوں چیزیں واضح ہو جائیں؟ ۱۰

سوال نمبر 3: حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفيان عن عبدالملك بن عمير عن عبدالله بن الحارث قال سمعت العباس يقول قلت يا رسول الله ان ابا طالب كان يحوطك وينصرك فهل نفعه ذالك قال نعم وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح

(الف) سند اور حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) ایمان ابی طالب کے بارے میں جمہور اہل سنت کا مؤقف بیان کریں اور اس کی روشنی میں مذکورہ حدیث کی وضاحت کریں؟ ۵×۲=۱۰

سوال نمبر 4: عن ابن عباس قال قدم زید بن ارقم فقال له عبدالله بن عباس یستذکرہ کیف اخبرتنی عن لحم صید اھدی رسول الله صلی الله علیه وسلم وھو حرام قال قال اھدی له عضو من لحم صید فردہ فقال انا لا ناکله انا حرم

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم ہونے کی وجہ سے کھانے سے انکار کردیا کیا محرم کے لیے کچھ کھانا جائز نہیں ہے؟ ۷+۸=۱۵

(ب) تلبیہ لکھ کر اس کا ترجمہ تحریر کریں نیز بتائیں کہ دوران حج تلبیہ کس جگہ اور کس وقت پڑھا جاتا ہے؟ ۵+۵+۵=۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طالبات) سال دوم 2019ء

دوسرا پرچہ: صحیح مسلم

سوال نمبر 1: عن ابی ھریرۃ ان اعرابیا جآء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله دُلنی علی عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله لاتشرك به شیئا وتقیم الصلوۃ المکتوبة وتؤدی الزکاۃ المفروضة وتصوم رمضان قال والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا شیئا ابدا ولا انقص منه فلما ولی قال النبی صلی الله علیه وسلم من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنة فلینظر الی ھذا

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

(ب) خط کشیدہ کی اس طرح وضاحت کریں کہ شرک اور توحید کا مفہوم واضح ہو جائے؟

(ج) آپ اپنی استدلالی قوت کا اظہار کرتے ہوئے مذکورہ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل بیان کر کے وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کسی ایسے عمل کی راہنمائی کریں جس پر عمل کی وجہ سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے

ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، تم فرض نمازیں ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ وہ شخص بولا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں کبھی بھی ان احکام میں کمی یا اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ شخص واپس روانہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے تو اسے دیکھ لے۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت:

خط کشیدہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عبادت و ریاضت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، کیونکہ معبودِ حقیقی ذات باری تعالیٰ ہے جو شرک و ہمسر سے پاک ہے، یہ عقیدہ تمام اسلامی عقائد کی اصل ہے۔ چونکہ عقائد، اعمال سے مقدم ہوتے ہیں، اس لیے اس روایت میں بھی عقائد کو مقدم کیا گیا ہے۔ یہ تقدیم عقائد کی اہمیت وفضیلت کی بنا پر ہے، کیونکہ اعمال صالحہ کی مقبولیت کا دار و مدار عقائد حسنہ پر ہے جن میں کفر و شرک کا شیبہ تک نہ ہو۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرتا۔ اس بحث سے توحید باری تعالیٰ کی اہمیت وافادیت واضح ہو جاتی ہے۔

(ج) زیر بحث حدیث سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر کثیر تعداد میں بطور دلیل آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ پیش کی جا سکتی ہیں۔ زیر بحث احدیث کے آخری حصہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل موجود ہے، آپ نے اپنے صحابہ کرام سے آنے والے دیہاتی کے بارے میں اعلان فرمایا کہ یہ جنتی ہے، تم کسی جنتی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اسے دیکھ لو۔

علاوہ ازیں روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت بیان کیں، قبر میں پیش آنے والے سوالات و جوابات کا تذکرہ کیا، جنت کی کیفیت بلکہ ہر چیز کی تفصیل بیان کی ہے۔ نیز آپ نے اپنے دس صحابہ کرام کا نام لیکر انہیں جنتی قرار دیا۔ یہ تمام امور آپ کے علم غیب پر دلالت کرتے ہیں۔

سوال نمبر 2: عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اِنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے لکھیں؟

(ب) مذکورہ حدیث کی تشریح اس طرح کریں کہ اس میں بیان کردہ تینوں چیزیں واضح ہو جائیں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث اور اعراب:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں جبکہ ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس شخص میں یہ خوبیاں موجود ہوں گی وہ ان کی وجہ سے حلاوت ایمان پالے گا: (۱) اس شخص کے ہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) وہ شخص ہے جو ہر کسی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے محبت کرے۔ (۳) وہ شخص ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے کفر سے بچائے تو پھر اسے کفر اس قدر ناپسند ہو جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ کے صیغے:

۱- کُنَّ: صیغہ جمع مؤنث غائب فعل ماضی مطلق مثبت معروف ثلاثی مجرد اجوف واوی از باب نَصَرَ یَنْصُرُ پایا جانا، موجود ہونا۔

۲- احب: صیغہ واحد مذکر اسم تفضیل ثلاثی مجرد مضاعف ثلاثی از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ کَانَ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳- اَنْقَذَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مثبت ثلاثی مزید فیہ از باب افعال۔ بچانا، محفوظ رکھنا۔

(ب) حدیث میں مذکور تین چیزوں کی تفصیل:

مذکورہ بالا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص میں تین چیزیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت کو محسوس کرے گا، کیونکہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگئی تو اس ذات پر ایمان کا ثمرہ بھی سامنے آجائے گا۔ وہ تین چیزیں حسب ذیل ہیں:

۱- کائنات کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، کیونکہ یہی معیار ایمان اور مدار ایمان ہے۔

۲- اس شخص کو جس آدمی سے محبت و پیار ہو، وہ رضاء الٰہی کے لیے ہو، کیونکہ دنیوی پیار و محبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۳- وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی برکت سے کفر و شرک جیسے راستہ سے محفوظ فرمایا ہو، پھر اس راستہ کو اختیار کرنا اس کے لیے اس قدر ناپسند ہو جس طرح آتش جہنم میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہو۔

سوال نمبر3: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ یَقُوْلُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ یَحُوْطُكَ وَیَنْصُرُكَ فَهَلْ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ

(الف) سند اور حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) ایمان ابی طالب کے بارے میں جمہور اہل سنت کا موقف بیان کریں اور اس کی روشنی میں

مذکورہ حدیث کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) اعراب اور ترجمہ:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بیشک ابوطالب نے آپ کے دفاع ومعاونت میں کردار ادا کیا، تو کیا اس فعل نے انہیں کوئی فائدہ بھی دیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، میں انہیں آگ کی گہرائیوں سے نکال کر ہلکے پھلکے عذاب میں لے آیا (یعنی اب وہ سب سے ہلکے پھلکے عذاب میں ہیں)

(ب) ایمان ابی طالب کے بارے میں جمہور اہل سنت کا مذہب:

معرکۃ الآراء اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ "ایمان ابی طالب" ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف رہا ہے، بعض نے انہیں صاحب ایمان قرار دیا ہے اور بعض نے ان کے ایمان کا انکار کیا ہے۔ فریقین کے اپنے اپنے مؤقف پر اپنے دلائل ہیں۔ جمہور علماء اہل سنت کا اس مسئلہ میں "سکوت" ہے۔ یہی بات امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے۔ آپ سے ایمان ابی طالب کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب میں فرمایا: ایمان یزید کی طرح ایمان ابی طالب کے مسئلہ میں مؤقف "سکوت" ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت)

سوال نمبر 4: **عن ابن عباس قال قدم زید بن ارقم فقال له عبدالله بن عباس یستذکره کیف اخبرتنی عن لحم صید اهدی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو حرام قال قال اهدی له عضو من لحم صید فرده فقال انا لا ناکله انا حرم**

(الف) حدیث کا ترجمہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم ہونے کی وجہ سے کھانے سے انکار کردیا کیا محرم کے لیے کچھ کھانا جائز نہیں ہے؟

(ب) تلبیہ لکھ کر اس کا ترجمہ تحریر کریں نیز بتائیں کہ دوران حج تلبیہ کس جگہ اور کس وقت پڑھا جاتا ہے؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) نے انہیں یاد کراتے ہوئے دریافت کیا: آپ نے وہ حدیث مجھے کس طرح سنائی تھی جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکار کا

گوشت پیش کیا گیا جو آپ نے قبول نہیں فرمایا تھا، آپ نے فرمایا: ہم اسے نہیں کھا سکتے، کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔

حالت احرام میں شکار کا گوشت کھانے کا مسئلہ:

جس طرح حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے اسی طرح شکار کا گوشت کھانا بھی منع ہے۔ اس روایت میں بھی صراحت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وجہ بھی بیان کر دی کہ ہم حالت احرام میں ہیں اس لیے اسے نہیں کھا سکتے۔ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ محرم حالت احرام میں شکار کا گوشت نہیں کھا سکتا۔

(ب) تلبیہ اور اس کا ترجمہ:

تلبیہ: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں، بیشک ہر قسم کی حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے، اور تو بادشاہ ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

تلبیہ کا وقت اور جگہ:

زائرین جب احرام باندھیں، سواری پر سوار ہوں، بلندی پر چڑھیں، بلندی سے نیچے اتریں، بیت اللہ پر نظر پڑے، جب طواف کا آغاز کریں اور سعی (صفا و مروہ) کرتے وقت تلبیہ کہیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النھائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اھل السنة) باکستان

الشھادۃ العالمیة "السنة الثانیة" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة الثالثة: لجامع الترمذی

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:۱۰۰

نوٹ:-سوال نمبر 1 لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: اَخْبَرَنَا اَبُو الْیَمَانِ الْمُعَلَّی بْنُ رَاشِدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ جَدَّتِیْ اُمُّ عَاصِمٍ وَکَانَتْ اُمُّ وَلَدٍ لِسِنَانِ بْنِ سَلْمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیْنَا نُبَیْشَةُ الْخَیْرِ وَنَحْنُ نَاْکُلُ فِیْ قَصْعَةٍ فَحَدَّثَنَا اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَکَلَ فِیْ قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا اِسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ

(الف) اعراب لگا کر حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟۱۰+۱۰=۲۰

(ب) گر جانے والے لقمہ کے بارے میں حدیث میں کیا ہدایت ہے؟ نیز غیر مسلم کے برتنوں میں کھانا درست ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دیں۔۲۰

سوال نمبر 2: عن انس ان ناسا من عرینة قدموا المدینة فاجتووھا فبعثھم النبی صلی اللہ علیه وسلم فی اھل الصدقة وقال اشربوا من ابو الھا والبانھا

(الف) حدیث کا ترجمہ وتشریح کریں نیز بتائیں کہ اونٹوں کا پیشاب تو ناپاک ہے پھر آپ نے کیوں پینے کا حکم فرمایا؟۱۰+۱۰=۲۰

(ب) عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال افشوا السلام واطعموا الطعام واضربوا الھام تورثوا الجنان، مذکورہ حدیث کی وضاحت کریں؟۱۰

سوال نمبر 3: عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انی کنت نھیتکم عن الظروف وان ظرفا لایحل شیئا ولایحرمه وکل مسکر حرام

(الف) حدیث کا ترجمہ اور خط کشیدہ کے صیغے لکھیں؟ نیز پہلے شراب والے برتن استعمال کرنے کی ممانعت کیوں فرمائی تھی؟۶+۸+۶=۲۰

(ب) شراب کی حرمت پر دلالت کرنے والی آیت لکھیں نیز حدیث کی روشنی میں شراب پینے والے کے بارے وعیدات تحریر کریں؟۵+۵=۱۰

سوال نمبر 4: (i) عن انس بن مالك ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یتنفس فی الاناء

ثالثا

(ii) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یتنفس فی الاناء او ینفخ فیہ

(الف) دونوں حدیثوں کا ترجمہ کریں اور تشریح اس طرح کریں کہ دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا ہو جائے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) شمائل کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے اوصاف بیان کریں، نیز مہر نبوت کے بارے میں وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

درجہ عالیہ (برائے طالبات) سال دوم 2019ء

تیسرا پرچہ: جامع ترمذی

سوال نمبر 1: اَخْبَرَنَا اَبُو الْیَمَانِ الْمُعَلَّی بْنَ رَاشِدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ جَدَّتِیْ اُمُّ عَاصِمٍ وَكَانَتْ اُمُّ وَلَدٍ لِسَنَانِ بْنِ سَلْمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیْنَا نُبَیْشَةُ الْخَیْرِ وَنَحْنُ نَاْكُلُ فِیْ قَصْعَةٍ فَحَدَّثَنَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ فِیْ قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحَسَهَا اِسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ

(الف) اعراب لگا کر حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

(ب) گر جانے والے لقمہ کے بارے میں حدیث میں کیا ہدایت ہے؟ نیز غیر مسلم کے برتنوں میں کھانا درست ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دیں۔

جواب: (الف) اعراب اور ترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں جبکہ ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت سنان بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ حضرت نبیشہ الخیر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے ہمیں ایک حدیث سنائی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی پیالے میں کھانا کھاتا ہے اور آخر میں اسے خوب چاٹ لیتا ہے، تو وہ پیالہ اس کے لیے دعاء مغفرت کرتا ہے۔

(ب) گر جانے والے لقمہ کا حکم:

اسلام ایک عالمگیر اور ہمہ پہلو دین ہے جس میں ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا جواب موجود ہے۔ کھانا کھانے کے دوران اس بات کا امکان ہے کہ ہاتھ سے لقمہ گر جائے۔ اب سوال یہ ہے زمین پر گرنے والا وہ لقمہ کھایا جائے گا یا پھینک دیا جائے گا؟ اس کا جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا: جب تم

میں سے کوئی شخص کھانا کھائے، اس دوران اس کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اس پر جو چیز لگی ہو اسے صاف کر لے پھر اسے کھالے، اسے لیا جائے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑا جائے۔

غیر مسلموں کے برتنوں کا استعمال درست ہونا:

غیر مسلموں کے وہ برتن جو صاف ستھرے ہیں، مسلمانوں کے لیے ان کا استعمال جائز ہے۔ اس سلسلہ میں دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں، ان کی ہنڈیا میں پکا لیتے ہیں، اور ان کے برتنوں میں پی لیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہیں ان کے علاوہ اور برتن نہ ملیں تو تم انہیں پانی کے ساتھ صاف کر لیا کرو۔ پھر حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم شکار کی زمین میں رہتے ہیں، تو ہم کیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تربیت یافتہ کتے کو بھیجو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو، وہ کتا جانور کو مار دے تو تم اسے کھالو، اگر وہ تربیت یافتہ نہ ہو تو تم اسے ذبح کر کے کھالو۔ اگر تم نے اپنا تیر پھینکا ہو، جبکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہو اور اس نے جانور کو قتل کر دیا ہو تو تم اسے کھالو۔

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ہندو لوگوں کے برتنوں کے پانی سے طہارت ہو سکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت رہے گی۔

۳۔ عینی شرح بخاری میں مرقوم ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانیہ عورت کے گھر سے وضو کیا تھا۔

سوال نمبر 2: عن انس ان ناسا من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم النبي صلى الله عليه وسلم في اهل الصدقة وقال اشربوا من ابو الها والبانها

(الف) حدیث کا ترجمہ وتشریح کریں نیز بتائیں کہ اونٹوں کا پیشاب تو ناپاک ہے پھر آپ نے کیوں پینے کا حکم فرمایا؟

(ب) عن النبي صلى الله عليه وسلم قال افشوا السلام واطعموا الطعام واضربوا الهام تورثوا الجنان، مذکورہ حدیث کی وضاحت کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عرینہ قبیلہ کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ میں آئے، وہاں کی آب وہوا انہیں موافق نہ آئی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اونٹوں کے پاس بھیجا اور فرمایا: تم ان کا پیشاب اور دودھ پیو۔

حدیث کی تشریح:

جانوروں کا پیشاب نجس ہے یا پاک ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

احناف کے ہاں جانوروں کا پیشاب نجس ہے مگر بوقت ضرورت اس کا استعمال جائز ہے۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات نجس ہیں۔ فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اونٹوں کا پیشاب پلانا علاج کی ضرورت سے تھا اور ہمارے نزدیک خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور اشیاء کے سوا ہر نجس چیز سے علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ ہر انسان کا علاج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے، کیونکہ وہ لوگ گنوار اور جنگلی تھے، ان کی عادت تھی کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پی لیتے تھے۔ وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے، جب وہ شہر میں آئے تو نامناسب آب و ہوا کی وجہ سے بیمار ہو گئے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کا انتخاب فرمایا۔

(ب) ترجمہ حدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، کفار کو قتل کرو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔

حدیث کی وضاحت:

اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو امور کا خصوصیت سے حکم دیا ہے:

(۱) سلام پھیلانا، (۲) لوگوں کو کھانا کھلانا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کرے، پھر وہ کھانا لیکر اس کے پاس آئے تو جس نے اس کے لیے گرمی اور دھوپ برداشت کی اس کا تقاضا یہ ہے کہ آقا خادم کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھائے اور اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلائے۔ اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو اسے ایک دو لقمے دے دے۔

اس روایت کا ماحاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے خادموں اور نوکروں کو اپنے ساتھ کھانا کھلائے، اس میں عار ہرگز محسوس نہ کرے بلکہ اسے اپنا بھائی یا انسان ہونے کی حیثیت سے کھانے میں شامل کرے، اگر کھانا کم مقدار میں ہو تو تیار کرنے والے کو چند لقمے دے دے۔ یہ طریقہ اختیار کرنے سے کھانا میں برکت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ بہترین کھانا وہ ہے جس میں زیادہ ہاتھ شامل ہوں۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان نے ضرورت کے وقت کسی برہنہ مسلمان کو کپڑے پہنائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا لباس پہنائے گا۔ جس مسلمان نے اپنی بھوک کے باوجود کسی مسلمان کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا۔ جس مسلمان نے پیاس کے باوجود کسی مسلمان کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی شراب پلائے گا۔

سوال نمبر3: عن سليمان بن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى كنت نهيتكم عن الظروف وان ظرفا لايحل شيئا ولايحرمه وكل مسكر حرام

(الف) حدیث کا ترجمہ اور خط کشیدہ کے صیغے لکھیں؟ نیز پہلے شراب والے برتن استعمال کرنے کی ممانعت کیوں فرمائی تھی؟

(ب) شراب کی حرمت پر دلالت کرنے والی آیت لکھیں نیز حدیث کی روشنی میں شراب پینے والے کے بارے وعیدات تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں (مخصوص) برتن استعمال کرنے سے منع کیا تھا، برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتے۔ البتہ نشہ آور چیز حرام ہے۔

خط کشیدہ صیغے:

۱- كنت نهيتكم: كنت نهيت صیغہ واحد متکلم فعل ماضی بعید مثبت معروف فعل با فاعل کُم ضمیر برائے جمع مذکر حاضر منصوب محلاً مفعول بہ۔ منع کرنا، روکنا۔

۲- لا يحل: صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افعال حلال قرار دینا، جائز قرار دینا۔

۳- لا يحرمه: لا يحرم صیغہ واحد مذکر غائب نفی فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افعال۔ ہ ضمیر برائے واحد مذکر غائب منصوب محلاً مفعول بہ۔ حرام قرار دینا، ناجائز قرار دینا۔

۴- مسكر: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مزید از باب افعال۔ نشہ آور، نشہ میں مبتلا کرنے والا۔

شراب والے برتنوں کو استعمال میں لانے کی ممانعت کی وجہ:

ابتداء شراب والے برتنوں کو استعمال میں لانے سے منع کیا گیا تھا، پھر ان کے استعمال کی اجازت بھی دی گئی تھی، ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ تا کہ شراب نوشی کی یاد تازہ نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ حرمت شراب کا اعلان

ہوتے ہی اس کے لیے استعمال ہونے والے برتنوں کے استعمال سے بھی منع کیا گیا تھا تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی نفرت وکراہت جاگزیں ہوجائے، پھر شراب نوشی کا تصور بھی ان کے دلوں یا ذہنوں میں نہ آئے۔

(ب) شراب نوشی کی حرمت پر دلالت کرنے والی آیت:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

(اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ حتیٰ کہ تمہیں معلوم ہوجائے جو تم کہتے ہو)

حدیث کی روشنی میں شراب نوشی کی وعیدات:

حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے، جو شخص یہ باقاعدہ دنیا میں پئے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پی سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شراب نوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں کرے گا۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے گا۔ اگر وہ دوبارہ شراب نوشی کرے گا، تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ اگر وہ دوبارہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اگر وہ پھر شراب نوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اگر وہ چوتھی بار شراب نوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرے گا، پھر توبہ کرنے پر اس کی توبہ کو بھی قبول نہیں کرے گا اور اسے نہر خبال سے پلایا جائے گا۔ خبال اہل جہنم کی پیپ کی نہر ہے۔

سوال نمبر 4: (i) عن انس بن مالك ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتنفس فى الاناء ثلاثا

(ii) عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى ان يتنفس فى الاناء او ينفخ فيه

(الف) دونوں حدیثوں کا ترجمہ کریں اور تشریح اس طرح کریں کہ دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا ہوجائے؟

(ب) شمائل کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے اوصاف بیان کریں، نیز مہر نبوت کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: (الف) دونوں احادیث کا ترجمہ:

(i) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین بار سانس لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ زیادہ سیراب کرنے والا اور زیادہ خوشگوار ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔

احادیث کی تشریح اور دونوں احادیث میں مطابقت:

پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہیں بلکہ اس موقع پر برتن کو منہ سے ہٹا کر سانس لینا چاہیے، پانی پینے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پانی ہمیشہ تین سانسوں میں پینا چاہیے، پانی نوش کرتے وقت برتن کے اندر سانس نہ لیا جائے بلکہ جب سانس لینا ہو تو برتن کو منہ سے الگ کر لیا جائے۔ برتن میں سانس لینا خلاف ادب اور جانوروں کا طریقہ ہے، اسی طرح برتن میں پھونک مارنے سے بھی گریز کیا جائے اور اگر اس میں کوئی قابل نفرت چیز نظر آئے تو اسے انڈیل دینا چاہیے۔

مذکورہ احادیث میں تعارض ہے، وہ اس طرح کہ پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت برتن میں تین سانس لیا کرتے تھے جبکہ دوسری روایت میں اس سے منع کیا گیا ہے؟ اس کا ارتفاع یہ ہے کہ پہلی روایت میں تین سانس لینے کا یہ مطلب نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن کے اندر تین سانس لیتے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ تین سانسوں میں پانی نوش فرماتے تھے اور ایک سانس میں نوش نہیں فرماتے تھے۔

(ب) شمائل کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے اوصاف:

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بڑی تفصیل سے بیان کرتے تھے، میری خواہش یہ تھی کہ وہ میرے سامنے کچھ بیان کریں تاکہ میں اسے یاد رکھوں، تو انہوں نے بتایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان والے اور معزز تھے۔ آپ کا چہرہ انور یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ آپ کا سر مبارک بڑا تھا اور آپ کے بال مبارک ذرا سے بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر آپ کے سر مبارک میں مانگ از خود نکل آتی تو آپ اسے ویسے ہی رہنے دیتے۔ البتہ خود اہتمام کے ساتھ نہیں نکالتے تھے۔ آپ بالوں کو بڑھایا کرتے تھے، وہ کانوں کی لو سے نیچے آ جایا کرتے تھے۔ آپ چمکدار رنگت کے

مالک تھے، آپ کی پیشانی کشادہ تھی، آپ کے ابرو خم والے تھے، باریک تھے، گھنے تھے اور ایک دوسرے سے الگ تھے۔ آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت سرخ ہو جایا کرتی تھی۔ آپ کی ناک مبارک تھوڑی سی بلند تھی مگر بہت خوبصورت اور روشن تھی۔ جو شخص آپ کو غور سے دیکھتا تھا وہ یہی خیال کرتا تھا کہ آپ کی ناک مبارک اونچی ہے۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی، آپ کے رخسار نرم تھے اور ہموار تھے۔ آپ کا منہ کشادہ تھا، آپ کے دانتوں کے درمیان ہلکا سا خلاء تھا، آپ کا چہرہ گول نہیں تھا، تاہم کسی حد تک چہرہ انور میں گولائی کا عنصر موجود تھا۔ آپ سرخی مائل سفید رنگ کے مالک تھے۔ آپ کی آنکھیں انتہائی سیاہ تھیں، پلکیں گھنی تھیں۔ ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور تلوار کی طرح چمکتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ چاند کی طرح چمکتا تھا۔

مہر نبوت کی وضاحت:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی ہے، یہ سرخ رنگ کی غدود تھی جو کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔

حضرت جعد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔

حضرت جعد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میری خالہ مجھے لیکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سر پر پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا، تو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔ پھر میں آپ کی پشت کی طرف آ کھڑا ہوا، تو میں نے مہر نبوت کو دیکھا جو کہ دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة الرابعة: لسنن ابی دائود

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ:- پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: عن ابی ذر قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ابا ذر انی اراك ضعیفا و انی احب لك ما احب لنفسی فلا تأمرن علی اثنین ولا تولین مال یتیم

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ "انی اراك ضعیفا" سے کیا مراد ہے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) یتیم کا مال کھانے کی وعیدات بیان کریں، نیز بتائیں کہ یتیم کا یُتم کب منقطع ہو جاتا ہے؟ اپنے مؤقف کو حدیث سے مؤید کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 2: ان امرأة اتت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت كنت تصدقت علی امی بولیدة و انها ماتت وتركت تلك الولیدة قال قد وجب الیك فی المیراث قالت و انها ماتت وعلیها صوم شهر افیجزی او یقضی عنها ان اصوم عنها قال نعم قالت و انها لم تحج افیجزی او یقضی عنها ان احج عنها قال نعم

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ اور تشریح کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) مذکورہ حدیث سے ایصال ثواب کے جواز کا استدلال کریں اور اس پر مزید دلائل بیان کر کے مختصر مضمون تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 3: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حلف فقال انی بریٔ من الاسلام فان كان كاذبا فهو كما قال وان كان صادقا فلن یرجع الی الاسلام سالما

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کے صیغے لکھیں، قسم میں سچا یا جھوٹا ہونے کے نتیجہ میں مذکورہ احکام کی وضاحت کریں؟ ۶+۶+۸=۲۰

(۲) احادیث کی روشنی میں بتائیں کہ قرآن پاک، کعبہ معظمہ یا اپنے والدین کی قسم اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ ۱۰

سوال نمبر 4: عن حذیفة قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم قائما فما ترك

شیئا یکون فی مقامه ذالك الی قیام الساعة الاحدثه حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابه هؤلاء وانه لیکون منه الشیء فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه

(۱) حدیث کا ترجمہ کر کے وضاحت اس طرح کریں کہ مفہوم حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب واضح ہو جائے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فتن کا ذکر کیا ان میں سے کوئی پانچ ابوداؤد کی روشنی میں بیان کریں؟ ۵×۲=۱۰

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طالبات) سال دوم 2019ء

چوتھا پرچہ: سنن ابی داؤد

سوال نمبر 1: عن ابی ذر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ذر انی اراك ضعیفا وانی احب لك ما احب لنفسی فلا تامرن علی اثنین ولا تولین مال یتیم

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ "انی اراك ضعیفا" سے کیا مراد ہے؟

(۲) یتیم کا مال کھانے کی وعیدات بیان کریں، نیز بتائیں کہ یتیم کا یُتم کب منقطع ہو جاتا ہے؟ اپنے مؤقف کو حدیث سے مؤید کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! بیشک میں تجھے کمزور خیال کرتا ہوں، بیشک میں تیرے لیے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ پس تو دو شخصوں کا ہرگز امیر نہ بننا اور تو ہرگز کسی یتیم کے مال کا نگران نہ بننا۔

"انی اراك ضعیفا" کا مفہوم:

یہاں پر کمزور تر سمجھنے سے مراد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دو آدمیوں کا امیر کسی صورت میں بھی نہ بننا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر ناانصافی ہو جائے تو فیصلہ کرنے والا گناہگار ہوگا، اگر وہ ایک کے حق میں زیادہ مال لوٹا دے تو دوسرے کے حق میں تھوڑا تو اس صورت میں پھر ناانصافی ہوگی۔ یتیم کے مال کے نگران نہ بننے کی وجہ یہ ہے جو شخص کسی یتیم کا مال ہڑپ کرتا ہے وہ سخت گناہگار ہوگا، اسی لیے آپ کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ان

دو امور سے اجتناب و احتراز کرو۔

(ب) یتیم کا مال کھانے پر وعیدات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہلاک کرنے والے سات امور سے احتراز کرو، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ سات امور کون سے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اسے ناحق قتل کرنا۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ (۷) پاک دامن خواتین پر الزام عائد کرنا۔

یتیم کا یُتم ختم ہونے کا وقت:

یتیم لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہونے پر اس کا یُتم ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر یاد رکھی ہے: بالغ ہو جانے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی اور صبح سے شام تک چپ کے روزہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

سوال نمبر 2: ان امرأة اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کنت تصدقت علی امی بولیدة وانها ماتت وترکت تلک الولیدة قال قد وجب الیك فی المیراث قالت وانها ماتت وعلیها صوم شهر افیجزی او یقضی عنها ان اصوم عنها قال نعم قالت وانها لم تحج افیجزی او یقضی عنها ان احج عنها قال نعم

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ اور تشریح کریں؟

(۲) مذکورہ حدیث سے ایصال ثواب کے جواز کا استدلال کریں اور اس پر مزید دلائل بیان کر کے مختصر مضمون تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز بطور صدقہ پیش کی تھی، ان (والدہ) کا انتقال ہو گیا، انہوں نے ترکہ میں اسی کنیز کو چھوڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا اجر واجب ہو گیا اور میراث میں وہ کنیز تیرے پاس آئے گی۔ اس خاتون نے عرض کیا: جب ان کا انتقال ہوا اس وقت ان پر ایک مہینہ کے روزے رکھنا واجب تھے، تو کیا ان کی طرف سے روزوں کی ادائیگی ہو سکتی ہے اگر میں ان کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ خاتون نے پھر عرض کیا: انہوں نے حج بھی ادا نہیں کیا تھا، کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں تو ادا ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر میت کو ایصال ثواب کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچے گا۔ میت نے جو سارا مال ترکے میں چھوڑا ہے اگر وہ اس کے وارثوں نے ہی ہبہ کے طور پر پیش کیا تھا تو اب اگر میت نے ترکہ میں وہی مال چھوڑا ہے تو وہ مال وارثوں میں ہی دوبارہ تقسیم ہوگا اور جنہوں نے صدقہ کے طور پر فراہم کیا تھا، اس کا اجر ان کو ملے گا۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی وفات پا جائے تو اس پر واجب باقی تھا کہ وہ روزے رکھے گی، اگر وہ پہلے ہی وفات پا جائے تو اس صورت میں پسماندگان میں سے کوئی اس کی قضاء کر سکتا ہے۔

اگر کسی نے یہ قصد کیا تھا کہ میں حج کروں گا، اب اگر وہ حج ادا کرنے سے پہلے ہی وفات پا جائے تو اس صورت میں دوسرا شخص اس کی جگہ حج ادا کر سکتا ہے۔ مذکورہ روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز بھی میت کے ایصال ثواب کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کی جائے تو اس کا ثواب سب کو پہنچتا ہے۔

(ب) حدیث سے ایصال ثواب پر استدلال:

میت کے نام پر کسی بھی چیز کا ایصال ثواب حق ہے، کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ تاہم اشیاء خورد ونوش میں غرباء، مساکین، بیوگان اور دینی طلباء کا حق زیادہ ہے۔ لہٰذا انہیں اس سلسلہ خورد ونوش سے محروم نہ کیا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں۔

سوال نمبر 3: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فقال انی برئ من الاسلام فان کان کاذبا فھو کما قال وان کان صادقا فلن یرجع الی الاسلام سالما

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کے صیغے لکھیں، قسم میں سچا یا جھوٹا ہونے کے نتیجہ میں مذکورہ احکام کی وضاحت کریں؟

(۲) احادیث کی روشنی میں بتائیں کہ قرآن پاک، کعبہ معظمہ یا اپنے والدین کی قسم اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھاتے ہوئے یوں کہا: میں اسلام سے بری ہوں، اگر وہ جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ اس نے کہا۔ اگر سچا ہو تو کبھی بھی وہ سلامتی کے ساتھ اسلام

کی طرف نہیں آئے گا۔

خط کشیدہ الفاظ کے صیغے:

۱-بری: واحد مذکر اسم ہے، اس کی جمع ہے: بَرِیْئُوْنَ، بَرَاءٌ، بُرَاءٌ، اَبْرَاءٌ، اَبْرِیَاءُ۔ خالص، خالی، گناہ و تہمت سے پاک۔

۲-کاذباً: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مجرد صحیح از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ جھوٹ بولنا، کذب بیانی کرنا۔

۳- رجع: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد صحیح از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ رجوع کرنا، توبہ کرنا، لوٹنا، واپس آنا۔

قسم میں سچا یا جھوٹا ہونے کے احکام:

فقہاء کرام نے قسم کی چار اقسام اور ان کے احکام کا ایک ضابطہ بیان کیا ہے جس میں جھوٹی اور سچی قسموں کے احکام بھی آجاتے ہیں، وہ حسب ذیل ہے:

بعض قسمیں ایسی ہیں کہ جن کا پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم کھائی جس کا بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضروری ہے مثلاً خدا کی قسم نماز ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔ دوسری وہ اس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا، تو قسم توڑ دے۔ تیسری وہ کہ اس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے امر کی قسم کھائی کہ اس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں، اس میں قسم کا باقی رکھنا افضل ہے۔

(ب) احادیث کی روشنی میں قرآن، کعبہ معظمہ یا اپنے والدین کی قسم کھانے کا حکم:

ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی کی بھی قسم کھانا درست نہیں ہے، اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ قسم اٹھاتے ہوئے سنا کہ "کعبہ کی قسم" تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائے، اس نے شرک کیا۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا کہ چند سواروں کے درمیان موجود تھے اور اپنے والد کے نام کی قسم اٹھا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ، جس نے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔''

ان روایات سے ثابت ہوا کہ قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی اٹھائی جا سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کریم، کعبۃ اللہ، والدین، کسی نبی یا ولی کی قسم اٹھانا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

سوال نمبر 4: عن حذيفة قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قائما فما ترك شيئا يكون في مقامه ذالك الى قيام الساعة الاحدثه حفظه من حفظه ونسيه من نسيه قد علمه اصحابه هؤلاء وانه ليكون منه الشي فاذكره كما يذكر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه

(۱) حدیث کا ترجمہ کر کے وضاحت اس طرح کریں کہ مفہوم حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب واضح ہو جائے؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فتن کا ذکر کیا ان میں سے کوئی پانچ ابوداؤد کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، آپ نے اسی جگہ کھڑے ہو کر تا قیامت پیش آنے والے اہم امور کو بیان کر دیا، جس نے یاد رکھا اسے یاد رہا اور جس نے یاد نہ رکھا اسے بھول گیا۔ میرے ساتھی اس بات سے آگاہ ہیں جب ان میں کوئی چیز ظاہر ہوتی ہے تو مجھے وہ بات یاد آ جاتی ہے، اسی طرح ایک شخص دوسرے شخص کو جانتا ہے، جب وہ شخص اس کے سامنے موجود نہیں ہوتا مگر وہ اسے دیکھ لیتا ہے تو اسے پہچان لیتا ہے۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب:

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مختصر وقت میں اور ایک ہی مجلس میں تا قیامت پیش آنے والے واقعات کو بیان کر دیا، بیان وہی کر سکتا ہے جس کو علم ہو۔ آپ نے پیش آنے والے فتنوں کا بھی تذکرہ کیا جو قیامت کے قریب رونما ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تا قیامت بلکہ ما بعد القیامہ کا علم بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا تھا اور صحابہ کرام نے اس حقیقت کو تسلیم کیا۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائی و ابن ماجة

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

نوٹ:- دونوں حصوں سے کوئی دو، دو سوال حل کریں۔

﴿حصہ اوّل: سنن نسائی﴾

سوال نمبر1: عن معقل بن يسار قال جآء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی اصبت امرأة ذات حسب و منصب الا انها لاتلد افأتزوجها فنهاه ثم اتاه الثانية فنهاه ثم اتاه الثالثة فنهاه فقال تزوجوا الولود الودود فانی مكاثر بكم

(الف) اعراب لگا کر حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ ۵+۱۰=۱۵

(ب) حدیث کی اس طرح تشریح کریں کہ "بچے دو ہی اچھے" کی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہوجائے؟ ۱۰

سوال نمبر2: عن ابی هريرة قال قيل لرسول الله صلی الله علیه وسلم ای النساء خير قال التی تسره اذا نظر وتطيعه اذا امر ولا تخالفه فی نفسها ومالها بما يكره

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں، اور خط کشیدہ کی اس طرح وضاحت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصود واضح ہوجائے؟ ۷+۸=۱۵

(ب) کتنی اور کون کون سی خوبیوں کی بنیاد پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ ۱۰

سوال نمبر3: عن ابن عباس رفعه انه قال قوم يخضبون بهذا السواد آخر الزمان كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کرکے بتائیں کہ اگر عورتیں اپنے بال کالے کریں تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہوں گی یا نہیں؟ ۵+۵=۱۰

(ب) حدیث کی روشنی میں کوئی پانچ ایسے کام تحریر کریں جو موافق فطرت وسنت ہوں؟ ۳×۵=۱۵

(ب) سنن ابی داؤد کی روشنی میں پانچ فتنوں کا ذکر:

سنن ابی داؤد کی کتاب الفتن میں کثیر فتنوں کا تذکرہ ہے، جن میں سے پانچ فتنوں کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱-احلاس:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فتنوں کا تذکرہ کیا، آپ نے کثرت سے ان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ''احلاس'' کے فتنہ کا تذکرہ کیا، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! احلاس کا فتنہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جان بچانے کے لیے بھاگنا ہوگا اور جنگ ہوگی۔

۲-سراء:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ سراء کا تذکرہ کیا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے ظاہر ہوگا، وہ یہ سمجھے گا کہ اس کا مجھ سے تعلق ہے حالانکہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، کیونکہ میرے ساتھی پرہیزگار لوگ ہیں، پھر لوگ ایسے شخص کو اپنا امیر مقرر کر لیں گے جو پسلی پر سرین کی طرح ہوگا۔

۳-دھیماء:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دھیماء'' فتنہ کا ذکر کیا جو اس امت کے کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑے گا، اسے کم از کم طمانچہ ضرور مارے گا اور جب یہ کہا جائے گا اب یہ ختم ہونے لگا ہے تو وہ اور بھڑک اٹھے گا۔ اس زمانہ میں صبح کے وقت بندہ مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔

۴-ھرج:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے ضمن میں ایک فتنہ ''ھرج'' کا ذکر کیا، اس کی وضاحت طلب کرنے پر آپ نے فرمایا: القتل، القتل (قتل و ہلاکت)

۵-مسلمانوں کو مدینہ میں محصور کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنون کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایسے فتنہ کا ذکر بھی کیا جس کے نتیجہ میں مسلمان مدینہ میں محصور ہو کر رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس وقت کے حکمرانوں کی حکومت ''سلاح'' تک رہ جائے گی۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

المو افق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائی و ابن ماجة

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

نوٹ:- دونوں حصوں سے کوئی دو، دوسوال حل کریں۔

﴿حصہ اوّل: سنن نسائی﴾

سوال نمبر1: عن معقل بن يسار قال جآء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انى اصبت امرأة ذات حسب و منصب الا انها لاتلد افأتزوجها فنهاه ثم اتاه الثانية فنهاه ثم اتاه الثالثة فنهاه فقال تزوجوا الولود الودود فانی مكاثر بكم

(الف) اعراب لگا کر حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟۵+۱۰=۱۵

(ب) حدیث کی اس طرح تشریح کریں کہ "بچے دو ہی اچھے" کی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہوجائے؟۱۰

سوال نمبر2: عن ابى هريرة قال قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم اى النساء خير قال التى تسره اذا نظر وتطيعه اذا امر ولا تخالفه فى نفسها ومالها بما يكره

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں، اور خط کشیدہ کی اس طرح وضاحت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصود واضح ہوجائے؟۷+۸=۱۵

(ب) کتنی اور کون کون سی خوبیوں کی بنیاد پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔۱۰

سوال نمبر3: عن ابن عباس رفعه انه قال قوم يخضبون بهذا السواد آخر الزمان كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ اگر عورتیں اپنے بال کالے کریں تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہوں گی یا نہیں؟۵+۵=۱۰

(ب) حدیث کی روشنی میں کوئی پانچ ایسے کام تحریر کریں جو موافق فطرت وسنت ہوں؟۵×۳=۱۵

﴿حصہ دوم: سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر 4: عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب العلم فريضة على كل مسلم وواضع العلم عند غير اهله كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ والذهب

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ تحریر کریں؟ ۸+۷=۱۵

(ب) کیا تمام مسلمانوں پر مکمل عالم دین بننا فرض ہے؟ نیز حدیث مذکور میں نااہل سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 5: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان هذا الخير خزائن ولتلك الخزائن مفاتيح فطوبى لعبد جعله الله مفتاحا للخير مغلاقا للشر وويل للعبد جعله الله مفتاحا للشر مغلاقا للخير

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور "مفتاحا للخير اور مغلاقا للشر" کی وضاحت کریں؟ ۷+۸=۱۵

(ب) حدیث کی روشنی میں فقیہ اور عابد کا فرق بیان کریں، نیز علم کے لیے نکلنے والے کی فضیلت میں کوئی ایک حدیث بیان کریں؟ ۵+۵=۱۰

سوال نمبر 6: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لزم الاستغفار جعل الله له من كل هم فرجا ومن كل ضيق مخرجا ورزقه من حيث لا يحتسب

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغے بیان کریں؟ ۶+(۳×۳)۹=۱۵

(ب) "كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان الى الرحمن" ترجمہ کریں اور وہ دونوں کلمے تحریر کریں؟ ۱۰

☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طالبات) سال دوم 2019ء

پانچواں پرچہ: سنن نسائی وابن ماجہ

﴿حصہ اوّل: سنن نسائی﴾

سوال نمبر 1: عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَصَبْتُ اِمْرَاَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَّ مَنْصَبٍ اِلَّا اَنَّهَا لَا تَلِدُ اَفَاَتَزَوَّجُهَا فَنَهَاهُ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَنَهَاهُ فَقَالَ تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمْ

(الف) اعراب لگا کر حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔

(ب) حدیث کی اس طرح تشریح کریں کہ "بچے دو ہی اچھے" کی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہو جائے؟

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر عبارت پر لگا دیے گئے ہیں جبکہ ترجمہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: مجھے ایک ایسی عورت سے نکاح کا موقع مل رہا ہے، جو صاحب ثروت ہے مگر وہ بچے پیدا نہیں کر سکتی، کیا میں اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کیا، وہ دوبارہ حاضر خدمت ہوا، آپ نے اسے منع کیا۔ وہ شخص تیسری بار حاضر ہوا تو آپ نے پھر اسے ایسا کرنے سے منع کیا۔ پھر آپ نے اسے فرمایا: تم اولاد پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

(ب) "بچے دو ہی اچھے" کی حیثیت:

اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ جو عورت عمر رسیدہ یا اپاہج یا کسی مرض کی وجہ سے بچے پیدا کرنے سے قاصر ہو، اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ نکاح کا مقصد بقائے دولت نہیں بلکہ بقائے نسل ہے اور یہ مقصد صاحب ثروت عورت سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے حاصل ہو گا۔ حاضر خدمت ہونے والے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار منع کر کے "بچے دو ہی اچھے" والے نظریہ کی بیخ کنی کر دی ہے اور ساتھ ہی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ میں قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کے مقابل اپنی کثرت امت پر فخر کروں گا۔ تاہم آزاد عورت سے اس کی اجازت سے عزل کی اجازت ہے مگر

اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

سوال نمبر 2: عن ابی هريرة قال قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم ای النساء خير قال التی تسره اذا نظر وتطيعه اذا امر ولا تخالفه فی نفسها ومالها بما يكره

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں، اور خط کشیدہ کی اس طرح وضاحت کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصود واضح ہو جائے؟

(ب) کتنی اور کون کون سی خوبیوں کی بنیاد پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کون سی عورت زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کہ جب آدمی (شوہر) اسے دیکھے تو وہ اسے اچھی لگے، وہ حکم دے تو اس کی پیروی کرے اور وہ عورت اپنی ذات اور اپنے مال کے بارے میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔

خط کشیدہ کی وضاحت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عورت وہ ہے جو نیک ہو، شوہر کی تابع فرمان ہو اور شوہر کی نظر میں بھی اچھی ہو۔ اگر عورت نافرمان ہوگی تو وہ گھر خوشی کا گھر نہیں رہے گا، عورت کو چاہیے کہ اپنا گھر آباد کرنے کے لیے کم از کم یہ خصلتیں اپنے آپ میں پیدا کرے۔ وہ اس بات کی بھی کوشش کرے کہ شوہر خوش رہے، اپنے گھر میں ایسے لوگوں کو نہ آنے دے جو شوہر کی ناراضگی کا سبب بنیں اور معاملات میں بھی اپنے شوہر کے مزاج کے مطابق چلنے کی کوشش کرے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے۔

(ب) وہ خوبیاں جن کی وجہ سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے: (۱) مالدار ہو، (۲) حسب ونسب والی ہو، (۳) حسین وجمیل، (۴) وہ دیندار ہو۔ لہٰذا دیندار عورت کو اپنا مطلوب قرار دیا جائے۔ حسب ونسب اور مالدار عورت کو ہرگز ترجیح نہ دی جائے۔ جو عورت اپنی ذات میں شرف وبلندی رکھتی ہو، وہ قبیلہ وخاندان اور جاہ وعزت بھی رکھتی ہو۔ انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے نکاح کرے جو صاحب حیثیت، خاندان میں وقار رکھتی ہو۔ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار

چیزوں کو بطور خاص ملحوظ خاطر رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، بعض لوگ اچھے حسب ونسب والی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں، بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین و جمیل عورت ان کی رفیقہ حیات بنے اور کچھ نیک بندے دین دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ دین دار عورت سے نکاح کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ اس میں دارین کی بھلائی وفلاح ہے۔

سوال نمبر 3: عن ابن عباس رفعه انه قال قوم يخضبون بهذا السواد آخر الزمان كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کر کے بتائیں کہ اگر عورتیں اپنے بال کالے کریں تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہوں گی یا نہیں؟

(ب) حدیث کی روشنی میں کوئی پانچ ایسے کام تحریر کریں جو موافق فطرت وسنت ہوں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ لوگ سیاہ خضاب استعمال کریں گے، وہ کبوتر کی پوٹ کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پاسکیں گے۔

اپنے بال کالے کرنے والی عورتوں کا حکم:

حدیث مذکورہ بالا میں اپنے بال کالے کرنے والوں کے لیے تو نہایت سخت وعیدات بیان ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ وعیدات مرد حضرات کے ساتھ خاص ہیں یا اپنے بال کالے کرنے والی عورتیں بھی اس میں شامل ہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں:

(i) عورتوں کے لیے جائز ہے۔ (ii) مردوں کے سر کے لیے جائز اور داڑھی کے لیے ممنوع ہے۔ (iii) مکروہ تحریمی ہے۔ (iv) سیاہ خضاب مکروہ تحریمی ہے، خواتین وحضرات اور سر اور داڑھی سب کی ممانعت ہے۔

یاد رہے آخری قول زیادہ قابل اعتماد ہے اور اس پر عمل کے فوائد کثیر ہیں۔

(ب) پانچ امور جو موافق فطرت سنت ہیں:

ایک مشہور روایت کے مطابق دس امور ایسے ہیں جو موافق فطرت سنت ہیں اور ان میں سے پانچ حسب ذیل ہیں:

(i) مونچھیں مونڈوانا، (ii) داڑھی بڑھانا، (iii) ناخن ترشوانا، (iv) مسواک کرنا، (v) اعضاء کو تین بار دھونا۔

(حصہ دوم: سنن ابن ماجہ)

سوال نمبر 4: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ

(الف) حدیث شریف پر اعراب لگائیں اور ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) کیا تمام مسلمانوں پر مکمل عالم دین بننا فرض ہے؟ نیز حدیث مذکور میں نااہل سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: (الف) اعراب اور ترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں جبکہ ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار پہنایا جائے۔

(ب) تمام مسلمانوں کے لیے عالم دین بننے کا حکم:

ضروریات زندگی کے مطابق علم دین حاصل کرنا فرض عین اور تمام علوم اسلامیہ کا حصول فرض کفایہ ہے یعنی محلہ یا گاؤں یا علاقہ میں سے ایک شخص بھی تمام علوم اسلامیہ حاصل کر لیتا ہے تو سب بری الذمہ ہوں گے ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔ تاہم زندگی کے جس شعبہ میں کوئی کام کرتا ہو، اس حوالے سے تمام اسلامی احکام سے آگاہ ہونا فرض عین ہے۔

''نااہل'' سے مراد:

باشعور، عمل کا ذوق رکھنے والے اور مذہبی ذہن رکھنے والے لوگوں کو علم دین کی تعلیم دینا چاہیے، مگر نااہل لوگوں کو ہرگز ہرگز تعلیم نہیں دینی چاہیے۔ نااہل سے مراد حسب ذیل لوگ ہو سکتے ہیں:

(۱) بدمذہب لوگ، (۲) دینی و مذہبی ذہن نہ رکھنے والے لوگ، (۳) وہ لوگ جن کی بے عملی یقینی ہو، (۴) مذہب و اسلام کی بدنامی کا سبب بننے والے لوگ۔

سوال نمبر 5: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا الخیر خزائن ولتلک

الخزائن مفاتیح فطوبی لعبد جعله الله مفتاحا للخیر مغلاقا للشر وویل للعبد جعله الله مفتاحا للشر مغلاقا للخیر

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کریں اور "مفتاحًا للخیر اور مغلاقا للشر" کی وضاحت کریں؟

(ب) حدیث کی روشنی میں فقیہ اور عابد کا فرق بیان کریں، نیز علم کے لیے نکلنے والے کی فضیلت میں کوئی ایک حدیث بیان کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھلائی خزانوں کی طرح ہوتی ہے اور ان خزانوں کی چابیاں ہوتی ہیں۔ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جسے اللہ تعالیٰ بھلائی کی چابی بنا دے اور برائی کے لیے رکاوٹ بنا دے۔ اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جسے اللہ تعالیٰ برائی کی چابی بنا دے اور بھلائی کے لیے رکاوٹ بنا دے۔

"مفتاحا للخیر" اور "مغلاقا للشر" کی وضاحت:

"مفتاحاً للخیر" کا معنیٰ ہے: بھلائی کی چابی اور "مغلاقاً للشر" کا معنی ہے برائی کا تالا۔ یہاں ان دونوں سے مراد ہے: بہتر انسان وہ ہے جو بھلائی کی چابی ہے اور برائی کا تالا بنے۔ اگر ایک انسان کسی اچھے کام کی بنیاد رکھے گا یعنی وہ خود علم حاصل کرے اور پھر اس پر خود عمل کرے اور دوسروں کو تبلیغ کرے گا تو لوگ اس کے علم سے مستفید ہوں گے اور جہالت سے بچیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خیر اور شر میں امتیاز کرتے ہوں گے۔ اگر ایک شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوگا، جو اس کا علم رکھتا ہوگا وہ اسے روکنے کی کوشش کرے گا۔ اسی چیز کو برائی میں رکاوٹ کہا جاتا ہے۔

"مغلاقا للشر" کا معنیٰ ہے: برائی کا تالا۔ اگر کوئی شخص برے کام کی طرف متوجہ ہے تو دوسرا اسے اس چیز سے آگاہ کرے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، تو یہ برائی کے تالا کے معنیٰ میں ہوگا۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب بھی یہی ہے۔ جو لوگ ایمان لانے سے پہلے حالت کفر میں بہترین خصائل یعنی شجاعت، سخاوت، اخلاق، دیانتداری اور محبت و مروّت صفات سے متصف تھے۔ تو اسلام لانے کے بعد بھی ان صفات کی بنا پر بہترین قرار دیے گئے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے سونا اور چاندی جب تک کان میں پڑے رہتے ہیں وہ خاک میں پڑے رہنے کی وجہ سے اپنی اصل حالت میں رہتے ہیں بلکہ ان کی آب تاب میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح جب تک کوئی آدمی کفر کی ظلمت میں چھپا رہتا ہے تو خواہ وہ کتنا باوقار ہو اس کے اندر کتنی ہی سخاوت ہو، کتنی ہی شجاعت ہو تو اسے برتری حاصل نہیں ہو سکتی مگر جب کفر کے تمام پردوں کو

چاک کر کے ایمان واسلام کی روشنی میں نہ آ جائے' پھر علم دین میں کمال حاصل کرتا ہے اور اپنے آپ کو ریاضت، خود کو مجاہد اور دینی محنت، مشقت کی بھٹیوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس کے بعد نہ صرف وہ اپنی اصل حالت میں آ جاتا ہے بلکہ علم ومعرفت کی روشنی سے اس کا قلب و دماغ منور ہو جاتا اور وہ عزت کی انتہائی بلندیوں پر جا پہنچتا ہے۔

(ب) فقیہ اور عابد میں فرق:

فقیہ، عابد سے افضل ہے، کیونکہ عابد کی عبادت سے اس کی ذات کا فائدہ ہے جبکہ فقیہ کی فقاہت سے اس کی ذات اور سب مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ اور عابد دونوں میں فرق ظاہر کیا ہے کہ جس طرح میں تم میں سے اس آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں جو تم میں سب سے ادنیٰ درجہ کا ہو، اسی طرح فقیہ بھی عابد پر فضیلت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ادنیٰ آدمی پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح فقیہ کو عابد پر جو فضیلت حاصل ہے، اس کا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔

حصول علم کے لیے نکلنے کی فضیلت:

حصول علم کے لیے سفر کرنا واجب ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اطلبوا العلم ولو بالصین** (تم علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے آنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے عرض کیا: میں حصول علم کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص حصول علم کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے نورانی پر اس کے لیے بچھا دیتے ہیں، اس کے اس طرز عمل سے راضی ہوتے ہوئے وہ ایسا کرتے ہیں۔

سوال نمبر 6: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لزم الاستغفار جعل اللہ له من کل هم فرجا ومن کل ضیق مخرجا ورزقه من حیث لا یحتسب**

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ صیغے بیان کریں؟

(ب) "**کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن**" ترجمہ کریں اور وہ دونوں کلمے تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استغفار کا التزام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ہر غم کو دور کر

دیتا ہے، ہر تنگی میں آسانی فراہم کرتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

خط کشیدہ الفاظ کے صیغے:

۱-الاستغفار: یہ فعل ثلاثی مزید صحیح از باب استفعال کا مصدر ہے۔ معافی طلب کرنا، بخشش مانگنا۔
۲-مخرجا: صیغہ واحد مذکر اسم ظرف صحیح از باب نَصَرَ یَنْصُرُ نکلنے کی جگہ، خارج ہونے کی جگہ۔
۳-لا یحتسب: صیغہ واحد مذکر غائب نفی فعل مضارع معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افتعال۔ گمان کرنا، خیال کرنا، سوچنا۔

(ب) ترجمہ عبارت:

دو کلمات ایسے ہیں جو زبان پر آسان ہیں، (مگر) ترازو میں وزنی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت پسندیدہ ہیں۔

دو کلمات:

مذکورہ بالا صفات کے حامل دو کلمات حسب ذیل ہیں:

۱-سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ
۲-سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمیة "السنة الثانیة" للطالبات

المو افق سنة ۱۴۴۰ھ/2019ء

الورقة السادسة: لشرح معانی الآثار

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　مجموع الأرقام:۱۰۰

نوٹ:- پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دوسوال حل کریں۔

سوال نمبر 1: (i) عن البراء قال كان النبی صلی الله علیه وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوة رفع یدیه حتی یکون ابهاماه قریبا من شحمتی اذنیه ثم لایعود

(ii) عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة وحین یرکع وحین یسجد

(الف) دونوں احادیث کا ترجمہ کریں اور تشریح اس طرح کریں کہ تطبیق بھی ہو جائے اور مذہب احناف بھی ترجیح پا جائے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) حدیث مذکور کے علاوہ احناف کی مؤید کوئی ایک حدیث لکھیں اور مذکورہ مسئلہ میں امام طحاوی کا قیاسی ونظری استدلال قلمبند کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

سوال نمبر 2: عن ابی مجلز قال سألت ابن عباس عن الوتر فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول رکعة من آخر اللیل وسألت ابن عمر فقال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رکعة من آخر اللیل

(الف) روایت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور طحاوی کی روشنی میں اس حدیث کا احتمالی مفہوم بیان کریں؟ ۵+۵+۱۰=۲۰

(ب) عندالاحناف وتر کی تین رکعت ہونے پر کوئی ایک حدیث بطور دلیل بیان کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 3: (الف) مذہب احناف اور مذہب مخالف کے مطابق حضرت ابوامامہ کے نزدیک وتر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ حضرت فاروق اعظم نے حضرت ابوبکر صدیق کی تدفین کے وقت وتر کی کتنی رکعت پڑھی تھیں؟ نیز دن کے وتر کس نماز کو کہتے ہیں؟ ۱۰+۵+۵=۲۰

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کل کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تمام رکعتوں کی تقسیم کر کے تین وتر ثابت کریں؟ ۱۰

سوال نمبر 4: عن محمد بن سیرین قال حدثنی مغیرة بن یونس هو ابن جبیر قال سالت عبدالله بن عمر قلت رجل طلق امراته وهی حائض؟ قال اتعرف عبدالله بن عمر فقلت نعم قال فان عبدالله بن عمر طلق امراته وهی حائض فاتی عمر النبی صلی الله علیه وسلم فسأله فامره النبی صلی الله علیه وسلم ان یراجعها ثم یطلقها فی قبل عدتها

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ تحریر کریں؟ ۷+۸=۱۵

(ب) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے اور پھر سنت طریقہ پر طلاق دینا چاہے تو وہ کیا کرے؟ اس بارے مذاہب بیان کرکے بتائیں کہ امام طحاوی کی حمایت کس مذہب کے ساتھ ہے؟ اور ان کی دلیل کیا ہے؟ ۷+۸=۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (برائے طالبات) سال دوم 2019ء

چھٹا پرچہ: شرح معانی الآثار

سوال نمبر 1: (i) عن البراء قال کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوة رفع یدیه حتی یکون ابهاماه قریبا من شحمتی اذنیه ثم لایعود

(ii) عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة وحین یرکع وحین یسجد

(الف) دونوں احادیث کا ترجمہ کریں اور تشریح اس طرح کریں کہ تطبیق بھی ہو جائے اور مذہب احناف بھی ترجیح پا جائے؟

(ب) حدیث مذکور کے علاوہ احناف کی مؤید کوئی ایک حدیث لکھیں اور مذکورہ مسئلہ میں امام طحاوی کا قیاسی ونظری استدلال قلمبند کریں؟

جواب: (الف) احادیث کا ترجمہ:

(i) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آغاز نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کرتے تھے حتیٰ کہ آپ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے کانوں کی لو کے قریب لے آتے تھے۔ پھر دوبارہ آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔

(ii) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رفع یدین کرتے تھے جب نماز کا آغاز کرتے، جب رکوع میں جاتے اور جب سجدہ میں جاتے تھے۔

احناف کا موقف:

نماز میں رفع یدین کے حوالے سے احناف کا موقف یہ ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا، یہی مسنون طریقہ ہے اور اس کے علاوہ ہرگز رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت احناف کی مؤید ہے۔

احادیث میں تطبیق:

مذکورہ بالا روایات میں تعارض ہے، وہ اس طرح کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد نہیں کرتے تھے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض تکبیر تحریمہ کے وقت ہی نہیں بلکہ رکوع جاتے وقت اور سجدہ کرتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے۔

دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت ناسخ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت منسوخ ہے۔ اس سے دونوں روایات میں تعارض باقی نہیں رہا اور احناف کے موقف کی تائید ہوگئی۔

(ب) احناف کے موقف کی مؤید حدیث:

ترک رفع یدین کے حوالے سے احناف کے موقف کی مؤید کثیر احادیث مبارکہ ہیں، جن میں سے ایک حسب ذیل ہے:

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع الا فی اول مرۃ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسی نماز نہ پڑھاؤں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، پھر انہوں نے نماز پڑھائی جس میں آغاز (تکبیر تحریمہ) کے علاوہ رفع یدین نہ کیا تھا۔

ترک رفع یدین کے مسئلہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیاسی ونظری استدلال:

بالاتفاق تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے اور دونوں سجدوں کے درمیان تکبیر کے وقت سنت نہیں ہے۔ رکوع اور سجدہ کی تکبیر کے وقت رفع یدین میں اختلاف ہے۔ تکبیر تحریمہ نماز کا رکن ہے اور دیگر تکبیرات نماز کے ارکان سے نہیں ہے۔ تو نظر کا تقاضا ہے کہ رکوع اور سجدہ کی تکبیرات کو دونوں سجدوں کے درمیان والی تکبیر کے ساتھ لاحق کیا جائے نہ کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ۔

سوال نمبر 2: عَنْ اَبِیْ مُجَلِّزٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

(الف) روایت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور طحاوی کی روشنی میں اس حدیث کا احتمالی مفہوم بیان کریں؟

(ب) عندالاحناف وتر کی تین رکعت ہونے پر کوئی ایک حدیث بطور دلیل بیان کریں؟

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب روایت پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث حسب ذیل ہے:

ابومجلز سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نماز وتر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ رات کے آخری حصہ کی ایک رکعت ہے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رات کے آخری حصہ کی ایک رکعت ہے۔

طحاوی شریف کی روشنی میں اس حدیث کا احتمالی مفہوم:

الوتر رکعۃ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے پڑھی گئی دو رکعتوں کے ساتھ ملی ہوئی وتر کی ایک رکعت ہے، گویا اس کا مفہوم۔ بہ اکہ وتر سے ہٹ کر تاویل کا راستہ اختیار کرتے ہوئے یہ معنیٰ اس لیے بیان کیے گئے ہیں تا کہ ان احادیث میں جن سے وتر کے لیے تین رکعتیں پڑھنا ثابت ہے اور ان احادیث میں جن سے وتر کی ایک رکعت کا اثبات ہوتا ہے تطبیق پیدا ہو جائے اور احادیث کے حقیقی معنیٰ و مفہوم میں کوئی تعارض پیدا نہ ہو۔ نماز وتر کے پڑھنے کا مختار اور افضل وقت آخری رات ہے جب تہجد کی نماز پڑھی جائے مگر عام طور سے چونکہ لوگ رات کو تہجد کی نماز کے لیے نہیں اٹھتے، اس لیے عشاء کی نماز کے فوراً بعد ہی نماز وتر پڑھ لی جاتی ہے۔

(ب) وتر تین رکعت ہونے پر حدیث سے دلیل:

نماز وتر تین رکعت ہونے پر دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الافی اخرھن۔ (سنن نسائی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۝، دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ کی قرأت کرتے تھے جبکہ سب رکعات کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

سوال نمبر 3: (الف) مذہب احناف اور مذہب مخالف کے مطابق حضرت ابوامامہ کے نزدیک وتر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ حضرت فاروق اعظم نے حضرت ابوبکر صدیق کی تدفین کے وقت وتر کی کتنی رکعت پڑھی تھیں؟ نیز دن کے وتر کس نماز کو کہتے ہیں؟

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کل کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تمام رکعتوں کی تقسیم کر کے تین وتر ثابت کریں؟

جواب: (الف) حضرت ابوامامہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے وتروں کی تعداد:

نماز وتر کی رکعات کی تعداد میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور ہر فریق کی اپنی دلیل ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وتر تین رکعات ہیں، خلیفہ اول امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وتر تین رکعات پڑھے تھے۔

دن کے وتر سے مراد:

رات کے وتر تو نماز تہجد کے وقت پڑھے جاتے ہیں یا فرائض عشاء کے بعد ادا کیے جاتے ہیں۔ تاہم دن کے وتر سے مراد نماز مغرب ہے، کیونکہ اس کی رکعات تین ہیں جو دو پر تقسیم نہیں ہوتیں۔

(ب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی رکعات کو تقسیم کر کے تین وتر ثابت کرنا:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نماز ادا نہیں فرماتے تھے، آپ چار رکعت پڑھتے پس ان کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو، پھر چار رکعات پڑھتے پس ان کے حسن اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو، پھر تین رکعت پڑھتے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل بیدار رہتا

ہے۔(صحیح بخاری)

نوٹ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد آٹھ (۸) رکعت اور نماز وتر تین رکعت ادا کرتے تھے۔ یہ سال بھر کا آپ کا معمول تھا۔

سوال نمبر 4: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُغِيْرَةُ بْنُ يُوْنُسَ هُوَ ابْنُ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ قُلْتُ رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنِ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُطَلِّقَهَا فِيْ قَبْلِ عِدَّتِهَا

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے اور پھر سنت طریقہ پر طلاق دینا چاہے تو وہ کیا کرے؟ اس بارے میں مذاہب بیان کر کے بتائیں کہ امام طحاوی کی حمایت کس مذہب کے ساتھ ہے؟ اور ان کی دلیل کیا ہے؟

جواب: (الف) عبارت پر اعراب اور ترجمہ:

نوٹ: اعراب حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا اور میں نے کہا: ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے جبکہ وہ عورت اس وقت حالت حیض میں ہوتی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم عبداللہ بن عمر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے فرمایا: عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی جبکہ وہ حالت حیض میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بارے میں دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی وہ اس عورت سے رجوع کرے پھر اس کی عدت سے پہلے اسے طلاق دے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذہب کی حمایت اور دلیل:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی، ہر چند کہ اچھے لوگوں کے یہاں اسے اچھا نہیں سمجھا جائے گا، مگر اس کے باوجود وقوع طلاق میں کسی بھی طرح کا کوئی شبہ یا شائبہ نہیں ہے۔ تاہم بہتر یہ ہے کہ شوہر طلاق سے رجوع کرے۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر کسی فقہی مذہب کی حمایت یا مخالفت کیے بغیر

اپنے اجتہاد کی بنیاد پر مؤقف اختیار کیا ہے کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونے پر رجوع کرنے کا حکم دیا، پھر رجوع کے بعد انہوں نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی جب وہ حالت طہر میں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۱ھ/2020ء

الورقة الاولیٰ: لصحیح البخاری

نوٹ: سوال نمبر ا لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر ا: ان جابر عبدالله الانصاری قال وهو یحدث عن فترة الوحی فقال فی حدیثه بینا انا امشی اذسمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منه فرجعت فقلت زملونی زملونی فانزل الله تعالی یا ایها المدثر . قم فانذر الی قوله والرجز فاهجر فحمی الوحی و تتابع

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات مع ترجمہ تحریر کریں؟ ۲۰=۵+۱۵

(ب) وحی نازل ہونے کی کون کون سی کیفیات ہوتی تھیں؟ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کیا پکا کر لے جایا کرتے تھے اور کب سے جانے لگے؟ وہاں کتنا عرصہ ٹھہرے رہتے؟ ۲۰=۵×۴

سوال نمبر ۲: عن انس قال انفجنا ارنبا بمر الظهران فسعی القوم فلغبوا فادرکتها فاخذتها فاتیت بها اباطلحة فذبحها وبعث بها الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بورکها او فخذیها قال فخذیها لاشك فیه فقبله قلت واکل منه؟ قال واکل منه ثم قال بعد قبله

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ وتشریح کریں نیز بتائیں کہ گوہ کھانے کا کیا حکم ہے؟ ۲۰=۵+۱۵

(ب) کیا فقیر صدقہ کے طور پر ملنے والی کوئی چیز کسی کو ہدیہ کر سکتا ہے؟ دلیل دیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا ہدیہ کبھی واپس نہیں لوٹاتے تھے؟ ۱۰=۵+۵

سوال نمبر ۳: وقال عمر بن عبدالعزیز کانت الهدیة فی زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم هدیة والیوم رشوة

(الف) روایت کا ترجمہ وتشریح کریں نیز دلائل سے بیان کریں کہ کب ہدیہ قبول کرنا جائز ہے

اور کب جائز نہیں؟۱۰+۱۰=۲۰

(ب) مشرکین کو ہدیہ دینے اور ان سے لینے کا کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں کو دلیل سے بیان کریں؟۵+۵=۱۰

سوال نمبر۴:(الف) قریش کے مناقب میں کوئی ایک روایت بیان کریں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے گالیاں دیں تو آپ نے ان کو کیا جواب دیا؟ نیز حسنین کریمین میں سے کون سا شہزادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے کس حصہ کا شبیہ تھا؟۵+۵+۵=۱۵

(ب) خاتم النبیین پر کوئی ایک حدیث بیان کریں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کون کون سے پانچ نام بتائے ہیں؟۵+۱۰=۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت ۲۰۲۰ء

پہلا پرچہ: صحیح بخاری

سوال نمبر۱:ان جابر عبداللہ الانصاری قال وھو یحدث عن فترۃ الوحی فقال فی حدیثہ بینا انا امشی اذسمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منہ فرجعت فقلت زملونی زملونی فانزل اللہ تعالی یا ایھا المدثر . قم فانذر الی قولہ والرجز فاھجر فحمی الوحی و تتابع

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات مع ترجمہ تحریر کریں؟

(ب) وحی نازل ہونے کی کون کون سی کیفیات ہوتی تھیں؟ وحی کی ابتداء کیسے ہوئی؟ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کیا کرنے جاتے تھے اور کب سے جانے لگے؟ وہاں کتنا عرصہ ٹھہرے رہتے؟

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

بیشک حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انقطاع وحی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک دفعہ میں کہیں جا رہا تھا کہ اس دوران میں آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا، تو اچانک ایک فرشتہ غار حرا میں میرے پاس آیا۔ وہی فرشتہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ میں اسے دیکھ کر مرعوب ہوا اور وہیں گھر واپس آ گیا (گھر

واپسی پر میں نے خدیجہ سے کہا:) تم مجھے کمبل اوڑھاؤ، تم مجھے کمبل اڑھاؤ (خدیجہ نے مجھے چادر اوڑھنے کے لیے دی، جو میں نے اوڑھ لی، اسی وقت سورہ المدثر کی یہ آیات بطور وحی) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں: یاایھا المدثر (اے چادر اوڑھنے والے!) اس ارشاد تک والرجز فاھجر (راوی کا بیان ہے) اس کے بعد نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

نازل ہونے والی پہلی آیات مع ترجمہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات درج ذیل ہیں

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۔

"پڑھو اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔ اس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون سے۔ پڑھو، تمہارا رب بڑا کرم والا ہے۔"

(ب) نزول وحی کی کیفیات:

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ وحی کا نزول کبھی گھنٹی کی آواز کی صورت میں ہوا، یہ وحی سب سے زیادہ سخت ہوتی، جب وہ آواز بند ہو جاتی تو میں فرشتہ کی کہی ہوئی باتوں (الفاظ کو) یاد کر لیتا۔ کبھی فرشتہ انسانی شکل میں آتا، وہ مجھ سے گفتگو کرتا اور میں اس کے الفاظ بطور وحی یاد کر لیتا ہوں۔ کبھی آپ خواب میں کچھ امور کی راہنمائی پاتے، بیدار ہونے پر اسی طرح ظہور میں آتا تھا۔

ابتدائے وحی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء میں تشریف فرما تھے، اچانک ایک فرشتہ آیا، اس نے عرض کیا۔ پڑھیے! آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے آپ کو پکڑ کر اپنے گلے سے لگایا۔ پھر چھوڑ کر کہا: آپ پڑھیں! آپ نے جواب میں فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے دوبارہ آپ کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا، پھر خوب دبا کر عرض کیا: آپ پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں، فرشتے نے تیسری بار یہ عمل دھرایا' پھر اس نے کہا: آپ پڑھیے، اپنے پروردگار کے نام کی برکت سے جس نے پیدا کیا' جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے! آپ کا رب بڑا کرم والا ہے۔

غار حراء میں جانے کا زمانہ اور وجہ:

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً چھتیس سال کی ہوئی، تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر عبادت خداوندی کو ترجیح دینے لگے، آپ اسی مقصد کے لیے غار حراء میں تشریف لے جاتے۔

کئی کئی دن اور راتیں وہاں گزارتے۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ ان اشیاء کے ختم ہونے پر آپ اپنے گھر واپس تشریف لاتے اور سامان خورد و نوش جمع کر کے پھر وہاں غار حراء میں تشریف لے جاتے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر پہلی وحی اسی غار میں نازل کی گئی۔

سوال نمبر۲: عن انس قال انفجنا ارنبا بمر الظهران فسعى القوم فلغبوا فادركتها فاخذتها فاتيت بها اباطلحة فذبحها وبعث بها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم بوركها او فخذيها قال فخذيها لاشك فيه فقبله قلت واكل منه؟ قال واكل منه ثم قال بعد قبله

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ و تشریح کریں نیز بتائیں کہ گوہ کھانے کا کیا حکم ہے؟

(ب) کیا فقیر صدقہ کے طور پر ملنے والی کوئی چیز کسی کو ہدیہ کر سکتا ہے؟ دلیل دیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا ہدیہ کبھی واپس نہیں لوٹاتے تھے؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے (مقام) "مرالظہران" میں لوگ ایک خرگوش کو پکڑنے کے لیے بھاگے مگر وہ تھک گئے۔ میں نے اسے پکڑ لیا، پھر میں اسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے اسے ذبح کیا، پھر انہوں نے اس کی پشت کا گوشت یا رانوں کا گوشت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ رانوں کا گوشت پیش کیا گیا، تو آپ نے اسے قبول کیا۔ راوی کا بیان ہے: میں نے اپنے استاد سے سوال کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھا بھی لیا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: آپ نے اس گوشت کو کھا بھی لیا تھا۔ ایک روایت میں مذکور ہے۔ آپ نے صرف اسے قبول کیا تھا۔

تشریح:

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خرگوش کا گوشت کھانا حلال ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے قریب مقام "مرالظہران" میں خرگوش کو ملاحظہ کیا۔ وہ کسی کی ملک میں نہیں تھا، گویا وہ جنگل کا خرگوش تھا۔ صحابہ کرام نے بھی اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اسے پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے، حضرت انس رضی اللہ عنہ اسے پکڑ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لائے، انہوں نے اپنے دست اقدس سے مسنون و شرعی طریقہ سے اسے ذبح کیا۔ پھر اس کی ران کا گوشت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جو آپ نے قبول کیا اور ایک روایت میں ہے، آپ نے اسے کھایا بھی تھا۔ اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ خرگوش کھانا حلال و جائز ہے۔

گوہ کھانے کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میری خالہ اُمّ حفیر رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پنیر، گھی اور گوہ پیش کیے، آپ نے گھی اور پنیر تو قبول کرلیا مگر گوہ کا گوشت نہ کھایا اور نہ ہی اسے ناپسند کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ گوہ کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر رکھا گیا' اگر حرام ہوتا تو آپ کے دسترخوان پر اسے نہ کھایا جاتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ گوہ کھانا حلال ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسندیدگی کی وجہ سے تناول نہ کیا۔

(ب) صدقہ کے طور پر دی ہوئی چیز کو ہبہ کرنا:

جب کسی حقدار یا غریب آدمی کو بطور صدقہ کوئی چیز پیش کی جائے، وہ اس کا مالک و مختار بن جاتا ہے۔ مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی چیز میں تصرف کرے۔ مطلب یہ ہے کہ فقیر کو دی ہوئی چیز، فقیر آگے اس کا صدقہ کرسکتا ہے اور اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

دلیل:

اس کے جواز پر دلیل حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ مگر کچھ گوشت ہے اُمّ عطیہ نے بکری کا گوشت بھیجا ہے' جو اس کے پاس بطور صدقہ آیا تھا۔ آپ نے فرمایا: وہ اپنی جگہ پر پہنچ چکا ہے۔

اس روایت و دلیل سے ثابت ہوا کہ بطور صدقہ دی ہوئی چیز کسی کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کی جاسکتی ہے۔

جس تحفہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس نہ لوٹاتے تھے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے عطیہ کو خوش دلی سے قبول کرتے تھے۔ پھر آپ اس تحفہ کو آپ واپس نہیں کرتے تھے۔

سوال نمبر ۳: وقال عمر بن عبدالعزیز کانت الھدیۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدیۃ والیوم رشوۃ

(الف) روایت کا ترجمہ کریں وتشریح کریں نیز دلائل سے بیان کریں کہ کب ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور کب جائز نہیں؟

(ب) مشرکین کو ہدیہ دینے اور ان سے لینے کا کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں کو دلیل سے بیان کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

راوی کا بیان ہے: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہدیہ ایک تحفہ ہوا کرتا تھا، مگر آج یہ رشوت بن چکا ہے۔

تشریح:

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ دورِ رسالت میں جو لوگ کوئی چیز کسی کو بطور تحفہ دیتے تھے، اس میں خلوص ومودت مسلم شامل ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محض تحفہ کی بنیاد پر صحابہ کرام باہم شیر و شکر ہو جایا کرتے تھے۔ مگر آج یعنی دورِ حاضر تو دورِ افتادہ دور ہے۔ قرونِ اولیٰ جیسا جذبہ ایثار نہیں ہے اور نہ وہ مودت ومحبت باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں تحفہ رشوت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس روایت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ہدیہ قبول کرنا کب جائز اور کب ناجائز؟

ہدیہ دینے اور ہدیہ وصول کرنے کا مقصد باہم محبت ومودت میں اضافہ ہو، تو مسلمانوں کو باہم ایسا تحفہ دینے یا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی مقصد کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تحفہ وتحائف دیتے تھے اور لیتے بھی تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تحفہ عنایت کرتے تھے اور لیتے بھی تھے۔ لہٰذا علماء ومشائخ اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو تحائف دیں یا مریدین وعقیدت مند لوگ اپنے مشائخ کو تحائف دیں۔ اسی طرح والدین اپنی اولاد کو یا اولاد اپنے والدین کو تحائف پیش کریں تو یہ سب جائز ہے۔

اگر نوجوان، جوان غیر محرم لڑکی اور لڑکا ایک دوسرے کو تحائف پیش کریں تاکہ ان کی محبت میں اضافہ ہو، ایک دوسرے کے زیرِ بار اور زیرِ احسان رہیں۔ پھر وہ جس طرح باہم چاہیں کریں درمیان میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے۔ یہ تحفہ حرام ہے، کیوں کہ یہ گناہ کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔

کسی شخص کو بطور اہلکار تعینات کیا گیا، تو اسے اپنی خدمات کے دوران کسی سے تحفہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو بطور عامل تعینات کیا کہ وہ صدقہ وصول کرے۔ جب وہ صدقہ وصول کر کے واپس مدینہ طیبہ میں پہنچا تو اس نے کہا یہ صدقہ کا مال ہے۔ جو خزانہ میں جمع کیا جائے اور یہ مال بطور تحائف مجھے ملا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتحال کا علم ہوا، تو آپ نے اس سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم اپنے گھر بیٹھے رہتے تو کیا تمہیں یہ تحائف حاصل ہو جاتے؟ گویا یہ تحفہ منع ہے۔ اسی طرح فیصلہ کرنے کے دوران کسی قاضی کو تحفہ دینا بھی منع ہے، کیونکہ ایسے تحفہ کا مقصد اپنے حق میں ناجائز فیصلہ کروانا ہوتا ہے۔

(ب) مشرکین کو ہدیہ دینے اور لینے کا شرعی حکم:

بلاشبہ مشرکین کو ہدیہ یا تحفہ دینا جائز ہے۔ روایت میں مذکور ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے ہاں آئیں، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات ہے، وہ مجھ سے مالی معاونت چاہتی تھیں۔ وہ ایک مشرکہ خاتون تھیں۔ میں نے اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ نے فرمایا: تم اپنی والدہ سے اچھا سلوک کرو!

اسی طرح مشرکین سے ہدیہ، یا تحفہ وصول کرنا بھی جائز ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے۔ ''ایلہ'' کے حاکم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفید خچر بطور تحفہ پیش کیا تھا' تو آپ نے اسے ایک چادر بطور تحفہ دی اور وہاں کے سمندر کے علاقہ کی حکومت اس کے نام کر دی تھی۔

سوال نمبر۴: (الف) قریش کے مناقب میں کوئی ایک روایت بیان کریں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے گالیاں دیں' تو آپ نے ان کو کیا جواب دیا؟ نیز حسنین کریمین میں سے کون سا شہزادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے کس حصہ کا شبیہ تھا؟

(ب) خاتم النبیین پر کوئی ایک حدیث بیان کریں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کون کون سے پانچ نام بتائے ہیں؟

جواب: (الف) قریش کے مناقب میں ایک روایت اور ان کی گالیوں کا جواب:

(۱) روایت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ معاملہ (یعنی حکومت) قریش میں اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ان میں سے دو افراد بھی باقی رہیں گے۔

(۲) قریش کی گالیوں کا جواب:

قریش رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اتر آئے۔ انہوں نے آپ کو گالیاں دیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یوں جواب دیا گیا: کیا تم لوگ اس بات پر حیران نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے مجھے برا کہنے اور لعنت کرنے کو کس طرح دور کر دیا۔ وہ برا کہتے ہوئے مذمت کرتے ہیں' حالانکہ میں ''محمد'' ہوں۔

''حسنین'' کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت:

حضرات حسنین کریمین میں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سر سے لے کر ناف تک آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ناف سے لے کر قدموں تک آپ کے مشابہ تھے۔

(ب) ''خاتم النبیین'' پر ایک حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جوامع الکلم دیے گئے۔ (۲) رعب سے میری مدد کی گئی۔ (۳) مالِ غنیمت کو میرے لیے حلال قرار دیا گیا۔ (۴) میرے لیے روئے زمین پاک اور جائے نماز بنائی گئی۔ (۵) میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (۶) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ (صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اسماء گرامی:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: (۱) میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں (۲) میں احمد ہوں (۳) میں ماحی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے سبب کفر کو مٹائے گا۔ (۴) میں حاشر ہوں، لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا (۵) میں عاقب ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۱ھ/ 2020ء

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

نوٹ: سوال نمبر ا لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر ا: اذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لايرى عليه اثر السفر ولا يعرفه منا احد حتى جلس الى النبى صلى الله عليه وسلم فاسند ركبتيه الى ركبتيه و وضع كفيه على فخذيه وقال يا محمد اخبرنى عن الاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الاسلام...... قال صدقت قال فعجبنا له يسئله و يصدقه قال فاخبرنى عن الايمان قال......

(الف) حدیث شریف کے مذکورہ حصہ کا ترجمہ کرکے مکمل حدیث جبرئیل تحریر کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) ایمان و اسلام کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ ان کے درمیان نسبت کون سی ہے؟ ۶+۴=۱۰

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور ایمان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے کون سی چیزوں کا ذکر فرمایا؟ تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر ۲: حدثنى ابو ايوب ان اعرابيا عرض لرسول الله صلى الله عليه وسلم وهو فى سفر فاخذ بخطام ناقته او بزمامها ثم قال يا رسول الله او يا محمد اخبرنى بما يقربنى من الجنة ومايا عدنى من النار قال فكف النبى صلى الله عليه وسلم ثم نظر فى اصحابه ثم قال لقد وفق او لقد هدى قال كيف قلت قال فاعاد فقال النبى صلى الله عليه وسلم تعبد الله ولا تشرك به شينا و تقيم الصلاة وتؤتى الزكوة وتصل الرحم، دع الناقة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور "دع الناقة" فرمانے کی وجہ سپرد قلم کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) جب نماز و زکوۃ کی طرح حج و روزہ بھی فرض ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟ آپ اس کی وجوہ تفصیلاً تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر ۳: حدثنى ابو بردة قال وجع ابو موسى وجعافغشى عليه وراسه فى حجر

امراة من اهله فصاحت امراة من اهله فلم يستطع ان يرد عليها شيئا فلما افاق قال انا بری مما بری منه رسول الله صلی الله عليه وسلم فان رسول الله صلی الله عليه وسلم بری من الصالقة والحالقة والشاقة

(الف) سند اور حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) خط کشیدہ کی وضاحت اس طرح کریں کہ نوحہ سے ممانعت واضح ہو جائے؟ ۱۰

سوال نمبر۴: عن سالم عن ابيه قال سئل رسول الله صلی الله عليه وسلم مايلبس المحرم قال لايلبس المحرم القميص ولا العامة ولا البرنس ولا السراويل ولا ثوبامسه ورس ولا زعفران ولا الخفين الا ان لايجد نعلين فليقطعهما حتى يكونا اسفل من الكعبين

(الف) حدیث پر اعراب لگائیں اور سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) کیا مذکورہ چیزوں کے استعمال میں مرد وعورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے؟ نیز ان سے ممانعت کی حکمت تحریر کریں؟ ۵+۵=۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت ۲۰۲۰ء

دوسرا پرچہ: صحیح مسلم

سوال نمبر۱: اذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لايرى عليه اثر السفر ولا يعرفه منا احد حتى جلس الى النبى صلی الله عليه وسلم فاسند ركبتيه الى ركبتيه و وضع كفيه على فخذيه وقال يا محمد اخبرنى عن الاسلام فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم الاسلام...... قال صدقت قال فعجبنا له يسئله و يصدقه قال فاخبرنى عن الايمان قال......

(الف) حدیث شریف کے مذکورہ حصہ کا ترجمہ کر کے مکمل حدیث جبرئیل تحریر کریں؟

(ب) ایمان واسلام کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں اور بتائیں کہ ان کے درمیان نسبت کون سی ہے؟

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور ایمان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے کون سی چیزوں کا ذکر فرمایا؟ تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

ایک شخص ہمارے پاس آیا جس کا لباس نہایت سفید اور بال نہایت سیاہ تھے اور اس پر سفر کے بھی آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ ہم سب لوگوں کے لیے وہ آدمی اجنبی تھا۔ وہ شخص آ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، اس نے اپنے گھٹنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیئے اس نے اپنی ہتھیلیاں اپنے رانوں پر رکھ لیں۔ پھر وہ عرض گزار ہوا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے...... اس شخص نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس شخص کے طرز تکلم سے متعجب ہوئے کہ خود سوال کرتا ہے: پھر تصدیق بھی خود کرتا ہے۔ اس نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا:......

مکمل حدیث جبرئیل:

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ ووضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشھدان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا قال صدقت فعجبنا لہ یسألہ ویصدقہ قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللہ وملئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك قال فاخبرنی عن الساعۃ قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل قال فاخبرنی عن اماراتھا قال ان تلد الامۃ ربتھا وان تری الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاۃ یتطاولون فی البیان قال ثم انطلق فلبثت ملیا ثم قال لی یا عمر اتدری من السائل قلت اللہ و

رسوله اعلم قال فانه جبرئيل اتاكم يعلمكم دينكم ۔

(ب) ایمان کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ ''ایمان'' کا لغوی معنیٰ ہے کسی بات کو دل سے مان لینا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: تمام عقائد اسلامیہ کو دل سے مان لینا یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک، معبود حقیقی، ازلی وابدی، کائنات کا خالق ومالک، آسمانی کتب، تمام انبیاء، جنت ودوزخ، تقدیر، یوم قیامت اور موجود ملائکہ وغیرہ امور کو دل کی گہرائی سے تسلیم کر لینا۔

اسلام کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ ''اسلام'' باب افعال کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے تابعداری کرنا، فرمانبرداری کرنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: اسلامی عبادات واعمال کو تسلیم کرنا اور ان کو معمول بہ بنانا مثلاً نماز، زکوۃ روزہ اور حج وغیرہ کو کمال درجہ سے بجالانا۔

ایمان اور اسلام میں نسبت:

ایمان اور اسلام میں نسبت کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) دونوں کے مابین تساوی کی نسبت ہے۔

(۲) دونوں کے مابین عام خاص مطلق کی نسبت ہے بشرطیکہ دونوں کی تعریف میں فرق کیا جائے۔

اسلام اور ایمان کے جواب میں فرمائی گئی چیزیں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اسلام'' کے جواب میں پانچ امور کا ذکر کیا:

(۱) کلمہ شہادت (۲) نماز (۳) زکوۃ (۴) روزہ (۵) حج۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کے جواب میں پانچ امور کا ذکر فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ پر (۲) فرشتوں پر (۳) اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر (۴) رسولوں پر (۵) موت کے بعد اٹھنے پر ایمان ویقین ہونا۔

سوال نمبر۲: حدثني ابو ايوب ان اعرابيا عرض لرسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في سفر فاخذ بخطام ناقته او بزمامها ثم قال يا رسول الله او يا محمد اخبرني بما يقربني من الجنة وما يباعدني من النار قال فكف النبي صلى الله عليه وسلم ثم نظر في اصحابه ثم قال لقد وفق او لقد هدى قال كيف قلت قال فاعاد فقال النبي صلى الله عليه وسلم تعبد الله ولا تشرك به شيئا و تقيم الصلاة وتؤتي الزكوة وتصل الرحم، دع الناقة

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور "دع الناقة" فرمانے کی وجہ سپرد قلم کریں؟
(ب) جب نماز و زکوٰۃ کی طرح حج و روزہ بھی فرض ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟ آپ اس کی وجوہ تفصیلاً تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک دیہاتی حاضر خدمت ہوا، وہ آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اس چیز کے بارے میں بتائیں، جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے؟ اس کی یہ بات سن کر آپ ٹھہر گئے اور اپنے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آدمی کو یہ سوال کرنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے اس آدمی کی طرف چہرہ انور کر کے فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے اپنا سوال دوبارہ عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز ادا کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ اب تم اونٹنی کی نکیل بھی چھوڑ دو۔

"دع الناقة" فرمانے کی وجہ:

یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ یا کسی اہم فریضہ نبوت کی غرض سے سفر پر روانہ ہونے والے تھے۔ اچانک کسی شخص نے آپ کی سواری کو پکڑ کر روک لیا، پھر آپ کی خدمت میں اپنا سوال عرض کیا، آپ کی طرف سے تسلی بخش جواب دیا گیا۔ اب آپ کی سواری کو پکڑ کر بلاوجہ اہم مقصد میں تاخیر کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا، تو آپ نے اس شخص سے فرمایا: جب تمہیں جواب مل چکا ہے، تو اب ہمارے مقصد کے لیے تاخیر مت کرو، اب ہماری سواری کی نکیل کو بھی چھوڑ دو۔

(ب) نماز اور زکوٰہ کے ساتھ حج اور روزہ کا ذکر نہ کرنے کی وجوہات:

سائل کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا ذکر کیا مگر آپ نے حج اور روزہ کا ذکر نہ کیا؟ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم میں اکثر مقامات پر نماز کے ساتھ صرف زکوٰۃ کا ذکر ہوا ہے۔

(۲) نماز اور زکوٰۃ کی اہمیت زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر کیا ہو، کیونکہ نماز فرض عین ہے، جو ایک دن میں پانچ بار ادا کی جاتی ہے۔ اور زکوٰۃ میں اپنا بھی فائدہ ہوتا ہے اور اغیار کا بھی۔

(۳) نماز اور زکوٰۃ کی طرح حج اور روزہ کی فرضیت بھی نص قطعی سے ثابت ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کے ذکر سے تمام عبادات یعنی حج و روزہ بھی مراد لی گئی ہوں۔

(۴) ممکن ہے کہ سائل، صاحب ثروت ہو۔ نماز کے ساتھ بروقت زکوٰۃ کا بھی ذکر کر دیا۔

سوال نمبر ۳: حدثني ابو بردة قال وجع ابو موسى وجعافغشي عليه وراسه في حجر امراة من اهله فصاحت امراة من اهله فلم يستطع ان يرد عليها شيئا فلما افاق قال انا برئ مما برئ منه رسول الله صلى الله عليه وسلم فان رسول الله صلى الله عليه وسلم برئ من الصالقة والحالقة والشاقة

(الف) سند اور حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں؟

(ب) خط کشیدہ کی وضاحت اس طرح کریں کہ نوحہ سے ممانعت واضح ہو جائے؟

جواب: (الف) اعراب اور ترجمہ حدیث:

سند اور متن حدیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سخت مرض کے شکار ہو گئے جس وجہ سے آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ بے ہوشی کی حالت میں ان کا سر اہل خانہ کی کسی عورت کی گود میں تھا۔ ان کے اہل خانہ میں سے ایک خاتون چیخ و پکار کرنے لگی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بے ہوشی کی وجہ سے کچھ نہ کہا۔ ہوش میں آنے پر آپ نے فرمایا: میں ان کاموں سے بیزار ہوں۔ جن کاموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں۔ بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت، سر منڈوانے والی عورت اور گریبان پھاڑنے والی عورت سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

(ب) خط کشیدہ کی وضاحت:

(۱) الصالقة: صیغہ واحد مونث اسم فاعل بمعنی نوحہ کرنے والی عورت۔

(۲) الحالقة: صیغہ واحد مونث اسم فاعل بمعنی سر منڈوانے والی عورت۔

(۳) الشاقة: صیغہ واحد مونث اسم فاعل گریبان پھاڑنے والی عورت۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی، یا سر کے بال کٹوانے والی عورت اور گریبان پھاڑنے والی عورت سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ان سے بیزاری ظاہر کی ہے بلکہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ آپ نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے' جو آدمی منہ پر تھپڑ مارے، گریبان پھاڑے، یا ایام جاہلیت کی مثل چیخ و پکار کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

سوال نمبر ۴: عن سالم عن ابيه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم مايلبس المحرم قال لايلبس المحرم القميص ولا العمامة ولا البرنس ولا السراويل ولا ثوبامسه ورس ولا زعفران ولا الخفين الا ان لايجد نعلين فليقطعهما حتى يكونا اسفل

من الکعبین

سوال: حدیث پر اعراب لگائیں اور سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟

(الف) حدیث پر اعراب لگائیں اور سلیس اردو میں ترجمہ کریں؟

(ب) کیا مذکورہ چیزوں کے استعمال میں مرد و عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے؟ نیز ان سے ممانعت کی حکمت تحریر کریں؟

جواب: (الف) اعراب برحدیث اور ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں۔ ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: محرم کس طرح کا لباس زیب تن کرے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: محرم نہ تو قمیص، نہ عمامہ، نہ ٹوپی، نہ شلوار، ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا زیب تن کرے۔ نہ ہی وہ موزے پہنے مگر جب وہ جوتے نہ پائے تو پھر موزوں کو اوپر سے کاٹ ڈالے، پھر نیچے والے حصے کو پہن لے۔

(ب) حدیث میں مذکور چیزوں کی ممانعت میں خواتین و حضرات میں فرق:

مذکورہ حدیث میں اشیاء کے استعمال کی ممانعت صرف مردوں کے لیے ہے، خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مرد حضرات سلا ہوا کرتا، عمامہ، سلی ہوئی ٹوپی اور یا کوئی دوسرا سلا ہوا کپڑا زیب تن نہیں کر سکتے، مگر خواتین سلے ہوئے کپڑے استعمال کریں گی، سر کو ڈھانپنے کے لیے چادر اور چہرے کے پردے کے لیے رومال وغیرہ استعمال کریں گی، کیونکہ خواتین کے لیے پردہ ضروری ہے، جو اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔

ان کپڑوں کی ممانعت میں حکمت

محرم مردوں کے لیے سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت میں کئی ایک حکمتیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) سلے ہوئے کپڑوں کی بجائے بغیر سلائی کے کپڑوں میں انکساری زیادہ ہے۔

(۲) بغیر سلائی کے کپڑوں کا استعمال غربت و محتاجی کا مظہر ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

(۳) بغیر سلائی کے کپڑوں کی کفن کے ساتھ مشابہت ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۱ھ/ 2020ء

الورقة الثالثة: لجامع الترمذی

نوٹ: کوئی سے تین سوالات حل کریں۔

سوال نمبر ۱: سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن قدور المجوس فقال انقوها غسلا واطبخوا فیها ونهی عن کل سبع ذی ناب ۔

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ نیز قدور المجوس سے متعلق آئمہ کے اقوال لکھیں؟ ۶+۶+۷=۱۹

(ب) پانچ اجزاء کے مختصر جوابات دیں؟ ۵x۳+۵=۱۵

(۱) امام ترمذی کی کوئی سی دو تصانیف کا تعارف لکھیں؟ (۲) اسلوب ترمذی کے کوئی سے دو نکات بیان کریں؟ (۳) الثوم اور الکراث کا مطلب بیان کریں؟ (۴) ترجمہ کریں: اللهم اهلك الجراد اقتل کبارة واهلك صغارة (۵) "حباری" کسے کہتے ہیں؟ (۶) الحلواء اور العسل میں فرق بیان کریں؟

سوال نمبر ۲: (الف) "خمر" کی تعریف اور حکم تحریر کریں؟ نیز "کل مسکر خمر" کی وضاحت کریں؟ ۱۲

(ب) منشیات کے طبی ومعاشرتی نقصانات بیان کریں؟ ۸

(ج) "نبیذ تمر" اور "نبیذ عنب" کسے کہتے ہیں؟ اور ان کا کیا حکم ہے؟ ۱۳

سوال نمبر ۳: ان ناسا من عرینة قدموا المدینة ،فاجتووها فبعثهم رسول الله فی اهل الصدقة، وقال اشربوا من البانها و ابوالها ۔

(الف) اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ نیز خط کشیدہ کی صرفی تحقیق کریں؟ ۱۳

(ب) دلائل کے ساتھ ذکر کریں کہ نجس چیزوں سے علاج جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو حدیث مذکور کی کیا توجیہ ہوگی؟ ۱۰+۵=۱۵

(ج) وضاحت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینہ والوں کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ ۵

سوال نمبر۴: شمائل ترمذی کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال، خصوصاً ابرو شریف، دندان مبارک، زلف اقدس اور قد شریف کے اوصاف تحریر کریں؟ ۳۳

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت ۲۰۲۰ء

تیسرا پرچہ: جامع ترمذی

سوال نمبر۱: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قدوز المجوس فقال انقوها غسلا واطبخوا فيها ونهى عن كل سبع ذى ناب .

(الف) حدیث پاک پر اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ نیز قدور المجوس سے متعلق آئمہ کے اقوال لکھیں۔

(ب) پانچ اجزاء کے مختصر جوابات دیں؟

(۱) امام ترمذی کی کوئی سی دو تصانیف کا تعارف لکھیں؟ (۲) اسلوب ترمذی کے کوئی سے دو نکات بیان کریں؟ (۳) الثوم اور الکراث کا مطلب بیان کریں؟ (۴) ترجمہ کریں: اللهم اهلك الجراد اقتل كبارة واهلك صغارة (۵) ''حباری'' کسے کہتے ہیں؟ (۶) الحلواء اور العسل میں فرق بیان کریں؟

جواب: (الف) اعراب بر حدیث و ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں کی ہنڈیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: تم انہیں دھو کر پاک کر لو اور پھر تم ان کے اندر کھانا پکالو۔ آپ نے ہر کچلی والے درندے سے منع کیا ہے۔

قدور المجوس کے حوالے سے اقوال آئمہ:

اس حوالے سے تین اقوال ہیں:

(۱) انہیں استعمال میں ہرگز نہ لایا جائے بلکہ انہیں ضائع کر دیا جائے۔

(۲) قدور کو خوب دھو کر استعمال میں لانا جائز ہے۔

(۳) قدور کو عند الضرورت دھو کر استعمال میں لایا جائے یعنی جب متبادل قدور موجود نہ ہوں ورنہ انہیں مکمل طور پر ضائع کر دیا جائے۔

(ب) اجزاء کے مختصر جوابات:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دو تصانیف کے نام:

(۱) کتاب العلل (۲) کتاب التاریخ

(۲) اسلوب ترمذی کے دو نکات:

(۱) امام ترمذی نے اپنی "جامع ترمذی" میں ایسی حدیث وارد کرنے کا التزام کیا ہے، جو کسی نہ کسی امام کا مذہب ہوتی ہے۔

(۲) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث نقل کرنے کے بعد، اس حوالے سے مذاہب آئمہ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

(۳) مطالب ومعانی:

"الثوم" کا معنی ہے لہسن۔ الکراث کا معنی: گندنے۔

(۴) ترجمہ دعا:

اے اللہ! تو ٹڈیوں کو ہلاک کردے، بڑی ٹڈیوں کو ماردے اور چھوٹی ٹڈیوں کو ہلاک کردے۔

(۵) حباریٰ کا مطلب:

لفظ "حباریٰ" کا معنی ہے: سرخاب، یہ ایک پرندے کا نام ہے۔

(۶) "الحلواء" اور "العسل" میں فرق:

لفظ "الحلواء" سے مراد ہر میٹھی چیز ہے۔ لفظ "العسل" سے مراد "شہد" ہے۔ مخصوص مکھیاں جن کو شہد کی مکھیاں کہا جاتا ہے، وہ مختلف پھلوں اور پھولوں کا رس چوس کر اپنے چھتہ میں اگل دیتی ہیں۔ اس کا ذائقہ چینی کی مثل میٹھا ہوتا ہے۔

سوال نمبر۲: (الف) "خمر" کی تعریف اور حکم تحریر کریں؟ نیز "کل مسکر خمر" کی وضاحت کریں؟

(ب) منشیات کے طبی ومعاشرتی نقصانات بیان کریں؟

(ج) "نبیذ تمر" اور "نبیذ عنب" کسے کہتے ہیں؟ اور ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: (الف) "خمر" کی تعریف وحکم:

"خمر" سے ایسی شراب مراد ہے، جو انگور کے کچا پانی کو جب آگ پر خوب جوش دیا جائے وہ جھاگ چھوڑ

دینے سے تیار ہوتی ہے اور یہ نشہ آور ہو جاتی ہے۔

حکم:

خمر کا استعمال حرام ہے۔

"کل مسکر حرام" کی وضاحت:

ہر نشہ آور چیز حرام ہے: اس کی حرمت متعدد روایات میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جو شخص دنیا میں خمر پیے گا' وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

(ب) منشیات کے طبی و معاشرتی نقصانات

منشیات کے عادی لوگ ابتلاء میں سکون محسوس کرتے ہیں مگر بعد میں نشہ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں وہ اپنے گھر کی اشیاء یعنی برتن اور کپڑے بلکہ گھر تک فروخت کرنے سے باز نہیں آتے۔ وہ جسمانی طور پر کمزور، سر میں درد، جسم میں شدید تکالیف، عدم احساس اور کثرت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

معاشرے میں ایسے لوگوں کا مقام گر جاتا ہے، لوگ ان سے احتراز کرتے ہیں، ان کے ساتھ مل جل کر رہنے سے گھن کرتے، ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور انہیں پاگل جیسے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

مزید برایں:

(۱) انسانی صحت کا متاثر ہونا۔

(۲) ذہن اور نفسیات پر برا اثر پڑنا۔

(۳) نظام انہظام کا تباہ ہونا۔

(۴) کینسر جیسی موذی بیماری کا شکار ہونا۔

(۵) زندگی جیسی اعلیٰ نعمت سے ہاتھ دھونا۔

معاشرتی نقصانات:

(۱) معاشرے سے رابطہ ختم ہونا۔

(۲) گھر بار، ماں باپ اور رشتہ داروں سے تعلق ختم ہونا۔

(۳) معاشرے میں تذلیل کا باعث بننا۔

(۴) زندگی کے اصل مقاصد سے دور ہونا۔

(۵) کامیابی وکامرانی سے محروم ہونا۔

(ج) ''نبیذ تمر'' اور ''نبیذ عنب'' اور ان کا حکم:

''نبیذ تمر'' کا مطلب ہے: کھجور کی نبیذ یعنی مشروب میں کھجوریں ڈالی جائیں' جس سے پانی میٹھا ہو جائے گو شیریں مشروب کی شکل بن جاتا ہے۔

حکم ''نبیذ تمر'': نشہ آور ہونے سے پہلے اس کا استعمال جائز ہے اور نشہ آور ہونے کے بعد اس کا پینا حرام ہے' کیونکہ اس صورت میں یہ ''کل مسکر حرام'' کے زمرے میں آجائے گی۔ ''نبیذ عنب'' سے مراد ''انگور کی نبیذ'' ہے۔ اس کا حکم بھی ''نبیذ تمر'' والا ہے۔

سوال نمبر۳: اِنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَیْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِیْنَةَ ،فَاجْتَوَوْهَا فَبَعَثَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ، وَقَالَ اِشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَ اَبْوَالِهَا .

(الف) اعراب لگائیں اور ترجمہ کریں؟ نیز خط کشیدہ کی صرفی تحقیق کریں؟

(ب) دلائل کے ساتھ ذکر کریں کہ نجس چیزوں سے علاج جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے' تو حدیث مذکور کی کیا توجیہ ہوگی؟

(ج) وضاحت کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینہ والوں کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم کیوں دیا تھا؟

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

قبیلہ عرینہ کے (چند) لوگ مدینہ منورہ میں آئے۔ مدینہ طیبہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اونٹوں کے پاس بھیج دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگ ان (اونٹوں) کا دودھ اور پیشاب پئیں۔

خط کشیدہ کی صرفی تحقیق:

قَدِمُوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی مثبت معروف ثلاثی صحیح از باب سَمِعَ یَسْمَعُ شہر میں آنا۔

فَاجْتَوَوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب افتعال۔ پیٹ میں تکلیف محسوس کرنا، نظام ہضم خراب ہونا۔

(ب) نجس چیزوں سے علاج کا مسئلہ:

فقہاء احناف ہر قسم کے پیشاب کو نجس قرار دیتے ہیں مگر ضرورت کے تحت اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

کیا یہ اضطراری حالت مراد ہوگی؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ہم جانتے ہیں کہ حدیث کے مطابق تمام مدینہ طیبہ میں یہ وبا (بیماری) پھیلی ہوئی تھی تو باقی لوگوں نے جس طرح علاج کیا ہوگا، ان لوگوں کا علاج بھی اسی طریقہ سے ہونا چاہیے تھا؟ اگر ان لوگوں کے لیے حلال طریقہ علاج موجود نہیں تھا، تو ان کے لیے اضطراری حالت پیدا ہوگئی تھی۔ تو باقی مدینہ کے لوگوں کے لیے ضطرار کی حالت نہیں تھی۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ ہر انسان کا عالج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے، کیونکہ وہ لوگ گنوار اور جنگلی تھے، ان کی عادت تھی کہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پی لیتے تھے، وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے، جب وہ شہر میں آئے تو نامناسب آب و ہوا کی وجہ سے بیمار ہوگئے۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کی ہدایت تجویز فرمائی تھی۔

(ج) اہل عریفہ کی آنکھیں پھوڑنے کے حکم دینے کی وجہ:

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل عرینہ غیر مہذب، جنگلی اور غیر تربیت یافتہ لوگ تھے۔ وہ نجس اشیاء سے علاج کرنے کے بھی عادی تھے۔ الطیبات للطیبین و الخبیثات للخبیثین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے نجس اور پاک دونوں یعنی پیشاب اور دودھ سے علاج تجویز کیا۔ ان لوگوں نے صدقہ کے اونٹوں کے چرواہوں کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب کے لیے لوگوں کو روانہ کیا۔ وہ پکڑ لیے گئے، مسلمانوں کو شہید کرنے کے عوض انہیں بھی بے دردی سے ہلاک کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ آئندہ کسی منافق کو مسلمانوں کے خلاف ایسی حرکت کرنے کی جرأت ہو۔ تاریخ میں اسے کہتے ہیں: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

سوال نمبر۴: شمائل ترمذی کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال، خصوصاً ابرو شریف، دندان مبارک، زلف اقدس اور قد شریف کے اوصاف تحریر کریں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات میں دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ حلہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو، آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

ابرو شریف کے اوصاف:

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ چہرہ بڑی آنکھوں اور پتلی ایڑیوں کے مالک تھے۔

دندان مبارک کے اوصاف:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کشادہ تھے جب آپ گفتگو کرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کے سامنے والے دانتوں سے نور کی لہر نکل رہی ہے۔

زلف اقدس اور قد شریف کے اوصاف:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے سرخ حلہ میں لمبے بالوں والا کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک کندھوں تک آتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ چھوٹے قد کے مالک بھی نہیں تھے اور طویل بھی نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النھائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اھل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

المو افق سنة ۱۴۴۱ھ/ 2020ء

الورقة الرابعة: لسنن ابی داؤد

نوٹ: پہلا سوال لازمی ہے باقی میں سے کوئی دو سوال حل کریں۔

سوال نمبر۱: عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلثة اشياء من صدقة جارية او علم ينقفع به او ولد صالح يدعو له

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں اور "یدعو لہ" کی قید لگانے کا فائدہ تحریر کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) کیا وارث کے لیے وصیت کرنا جائز ہے؟ حدیث مبارک کی روشنی میں جواب دیں۔ ۱۰

(۳) صدقہ خیرات وغیرہ کر کے اس کا ثواب مرنے والوں کی روح کو پہنچانا کیسا ہے؟ اپنا موقف دلائل کے ساتھ ثابت کریں۔ ۱۰

سوال نمبر۲: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حلف وقال فی حلفه واللات فليقل لا اله الا الله ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فليتصدق بشیء

(۱) حدیث شریف پر اعراب لگائیں؟ سلیس اردو میں اس کا ترجمہ کریں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) کیا غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز ہے؟ احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنا موقف تحریر کریں؟ ۱۰

سوال نمبر۳: عن ابن عباس قال جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان اختى نذرت ان تحج ماشية فقال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله لا يصنع بشقاء اختك شيئا فلتحج راكبة ولتكفر يمينها

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں؟ خط کشیدہ کے صیغے لکھیں نیز حدیث کی تشریح و توضیح اس طرح کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے۔ ۶+۶+۸=۲۰

(۲) جن الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قسم اٹھایا کرتے تھے ان میں سے کوئی دو طرح کے الفاظ احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھیں؟ ۱۰

سوال نمبر۴: عن عمير بن هانی قال سمعت عبدالله بن عمر يقول كنا قعودا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر الفتن فاكثر فی ذكرها حتى ذكر فتنة الاحلاس فقال قائل يا رسول الله وما فتنة الاحلاس قال هرب و حرب

(ا) حدیث کا ترجمہ کر کے وضاحت اس طرح کریں کہ مفہوم حدیث اور خط کشیدہ کا معنی واضح ہو جائے؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(۲) حدیث شریف کی روشنی میں "فتنة السراء" اور "فتنة الدهيماء" کی وضاحت کریں؟ ۵+۵=۱۰

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت ۲۰۲۰ء

چوتھا پرچہ: سنن ابی داؤد

سوال نمبر۱: عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلثة اشیاء من صدقة جاریة او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں اور "یدعو لہ" کی قید لگانے کا فائدہ تحریر کریں؟

(۲) کیا وارث کے لیے وصیت کرنا جائز ہے؟ حدیث مبارک کی روشنی میں جواب دیں۔

(۳) صدقہ خیرات وغیرہ کرکے اس کا ثواب مرنے والوں کی روح کو پہنچانا کیسا ہے؟ اپنا موقف دلائل کے ساتھ ثابت کریں۔

جواب: (۱) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے، تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، سوائے تین اعمال کے: (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے فائدہ حصال کیا جائے۔ (۳) نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرے۔

"یدعو لہ" کی قید کا فائدہ:

حدیث مذکور میں تیسرے عمل کے ساتھ "یدعو لہ" کی قید لگانے کا مطلب یہ ہے کہ والدین بالخصوص والد اپنی اولاد کو علوم اسلامیہ کا ماہر بنائے۔ ممتاز عالم دین بنائے، باعمل بنائے، اس کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے۔ اس کی وفات کے بعد وہ نیک اور صالح لڑکا والدین کے حق میں دعا کرے، تو یہ دعا والدین کے لیے نیکی پہنچنے کا باعث بنے گی۔ اس نیک لڑکے کے لیے صحیح العقیدہ سنی، عاشق رسول اور با ادب ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کے برعکس جاہل تو ہرگز ہرگز دعا نہیں کرے گا۔

(۲) وارث کے حق میں وصیت کرنا ناجائز ہونا:

قریب المرگ کے لیے جائز ہے کہ اپنے ترکہ میں سے ثلث کی وصیت کرسکتا ہے، لیکن یہ وصیت وارث کے حق میں کرنا جائز نہیں ہے۔ اس پر دلیل یہ روایت ہے: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے۔ اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔

(۳) صدقہ وخیرات کا مرحومین کے لیے ایصال ثواب جائز:

بلاشبہ صدقہ وخیرات کا اپنے مرحومین کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

دلائل: اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ایک خاتون نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ کرتی، کچھ عطا کرتی، تو کیا یہ بات جائز ہوگی کہ میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے: اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں نفع پہنچے گا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں۔ اس نے دریافت کیا: میرے پاس ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

سوال نمبر۲: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ وَقَالَ فِیْ حَلْفِهٖ وَاللَّاتِ فَلْیَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْیَتَصَدَّقْ بِشَیْءٍ

(۱) حدیث شریف پر اعراب لگائیں۔ سلیس اردو میں اس کا ترجمہ کریں؟

(۲) کیا غیر اللہ کی قسم اٹھانا جائز ہے؟ احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنا مؤقف تحریر کریں؟

جواب: (۱) اعراب بر حدیث وترجمہ:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں۔ ترجمہ حدیث درج ذیل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے یوں کہے: لات کی قسم! تو اسے لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔ جو شخص اپنے ساتھیوں سے کہے: تم آؤ! میں تمہارے ساتھ جوا کھیلتا ہوں، تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔

(۲) غیر اللہ کی قسم اٹھانا منع:

بلاشبہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا منع ہے۔ اس پر دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے باپ دادا کی اور اپنی ماؤں کی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ ہی تم بتوں کی قسم اٹھاؤ۔ تم قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی اٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم بھی تم اس وقت اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ چند سواروں کے درمیان تھے اور اپنے والد گرامی کے نام کی قسم اٹھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ۔ جس نے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔

(۳) حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ قسم اٹھاتے ہوئے سنا: کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی قسم اٹھائے' اس نے شرک کیا۔

سوال نمبر۳: عن ابن عباس قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان اختی لنذرت ان تحج ماشیۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یصنع بشقاء اختک شیئا فلتحج راکبۃ ولتکفر یمینھا

(۱) حدیث کا ترجمہ کریں؟ خط کشیدہ کے صیغے لکھیں نیز حدیث کی تشریح وتوضیح اس طرح کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے؟

(۲) جن الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قسم اٹھایا کرتے تھے' ان میں سے کوئی دو طرح کے الفاظ احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھیں؟

جواب: (۱) ترجمہ حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بہن نے یہ نذر مانی ہے: وہ پیدل حج کے لیے جائے گی' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے مشقت میں مبتلا ہونے کا کوئی اجر نہیں دے گا۔ اسے سوار ہو کر حج ادا کرنا چاہیے اور اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہیے۔

خط کشیدہ صیغے:

فلتحج: صیغہ واحد مونث غائب فعل امر ثلاثی مجرد مضاعف از باب نَصَرَ یَنْصُرُ۔ حج کرنا۔

لتکفر: صیغہ واحد مونث غائب فعل امر معروف ثلاثی مجرد صحیح از باب نَصَرَ یَنْصُرُ کفارہ دینا۔

تشریح وتوضیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو اپنے بیٹوں کے سہارے چلتے ہوئے دیکھا' تو آپ نے دریافت کیا: اسے کیا ہوا ہے؟ اس کے بیٹوں نے جواب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے (پیدل چلنے کی) نذر مانی تھی' آپ نے فرمایا: اے بوڑھے! سوار ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بھی بے پرواہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی، حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے۔ اس کو چاہیے کہ سوار ہو جائے اور اسے چاہیے کہ ایک اونٹ صدقہ کرے۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ہمیں ایسی نذر نہیں ماننی چاہیے جس میں مشقت ہو۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا یعنی فضول قیود سے نذر ماننا۔

(۲) وہ الفاظ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً قسم اٹھاتے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان الفاظ سے قسم اٹھایا کرتے تھے: ''دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی قسم میں تاکید پیدا کرتے، تو آپ یوں کہتے: اس ذات کی قسم! ابو القاسم کی جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

سوال نمبر۴: عن عمیر بن ھانی قال سمعت عبداللہ بن عمر یقول کنا قعودا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الفتن فاکثر فی ذکرھا حتی ذکر فتنۃ الاحلاس فقال قائل یا رسول اللہ وما فتنۃ الاحلاس قال ھرب و حرب

(۱) حدیث کا ترجمہ کر کے وضاحت اس طرح کریں کہ مفہوم حدیث اور خط کشیدہ کا معنی واضح ہو جائے۔

(۲) حدیث شریف کی روشنی میں ''فتنۃ السراء'' اور ''فتنۃ الدھیماء'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (۱) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ آپ نے تفصیل سے ان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ''احلاس'' کے فتنہ کا تذکرہ کیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ''احلاس'' کا فتنہ کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: (جان بچانے کے لیے) بھاگنا اور جنگ ہے۔

توضیح و تشریح:

اس روایت میں مختلف فتنوں کو بالتفصیل بیان کرنے کا تذکرہ ہے۔ آپ نے فتنوں کی تفصیل بیان

کر کے ان سے محفوظ رہنے کا درس دیا ہے۔ تا قیامت فتنے برپا ہوتے رہیں گے۔ مسلمانوں کو بھی ان سے حفاظت کا التزام کرنا ہوگا۔ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے منافی ہر اٹھنے والی تحریک فتنہ ہے۔ اس کے اپنے گمراہ کن کچھ اغراض و مقاصد ہوتے ہیں مثلاً فتنہ خوارج جس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوب سرکوبی کی تھی۔ متعدی بلا سے محفوظ رہنے کے لیے دوسرے مقام یا شہر کی طرف منتقل ہونا بھی فتنہ ہے اور جنگ بھی ایک متعدی مرض سے کم نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کے نتیجہ بے شمار نفوس لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ عصر حاضر میں سب سے بڑا فتنہ قادیانیت ہے۔ جس کی علمی اور سیاسی سطح پر امام شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سرکوبی فرمائی۔ اس فتنہ کے خاتمہ کے لیے مزید کوشش کی ضرورت ہے' کیونکہ یہ فتنہ وطن، ایمان اور معاشرے کا دشمن ہے۔ اس فتنہ سے باخبر ہونا اور اسے دبانے کے جہاد میں شامل ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۲) ''فتنۃ السراء'' اور ''فتنۃ الرھیماء'' کی وضاحت:

ایک روایت میں ''فتنۃ السراء'' اور ''فتنۃ الدھیماء'' کی تفصیل مذکور ہے۔ '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فتنۃ السراء'' کا ذکر کیا جو میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے ظاہر ہوگا۔ وہ یہ سمجھے کہ اس کا مجھ سے تعلق ہے' حالانکہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا' کیونکہ میرے ساتھی پرہیز گار لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایسے شخص کو اپنا امیر مقرر کرلیں گے' جو پسلی پر سرین کی طرح ہوگا۔

پھر آپ نے ''فتنة الدهيماء'' کا ذکر کیا' جو اس امت کے کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑے گا۔ اسے کم از کم طمانچہ ضرور مارے گا۔ جب یہ کہا جائے گا کہ اب ختم ہونے لگا ہے' تو وہ مزید ابھرے گا۔ اس میں صبح کے وقت بندہ مومن کا ہوگا اور شام کے وقت کافر ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہوں گے۔ ایک گروہ میں صرف ایمان ہوگا اور اس میں کوئی نفاق نہیں ہوگا اور ایک گروہ میں صرف نفاق ہوگا اس میں کوئی ایمان نہیں ہوگا۔ جب ایسی صورت حال پیش آئے' تو اسی دن یا اس سے اگلے دن دجال کے آنے کا انتظار کرنا۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

المو افق سنة ۱۴۴۱ھ/ 2020ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائی و ابن ماجة

نوٹ: دونوں حصوں سے کوئی سے دو، دو سوال حل کریں۔

حصہ اوّل: سنن نسائی

سوال نمبر۱: (الف) کوئی سے تین سوالات کا مختصر جواب دیں؟ ۱۲=۴x۳

(۱) نکاح کی تعریف کریں؟ (۲) نکاح شغار سے کیا مراد ہے؟

(۳) ازواجِ مطہرات سے پانچ کے نام لکھیں؟ (۴) بخور سے کیا مراد ہے؟

(ب) عن انس ان عبدالرحمن بن عوف جاء و علیه ردع من زعفران فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مهیم قال تزوجت امراة قال وما اصدقت قال وزن نواة من ذهب قال اولم ولو بشاة

حدیث مذکور کا ترجمہ کریں؟ ۸

(ج) شریعت میں عورت کے حق مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کتنی ہے؟ ۵

سوال نمبر۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "عشرة من الفطرة" کی تفصیلاً وضاحت کریں۔ نیز "قزع" کی تعریف کریں؟ ۲۰+۵=۲۵

سوال نمبر۳: ان اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا و الطفهم باهله

حدیث کا ترجمہ کریں؟ اعراب لگائیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں بیویوں سے حسن سلوک کی کوئی دو مثالیں پیش کریں؟ ۶+۵+۱۴=۲۵

حصہ دوم: سنن ابن ماجہ

سوال نمبر۴: (الف) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں؟ ۱۵=۵x۳

(۱) امام ابن ماجہ کا پورا نام اور اسم منسوب بیان کریں؟ (۲) مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعائے ماثور بیان کریں؟ (۳) الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر کا ترجمہ کریں؟

(ب) قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على حصير قال فجلست فاذا عليه ازار وليس عليه غيره واذا الحصير قد اثر في جنبه واذا انا بقبضة من شعير نحو الصاع وقرظ في ناحية في الغرفة واذا اهاب معلق .

حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا یا اضطراری؟ ۷+۳=۱۰

سوال نمبر ۵: (الف) عن على ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى عليا و فاطمة وهما في خميل لهما والخميل القطيفة البيضاء من الصوف قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم جهزهما بها ووسادة محشوة اذ خرا وقربة

حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں؟ ۶+۷=۱۳

(ب) حدیث مبارک کی تشریح کرتے ہوئے جہیز کی شرعی حیثیت واضح کریں؟ ۸+۴=۱۲

سوال نمبر ۶: ما من جرعة اعظم اجرا عند الله من جرعة غيظ كظمها عبد ابتغاء وجه الله .

(الف) حدیث مبارک کا بامحاورہ ترجمہ قلمبند کریں؟ ۷

(ب) غصہ کے نقصانات اور غصہ ختم کرنے کے کوئی دو طریقے تحریر کریں؟ ۱۰+۸=۱۸

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت ۲۰۲۰ء

پانچواں پرچہ: سنن نسائی وسنن ابن ماجہ

حصہ اوّل: سنن نسائی

سوال نمبرا: (الف) کوئی سے تین سوالات کا مختصر جواب دیں؟

(۱) نکاح کی تعریف کریں؟ (۲) نکاح شغار سے کیا مراد ہے؟

(۳) ازواجِ مطہرات سے پانچ کے نام لکھیں؟ (۴) بخور سے کیا مراد ہے؟

(ب) عن انس ان عبدالرحمن بن عوف جاء و علیه ردع من زعفران فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم مهیم قال تزوجت امراة قال وما اصدقت قال وزن نواة من ذهب قال اولم ولو بشاة

حدیث مذکور کا ترجمہ کریں؟

(ج) شریعت میں عورت کے حق مہر کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کتنی ہے؟

جواب: (الف) (۱) نکاح کی تعریف:

لفظ نکاح کا لغوی معنی ملانا، جمع کرنا ہے۔ اس کی شرعی واصطلاحی تعریف ہے: اس عقد کو کہا جاتا ہے جو اس لیے منعقد کیا جاتا ہے کہ مرد کو عورت سے جماع وغیرہ حلال ہو جائے۔

(۲) نکاح شغار:

جب کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کردے کہ اس کا شوہر اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس شخص سے کردے گا اور دونوں عقد ایک دوسرے کا معاوضہ بن جائیں گے، اسے نکاح شغار کہا جاتا ہے۔

(۳) ازواجِ مطہرات کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت عائشہ (۳) حضرت صفیہ (۴) حضرت اُمّ سلمہ (۵) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(۴) بخور سے مراد:

بخور سے مراد دھونی لینا ہے۔ مختلف خوشبوؤں کو ملا کر ان کی دھونی لی جاتی ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوشبو لگایا کرتے تھے تو وہ عود کا دھواں لیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی

دوسری خوشبو نہ ملاتے تھے' کبھی کبھار کافور ملا لیتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طرح دھونی لگائی تھی۔

(ب) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان پر زرد رنگ لگا ہوا تھا' تو آپ نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے ایک عورت سے نکاح کرلیا ہے۔ آپ نے دریافت کیا: تم نے حق مہر کیا ادا کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سونے کی ایک گٹھلی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ولیمہ کرو! خواہ ایک بکری سے کیوں نہ ہو۔

(ج) شریعت میں حق مہر کی مقدار:

شرعی نقطہ نظر سے کم از کم حق مہر دس درہم ہیں۔ اس سے کم کی اجازت نہیں ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ صاحب حیثیت شخص دس درہم سے زیادہ جتنا پسند کرے حق مہر مقرر کرسکتا ہے۔

سوال نمبر۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "عشرۃ من الفطرۃ" کی تفصیلاً وضاحت کریں۔ نیز "قزع" کی تعریف کریں؟

جواب: ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "عشرۃ من الفطرۃ" کی تفصیل:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کو "فطرہ" سے گنوایا وہ یہ ہیں:

(۱) مونچھیں کم کرنا (۲) ناخن ترشوانا (۳) جوڑوں کو دھونا (۴) داڑھی کو بڑھانا (۵) مسواک کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) زیر ناف بالوں کا مونڈنا (۸) زیر بغل بالوں کو مونڈنا (۹) پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء کرنا۔ راوی حضرت مصاحب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں دسویں چیز بھول گیا ہوں' میرے خیال کے مطابق وہ کلی کرنا ہے۔

"قزع" کی تعریف:

سر کے آدھے حصہ کے بال مونڈ دالینا اور آدھے حصہ کے بال باقی رکھ لینا "قزع" کہلاتا ہے۔

سوال نمبر۳: اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَّاَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ
حدیث کا ترجمہ کریں؟ اعراب لگائیں اور سیرت طیبہ کی روشنی میں بیویوں سے حسن سلوک کی کوئی دو مثالیں پیش کریں؟

جواب: اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے: بے شک ایمان کے لحاظ سے مومنوں میں زیادہ کامل وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے عمدہ ہوں اور وہ اپنے گھر والوں کے حق میں زیادہ مہربان ہو۔

بیویوں سے حسن سلوک کی دو مثالیں:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ سلمہ! تم مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں اذیت مت دو! اللہ کی قسم (ازواجِ مطہرات) میں سے عائشہ کے سوا میرے اوپر کسی کے بستر میں وحی کا نزول نہیں ہوتا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کے پاس باری کے مطابق قیام فرماتے تھے اور انصاف اختیار کرتے تھے۔

حصہ دوم: سنن ابن ماجہ

سوال نمبر۴: (الف) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں؟

(۱) امام ابن ماجہ کا پورا نام اور اسم منسوب بیان کریں؟ (۲) مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعائے ماثور بیان کریں؟ (۳) الدنیا سجن المومن وجنة الكافر کا ترجمہ کریں؟

(ب) قال دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على حصير قال فجلست فاذا عليه ازار وليس عليه غيره واذا الحصير قد اثر في جنبه واذا انا بقبضة من شعير نحو الصاع وقرظ في ناحية في الغرفة واذا اهاب معلق .

حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا یا اضطراری؟

جواب: (الف) مختصر جوابات:

(۱) امام ابن ماجہ کا نام اور اسم منسوب:

آپ کا اسم گرامی ہے: محمد بن یزید۔ آپ کا منسوب نام محمد بن یزید ربعی ہے۔ ربعی "ربیعہ بن نزر" کی طرف نسبت ہے۔ قبیلہ ربیعہ سے نسبت ولا کی وجہ سے ان کو ربعی کہا جاتا ہے۔ جس طرح امام بخاری کو نسبت ولاء کی وجہ سے جعفی کہتے ہیں۔

(۲) مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دعا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ عَافَانِىْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِىْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ

تَفْضِيْلًا .

(۳) ترجمہ:

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

(ب) ترجمہ حدیث:

راوی کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ اس وقت ایک چٹائی پر محو استراحت تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں بھی وہاں بیٹھ گیا۔ آپ کے جسم مبارک پر تہبند کے سوا کوئی کپڑا نہیں تھا۔ آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات تھے' ایک صاع کی مقدار جو تھے۔ کمرہ کے ایک کونے میں چمڑا خشک کرنے کا مصالحہ رکھا تھا اور وہاں ایک کھال لٹکی ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا۔ اگر آپ چاہیے تو پہاڑ سونا بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے' مگر آپ نے امیری کے بجائے فقر کو ترجیح دی۔ آپ کا مشہور ارشاد ہے: **الفقر فخری** یعنی فقر میرا فخر ہے۔

سوال نمبر ۵: (الف) عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى عَلِيًّا وَّ فَاطِمَةَ وَهُمَا فِيْ خَمِيْلٍ لَّهُمَا وَالْخَمِيْلُ الْقَطِيْفَةُ الْبَيْضَاءُ مِنَ الصُّوْفِ قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَّزَهُمَا بِهَا وَوِسَادَةٌ مَّحْشُوَّةٌ اِذْ خِرًا وَّقِرْبَةٌ

حرکات وسکنات لگائیں اور ترجمہ کریں؟

(ب) حدیث مبارک کی تشریح کرتے ہوئے جہیز کی شرعی حیثیت واضح کریں؟

جواب: (الف) حرکات وسکنات اور ترجمہ حدیث

حرکات وسکنات اوپر لگا دی گئی ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ایک دن تشریف لائے' میں اور فاطمہ دونوں نے ایک سفید اونی چادر اوڑھ رکھی تھی' جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں دی تھی۔ ایک سرہانہ تھا' جس میں اذخر گھاس بھری گئی تھی اور پانی کے لیے مشک تھی۔

(ب) جہیز کی شرعی حیثیت:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس قدر سادہ جہیز عطا کیا تھا۔ آپ نے نہ تو کوئی قیمتی چیز عنایت عطا کی، بس ایک مشکیزہ، ایک چکی، ایک سرہانہ اور ایک چادر عنایت فرمائی۔ اگر آپ چاہتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا، مگر آپ نے فقر کو اختیار کیا، ساری دنیا سے بے رغبتی اختیار فرمائی۔ تمام زندگی سادگی سے گزاری، اپنی اولاد کو بھی سادگی کی تربیت دی اور آپ ہمیشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صبر وشکر اختیار کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

دور حاضر میں والدین اپنی اولاد کو حسب ضرورت جہیز فراہم کریں، تاکہ لڑکیوں کو کسی کی محتاجی نہ ہو، لڑکے والوں کو بھی چاہیے کہ لڑکی والوں کے ساتھ تعاون کریں، وہ کثرت جہیز، یا کسی قیمتی چیز کا ہرگز مطالبہ نہ کریں، قیامت یہ ہے کہ لڑکے والے لالچی بن کر کار، پلاٹ اور یا گھر کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔

سوال نمبر۶: ما من جرعة اعظم اجرا عند اللہ من جرعة غیظ کظمها عبد ابتغاء وجه اللہ۔

(الف) حدیث مبارک کا بامحاورہ ترجمہ قلمبند کریں؟

(ب) غصہ کے نقصانات اور غصہ ختم کرنے کے کوئی دو طریقے تحریر کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی (چیز کے) گھونٹ کو پی لینے سے اتنا ثواب نہیں، جتنا ثواب غصہ کے وقت غصہ کے گھونٹ کو پی لینے کا ملتا ہے مگر جب وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ہو۔

(ب) غصہ کے نقصانات:

غصہ کے بے شمار نقصانات جن میں چند درج ذیل ہیں:

(۱) حالت غصہ میں انسان کا دماغ فیل ہو سکتا ہے۔

(۲) حالت غصہ میں انسان غیر شرعی حرکات کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

(۳) غصہ کے سبب انسان اپنی زندگی سے ہاتھ دھو سکتا ہے۔

(۴) غصہ کی وجہ سے انسان قتل وغارت پر اتر سکتا ہے۔

(۵) غصہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناخوش اور شیطان خوش ہوتا ہے۔

غصہ ختم کرنے کے دو طریقے:

(۱) غصہ آنے کی صورت میں انسان وضو کرے، تو غصہ ختم ہو جائے گا۔ (۲) حالت غصہ میں انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے، غصہ ختم ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باكستان

الشهادة العالمية "السنة الثانية" للطالبات

الموافق سنة ۱۴۴۱ھ/ 2020ء

الورقة السادسة: لشرح معانی الآثار

نوٹ: اپنی مرضی کے تین سوالات حل کریں۔

سوال نمبر ۱: اجتمع ابو حميد و ابو سعيد وسهل بن سعد فذكروا صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابو حميد انا اعلمكم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا قام رفع يديه ثم رفع يديه حين يكبر للركوع فاذا رفع راسه من الركوع رفع يديه

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور احناف کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب دیں؟ ۱۰+۱۰=۲۰

(ب) عدم رفع یدین پر ایک مدلل مضمون قلمبند کریں؟

سوال نمبر ۲: عن سعد بن هشام قال دخلت على عائشة فقلت حدثيني عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى بالليل ثمان ركعات ويوتر بالتاسعة فلما بدن صلى ست ركعات و اوتر بالسابعة وصلى ركعتين وهو جالس

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور طحاوی کی روشنی میں اس حدیث کا اجمالی مفہوم بیان کریں؟ ۵+۵+۱۰=۲۰

(ب) وتر کے بارے میں مذہب احناف کو نظر طحاوی سے ثابت کریں؟ ۱۳

سوال نمبر ۳: اخبرنا ابن جريج قال اخبرنى ابن طاؤس عن ابيه ان ابا الصهباء قال لابن عباس اتعلم ان الثلاث كانت تجعل واحدة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وثلاثا من امارة عمر؟

(الف) روایت کا ترجمہ کریں نیز جس طرح عدت میں نکاح ممنوع ہے اگر کوئی کر لے تو منعقد نہیں ہوتا' اسی طرح ممنوع وقت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہیے؟ طحاوی کی روشنی میں جواب دیں۔ ۸+۱۰=۱۸

(ب) طحاوی کی روشنی میں لفظ "اقراء" کی تحقیق میں مذاہب مع دلائل سپرد قلم کریں؟ ۱۵

سوال نمبر۴: عن زينب بنت ابى سلمة قالت لما جاء نعى ابى سفيان دعت أمّ حبيبة بصفرة فمسحت بذراعيها وعارضيها وقالت انى عن هذا لغنية لولا انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ذكرت مثل حديث عائشة سواء

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز عبارت میں حضرت عائشہ کی جس حدیث کی طرف اشارہ ہے وہ بیان کریں؟ ۶×۳=۱۸

(ب) کیا عدت کے دوران عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟ مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طالبات بابت ۲۰۲۰ء

چھٹا پرچہ: شرح معانی الآثار

سوال نمبر ۱: اجتمع ابو حميد و ابو سعيد وسهل بن سعد فذكروا صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابو حميد انا اعلمكم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا قام رفع يديه ثم رفع يديه حين يكبر للركوع فاذا رفع راسه من الركوع رفع يديه

(الف) حدیث شریف کا ترجمہ کریں اور احناف کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب دیں؟

(ب) عدم رفع یدین پر ایک مدلل مضمون قلمبند کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

ایک دفعہ حضرت ابوحمید، ابو اسید اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہم تینوں جمع ہوئے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا' حضرت ابوحمیدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ لوگوں سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں جانتا ہوں، آپ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے، پھر جب رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہتے' تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے تھے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے' تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔

احناف کی طرف سے حدیث کا جواب:

فقہاء احناف کے نزدیک نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت رفع یدین کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ احناف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ایک دفعہ انہوں نے کہا: میں تمہارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھتا ہوں۔ انہوں نے نماز پڑھ کر دکھائی جس میں تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کیا۔ اس سے ثابت ہوا تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے۔

(ب) عدم رفع یدین پر مضمون:

فقہائے احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں رفع یدین نہیں ہے۔ انہوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے' جن میں ترک رفع یدین کا ذکر ہے۔ بالخصوص انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ رفع یدین والی احادیث منسوخ ہیں۔ ترک رفع یدین والی احادیث ناسخ ہیں، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والے عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔ جس طرح قرآنی آیات بعض بعض کی ناسخ ہوتی ہیں، اسی طرح بعض احادیث بھی ناسخ اور دوسری منسوخ ہوتی ہیں۔

جب رفع یدین والی احادیث کا ترک رفع یدین والی روایات سے مقابلہ کیا جائے، تو ترک رفع یدین والی احادیث کثیر ہیں اور رفع یدین والی قلیل ہیں تو کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

روئے زمین میں اکثریت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین کی ہے۔ باقی آئمہ اور غیر مقلدین سب عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا اکثریت کو ترجیح حاصل ہونی چاہیے۔

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ معلم ہیں، باقی تمام فقہاء آپ کے تلامذہ ہیں۔ یعنی امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور دیگر فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ سب آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں یا آپ کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جب مزار امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتے، تو آپ اس موقع پر نماز میں ترک رفع یدین کرتے تھے، کہا کرتے کہ اپنے بڑے امام کی موجودگی میں اپنی فقہ پر عمل کرنے سے مجھے حیا آتی ہے۔

اب اخلاقی ضابطہ یہ ہونا چاہیے کہ غیر مقلدین جب احناف کی مساجد میں نماز ادا کریں بالخصوص باجماعت نماز ادا کریں، تو ترک رفع یدین اور عدم رفع یدین سے ادا کریں۔ پھر اسی طرح جہر الامین کے مسئلہ میں سر الامین کو اپنانے کی کوشش کریں تا کہ اکثریت کی رعایت ملحوظ خاطر رہے۔

سوال نمبر۲: عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَيُوْتِرُ بِالتَّاسِعَةِ فَلَمَّا بُدِّنَ صَلّٰى سِتَّ رَكْعَاتٍ وَ اَوْتَرَ بِالسَّابِعَةِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

(الف) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور طحاوی کی روشنی میں اس حدیث کا احتمالی مفہوم بیان کریں؟

(ب) وتر کے بارے میں مذہب احناف کو نظر طحاوی سے ثابت کریں؟

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں۔ ترجمہ حدیث درج ذیل ہیں:

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: آپ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتائیں؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت آٹھ رکعات ادا کرتے تھے اور نویں رکعت کے ساتھ وتر بناتے تھے۔ جب آپ کا وزن (بوجہ علالت) زیادہ ہوگیا' تو آپ چھ رکعات ادا کرتے تھے اور ساتویں کے ساتھ اسے وتر بنا لیتے تھے۔ پھر آپ دو رکعت بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔

حدیث کا احتمالی مفہوم:

حدیث مبارکہ میں وتروں کی رکعات کا احتمال ہے مگر یہاں رات کی نماز سے نماز تہجد مراد ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات نماز تہجد ادا کرتے اور نویں یعنی چھ رکعات نماز تہجد اور تین رکعات وتر کی اس طرح نو رکعات بن جاتی تھیں۔ چھ کا جو ذکر ہے اس میں تہجد کی چار رکعات اور تین وتر کی رکعات مراد ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ وتر کی تین رکعات ہیں۔

(ب) وتر کے حوالے سے مذہب احناف نظر طحاوی سے:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: "صلوٰۃ رکعۃ واحدۃ الخ" کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت اس طرح پڑھے کہ اس نے پہلے دو رکعات پڑھ لیں' تاکہ یہ رکعت شفع یعنی اس ایک رکعت سے پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں کو طاق کر دے۔ ایک رکعت علیحدہ نہ پڑھی جائے بلکہ دونوں رکعتوں کو طاق کر دے' گویا ایک رکعت علیحدہ نہ پڑھی جائے بلکہ دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔

وتر کی تین ہی رکعت ہونے کے سلسلہ میں احناف کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "صلوٰۃ تبیرا" یعنی تنہا ایک رکعت پڑھنے سے منع کیا ہے۔ جہاں تک صحابہ کرام اور اسلاف کے عمل کا تعلق ہے' تو اس بارے میں وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اکثر فقہاء صحابہ اور اسلاف کا معمول وتر کی تین رکعات پڑھنا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے ان کا تو اس سلسلہ میں بہت زیادہ اہتمام تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو ایک وتر پڑھتے ہوئے دیکھا' تو فرمایا: تم کیسی نماز پڑھتے ہو؟ دو رکعت اور پڑھو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔

تین رکعت نماز وتر صحابہ میں مشہور تھی۔ ایک رکعت کی وتر کو تو لوگ جانتے بھی نہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ احناف کا مذہب تین رکعات وتر ہیں اور یہی عین احادیث' صحابہ کرام اور اسلاف کے عمل سے ثابت ہے۔

سوال نمبر۳: اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی ابن طاؤوس عن ابیہ ان ابا الصہباء قال لابن عباس اتعلم ان الثلاث کانت تجعل واحدۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم وابی بکر وثلاثا من امارۃ عمر؟

(الف) روایت کا ترجمہ کریں نیز جس طرح عدت میں نکاح ممنوع ہے اگر کوئی کرلے تو منعقد نہیں ہوتا اسی طرح ممنوع وقت میں دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہیے؟ طحاوی کی روشنی میں جواب دیں۔

(ب) طحاوی کی روشنی میں لفظ ''اقراء'' کی تحقیق میں مذاہب مع دلائل سپرد قلم کریں؟

جواب: (الف) ترجمہ روایت:

طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد گرامی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا آپ کو علم ہے کہ ایک شخص کے تین طلاقوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں ایک قرار دیا جاتا تھا۔

ممنوع وقت میں دی ہوئی طلاق کا حکم:

حالت حیض میں اور بیک وقت تین طلاقیں دینا منع ہے مگر طلاق دینے کی صورت میں وہ طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا، کیونکہ نکاح کی طرح یہاں کوئی مانع موجود نہیں ہے۔ حالت عدت میں نکاح کرنے سے منعقد نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں نکاح پر نکاح کی صورت ایک مانع موجود ہے۔

(ب) طحاوی کی روشنی میں ''اقراء'' کی تحقیق میں مذاہب آئمہ:

لفظ ''اقراء'' کی تحقیق میں مذاہب آئمہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب: آپ فرماتے ہیں: ''اقراء'' سے مراد ''حیض'' ہے۔ جن عورتوں کو شوہروں کی طرف طلاق مل چکی ہو، تو ان کا حکم ہے کہ وہ طلاق کے بعد تین حیض تک رکی رہیں۔

(۲) امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب: آپ فرماتے ہیں: ''اقراء'' سے مراد ''طہر'' ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: انہوں نے اپنی بھتیجی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ کو جبکہ وہ تین طہر گزار چکی تھی اور تیسرا حیض شروع ہوا، تو حکم دیا کہ وہ اپنا مکان تبدیل کر لیں۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت بیان کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بھتیجی ہیں، اس واقعہ کی تصدیق کی اور فرمایا: لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض بھی کیا تھا، تو آپ نے فرمایا: ''اقراء'' سے مراد ''طہر'' ہے۔

(۳) امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب: آپ فرماتے ہیں: اس کی دلیل ان بزرگوں نے قرآن کی اس

آیت سے بھی نکالی ہے: فطلقوھن بعدتھن انہیں عدت یعنی ''طہر'' میں پاکیزگی کی حالت میں طلاق دو۔ جس طرح ''طہر'' میں طلاق دی جاتی ہے وہ بھی گنتی میں آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں بھی ''قروء'' سے مراد ''حیض'' کے سوا کی یعنی پاکی کی حالت ہے۔

(۳) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قروء'' سے مراد ''حیض'' ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نماز کو ''اقراء'' کے دنوں میں چھوڑ دو۔'' پس معلوم ہوا کہ ''قروع'' سے ''حیض'' مراد ہے۔

سوال نمبر۴: عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعِيُ أَبِي سُفْيَانَ دَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ إِنِّي عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةٌ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَتْ مِثْلَ حَدِيثِ عَائِشَةَ سَوَاءً

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں نیز عبارت میں حضرت عائشہ کی جس حدیث کی طرف اشارہ ہے وہ بیان کریں؟

(ب) کیا عدت کے دوران عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟ مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں۔ ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے وصال کی اطلاع آئی' تو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو حضرت ابوسیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں) زرد رنگ منگوایا، اسے اپنی کلائیوں اور رخساروں پر ملا اور فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اس کے بعد انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی مثل نقل کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث:

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مرے ہوئے شخص پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے' البتہ اپنے شوہر پر اس سے زیادہ سوگ کرے گی' کیونکہ وہ اس پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے گی۔

(ب) دوران عدت عورت کے گھر سے باہر جانے میں اقوال:

طلاق رجعی دی گئی یا معتدہ بائنہ یعنی طلاق بائنہ دی جا چکی ہو اور وہ عدت میں ہو۔ ان دونوں عورتوں کے لیے رات اور دن میں گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے اور وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو وہ دن کے وقت اور رات کا کچھ حصہ باہر نکل سکتی ہے مگر رات بہر حال وہ اپنے گھر کے سوا کہیں نہیں رہ سکتی۔ وہ گھر جو معتدہ کی طرف منسوب ہو۔ اس کی رہائش، فرقت یا فوت ہونے کے لحاظ سے معتدہ پر اس گھر میں عدت گزارنا لازم ہے۔ جب میت کے مکان سے اس کا حصہ اسے کافی ہو تو اس کے لیے نکلنا جائز نہیں ہوگا لیکن جب کوئی عذر ہو، تو نکل سکتی ہے۔ جب میت کے مکان سے اس کے لیے اس کا حصہ کافی نہ ہو اور ورثاء بھی اسے اپنے حصہ سے نکال دیں، اس صورت میں وہ دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے اور شوہر کے لیے مطلقہ/رجعیہ کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ جب شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دینے کے بعد پھر اس سے اس کی عدت کے دوران نکاح کر لیا مگر اس کے بعد پھر اس نے صحبت سے قبل ہی اسے طلاق دے دی، تو اس طرح اب اس پر پورا حق مہر دینا لازم ہوگا اور عورت کو مستقل عدت گزارنا ہوگی جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے لیے نصف مہر ہوگا اور عورت پہلی عدت کو ہی پورا کرے گی۔

☆☆☆☆☆